قرآن کے پودے

تصنیف

ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی

ترجمہ مع جامع اضافی و تحقیقی مضامین

میاں محمد افضل

www.KitaboSunnat.com

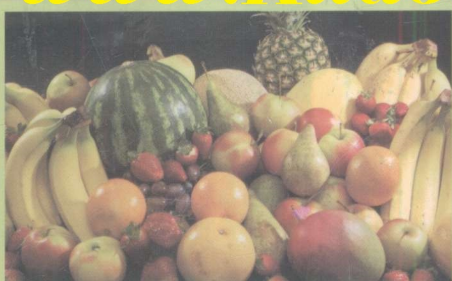

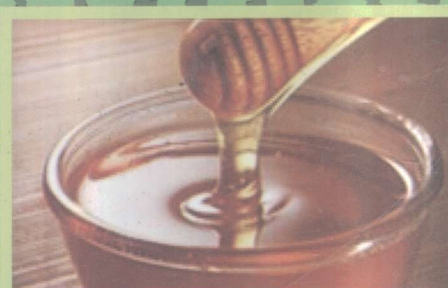

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے پودے

(Plants of the Quran)

کتاب نمبر 1123
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

تصنیف

ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی

ترجمہ مع جامع اضافی و تنقیدی مضامین

میاں محمد افضل

www.KitaboSunnat.com

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

581 Iqtadar Hussain Farooqi, Dr. Muhammad
Quran Kay Pouday/ Dr. Muhammad Iqtadar Hussain Farooqi; tr.by Mian Muhammad Afzal.- Lahore: Al-Faisal Nashran, 2014.
277P.

1. Pouday   I. Title Card.

ISBN 969-503-940-5

جملہ حقوق محفوظ۔

جولائی 2014ء
محمد فیصل نے
زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت:-/500 روپے

AL-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore. Pakistan
Phone: 042-7230777 & 042-7231387
http: www.alfaisalpublishers.com
e.mail: alfaisalpublisher@yahoo.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتبۃ دار العلوم المحمدیۃ

فہرست مندرجات

نمبر شمار	مضمون		صفحہ
1۔	چند ضروری باتیں	مترجم	5
2۔	ابتدائی نوٹ۔	مصنف	9
3۔	دیباچہ	سید ابوالحسن علی ندوی	11
4۔	باب۔1	من	14
5۔	باب۔2	کھجور	28
6۔	باب۔3	زیتون	50
7۔	باب۔4	انگور	62
8۔	باب۔5	انار	78
9۔	باب۔6	انجیر	86
10۔	باب۔7	سدر یا بیری کا درخت	97
11۔	باب۔8	جھاؤ	119
12۔	باب۔9	مسواک والا درخت (پیلو)	126
13۔	باب۔10	حنا یا کافور	135
14۔	باب۔11	ادرک	152
15۔	باب۔12	مسور	158
16۔	باب۔13	پیاز	164
17۔	باب۔14	لہسن	170
18۔	باب۔15	ککڑی۔ کھیرا	175
19۔	باب۔16	کیکر یا کیلا	180

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار		مضمون	صفحہ
20۔	باب۔17	کدو۔لوکی	190
21۔	باب۔18	رائی	196
22۔	باب۔19	تلسی۔نیازبو	202
23۔	باب۔20	زقوم	207
24۔	باب۔21	ضریع	221
25۔	باب۔22	طوبیٰ	225
26۔	باب۔23	درخت کچھ عام کچھ خاص مگر بے نام	228
27۔	باب۔24	میوے	240
28۔	باب۔25	پتے	245
29۔	باب۔26	اناج (دانہ)	249
30۔	باب۔27	کھیتی۔زرعی فصلیں	253
31۔	باب۔28۔	چارا۔گھاس	257
32۔	باب۔29۔	سبزیاں۔ترکاریاں	260
33۔	باب۔30۔	نباتات۔پودے	263
34۔	اشاریہ۔I	پودوں کے قرآنی اور عربی نام	273
35۔	شاریہ۔II	نباتاتی نام	274
36۔	اشاریہ۔III	پودوں کے نام اُردو میں	276

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند ضروری باتیں

میاں محمد افضل (مترجم)

میں نے اُردو ترجمہ کے لئے صرف مصنف کی انگلش کتاب "The Plants of the Quran" کو سامنے رکھا ہے۔ اس کتاب کا کوئی اور اُردو ترجمہ میرے علم میں نہیں ہے۔

مصنف، ایک ہندوستانی مسلمان اور ایک معروف ماہر نباتات بھی ہیں۔ اپنے مُسلم پس منظر اور علم نباتات پر عبور کی بنا پر مصنف کا یہ حق تھا کہ وہ قرآن مجید میں مذکور مختلف پودوں پر اس قسم کی کتاب تحریر کرتے اور انہوں نے یہ حق، جیسا کہ کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا، احسن طریقے سے ادا کیا ہے۔ اُن کی محنت اور تحقیقی مہارت کی داد مشہور اسلامی اسکالر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بھی کتاب کے دیباچے میں دی ہے۔

اپنی تمام تر قابلیت، مہارت اور ذخیرہ علم کے باوجود، مصنف بہر حال ایک انسان ہیں۔ بطور مترجم اور بحیثیت حاشیہ نگار میرا فرض تھا کہ میں کتاب میں موجود بعض اغلاط کی نشاندہی کروں، اور جہاں تک ممکن ہو انہیں درست بھی کر دوں۔ کئی مقامات پر حوالوں کی غلطیاں پائی گئیں، وہ ٹھیک کر دی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں مصنف نے بعض مضامین، بالخصوص سدرہ، کافور اور کیلے (طلح) پر ابواب میں اور کسی حد تک ''مَن'' پر اپنے مضمون میں بھی، عجیب وغریب خیالات کا اظہار کیا ہے جو واضح طور پر قرآنی متن کے سیدھے سادے مفہوم مفسرین کی اکثریت کی رائے اور عام منطق سے بھی متصادم ہیں۔ بظاہر ان مضامین میں مصنف، بائبل کے شارحین، بالخصوص، مولڈنکے کی کتاب Plants of the Bible سے زیادہ متاثر محسوس ہوتے ہیں۔ چنانچہ مصنف کے خیالات سے اختلاف کا حق استعمال کرتے ہوئے، میں نے اِن مضامین اور دیگر مضامین میں بھی مکمل دلائل، شواہد اور باقاعدہ حوالوں کے ساتھ اضافی توضیحی تنقیحی نوٹ تحریر کیے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں مختلف مضامین میں مصنف کی دی گئی معلومات اور بیانات میں تشنگی اور کمی محسوس کی گئی وہاں بھی اضافی نوٹ لکھ دیئے گئے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصنف کے ہر مضمون پر اضافی معلوماتی، تشریحی اور تنقیحی نوٹ لکھے گئے ہیں۔ اس طرح اُرجنل مواد کے ساتھ ساتھ اچھا خاصا اضافی مواد بھی قارئین کی دلچسپی، آسانی اور حتمی رائے کے لئے فراہم کر دیا گیا ہے، جو قریب قریب ایک چھوٹی سی تصنیف کے برابر ہے۔ چنانچہ موجودہ کتاب اصل انگریزی کتاب کے مقابلے میں کہیں زیادہ جامع اور نافع خیال کی جا سکتی ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب کے آخر میں ایک فہرست (Bibliography) اُن کتابوں کی دی ہے جن کی مدد سے اور جن کے حوالوں کی روشنی میں کتاب لکھی گئی ہے۔ میں نے چوں کہ کتاب کے متن کے اندر ہی ہر حوالہ واضح طور پر لکھ دیا ہے (یعنی ہر حوالے سے منسلک کتاب اور مصنف کا نام موقع پر ہی درج کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین کو مزید آسانی رہے) اس لئے مزید کسی کتابیاتی فہرست کی ضرورت نہ تھی، چنانچہ اس اُردو کتاب (ترجمہ + اضافہ) کے آخر میں یہ فہرست نہیں دی جا رہی۔ مصنف کی فراہم کی گئی فہرست میں کئی کتابیں ایسی بھی شامل ہیں جن کے حوالے کتاب کے متن میں موجود نہیں۔ اس کی مصلحت مصنف ہی بہتر جانتے ہوں گے۔ اصل کتاب کے آغاز میں دو مختصر دیباچے پروفیسر اے رحمٰن (نیو دہلی)، اور ڈاکٹر پی۔ وی سین (لکھنؤ) کے تھے، یہ دیباچے محض تعارفی اور رسمی قسم کے تھے اس لئے ان کا ترجمہ کرنا اور انہیں موجودہ کتاب میں شامل کرنا مناسب خیال نہیں کیا گیا۔ البتہ مصنف کا اپنا نوٹ اور مولانا سید ابوالحسن ندوی کا دیباچہ شامل کیا جا رہا ہے۔

پودوں کی بھی ایک دنیا یا سلطنت ہے جس طرح حیوانوں اور انسانوں کی دنیائیں ہیں۔ پیچیدہ ٹیکنیکل اور سائنسی باریکیوں کو چھوڑتے ہوئے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ پودوں کی سلطنت تقریباً ایک درجن ڈویژنوں پر مشتمل ہوتی ہے جو آگے جماعتوں (Classes) حلقوں (Order) خاندانوں (Family)، جنسوں (Genus) اور انواع (Species) میں تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ایک دوسرے سے مشابہت رکھنے والے پودے ایک ہی خاندان کے ارا کین کہلاتے ہیں، چنانچہ پودوں کی بڑی تقسیم کی سرحد ''خاندان'' ہے، اس سے آگے ان کی چھوٹی تقسیم ہے۔ بارہ ڈویژنوں میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ، بلند تر پودوں، جھاڑیوں اور درختوں کی ڈویژن ہے۔ اسی ڈویژن میں تمام پھل دار درخت اور پودے بھی آتے ہیں۔ پودوں کی سلطنت میں سب سے آخر میں انواع (Species) ہیں یعنی اپنی علیحدہ شناخت اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیت کا حامل منفرد پودا۔ مثلاً کھجور کا جس خاندان سے تعلق ہے اُس میں ناریل (کوکونٹ) بھی ہوتا ہے لیکن دونوں الگ الگ انواع ہیں۔ آگے ایک نوع کی بے شمار ورائٹیاں ہوسکتی ہیں، جیسے کھجور کی پانچ ہزار سے زیادہ اچھی ورائٹیاں بتائی جاتی ہیں۔ میکملن انسائیکلو پیڈیا کے مطابق دنیا میں پودوں کی چار لاکھ انواع موجود ہیں۔ ان میں 60-70 فی صد انواع وہ ہیں جن کے بیج گودے یا بیرونی چھلکے کے پردے میں پوشیدہ ہوتے ہیں، انہیں علم نباتات کی اصطلاح میں Angiosperms کہا جاتا ہے۔ بہر حال پودوں کے اپنے عجائبات اور دلچسپیاں ہیں اور یہ موضوع اس قدر وسیع ہے کہ اگر صرف ایک گروہ پر تحقیق شروع کردی جائے تو عجیب عجیب انکشافات سے انسان دنگ رہ جائے۔

اس بات پر تمام نباتات دانوں کا اتفاق ہے کہ پودوں میں سب سے معزز اور افضل گروہ وہ ہے جس میں پھل دار درخت آتے ہیں کیونکہ انہیں جنت میں بھی اہلِ جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ گویا یہ پھل دار درخت دیگر تمام درختوں میں، خواہ وہ لبنانی دیودار ہی کیوں نہ ہو (جسے مصنف جنت کا درخت ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں) بہت اونچے مقام پر فائز ہیں۔ انہی میں سے دو درختوں (انجیر اور زیتون) کی رب تعالیٰ نے قسم بھی کھائی ہے، قرآن مجید میں کھجور کا تذکرہ سب سے زیادہ آیا ہے۔ دیکھا جائے تو قرآن مجید میں جن پھلوں کا ذکر ہے اُن کی تعداد زیادہ نہیں، اس کی ایک معقول وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس زمانے میں اہلِ عرب انہی پھلوں سے زیادہ واقف تھے۔ اگر چہ قیاس یہ کہتا ہے کہ ان پھلوں کے علاوہ بھی بعض عرب لوگ بہت سے دیگر پھلوں کو جانتے تھے کیونکہ اُن کے تجارتی قافلے دور دراز مقامات، خصوصاً یمن، شام وغیرہ آتے جاتے تھے۔ ایتھوپیا کا ساحل بھی قریب ہی تھا، وہاں تک بھی آمد و رفت ہوتی تھی اور ایتھوپیا میں کئی ایسے ٹراپیکل پھل (کیلا وغیرہ) پیدا ہوتے تھے جو صحرائے عرب میں ناپید تھے۔ قرآن مجید میں جنت کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے اُس میں چند خصوصیات کا ذکر بار بار آتا ہے: ایک تو میوے، ہر قسم کے، اور وہ بھی بکثرت اور ہر وقت دستیاب۔ دوسرے مشروبات اور پانی کی فراوانی، نہریں، دودھ، شہد، شراب اور پانی کی نہریں یا چشمے اور لمبے اور ٹھنڈے سایوں والے درخت، اگر چہ وہاں موسم مستقل طور پر معتدل ہوگا، نہ دھوپ اور نہ سردی، جنت میں کسی قسم کے اناج یا غلے کی موجودگی کا کوئی ذکر نہیں۔ شاید اس لئے کہ اناج سے فائدہ اٹھانے (روٹی پکانے) کے لئے چند مشقتیں اُٹھانا پڑتی ہیں، پہلے تو چھنے والے خوشوں سے دانے نکالنا، آٹا پیسنا، بھوسی الگ کرنا اور پھر روٹیاں بنانا۔ جنت میں مشقت اور تکلیف نہیں ہے۔ سکون، نشاط اور مسرت ہے اور ہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہش خود بخود پوری ہو جاتی ہے۔ اناج کی اہمیت دنیا کی زندگی میں البتہ بہت ہے، شاید اسی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض بزرگوں نے اُس شجرِ ممنوعہ کو گندم قرار دے دیا ہے جسے شیطان کے بہکانے پر آدم اور حوا نے جنت میں کھالیا تھا۔ گندم ویسے بھی درخت نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق گھاس کے قبیلے سے ہے جس میں دیگر انواع کی بڑی تعداد شامل ہے۔ جب گندم درخت نہیں تو پھر یہ وہ درخت کیسے ہو سکتا تھا جس کا پھل کھانے سے آدم وحوا کو منع کیا گیا تھا۔

یہ سمجھنا درست نہیں کہ قرآن مجید میں جن جن پودوں کا ذکر آیا ہے اُن سب کی لازمی اہمیت یا فوائد ہیں۔ چند اہم پھلوں (کھجور، انگور، زیتون، انجیر، انار، بیر اور کیلا) کا ذکر تو واقعی اُن کی اہمیت اور فضیلت کی وجہ سے ہوا ہے، لیکن کئی پودوں کا نام کسی خاص وجہ، واقعہ یا مثال کے حوالے سے لیا گیا ہے، جیسے بنی اسرائیل کا صحرائے سینا میں حضرت موسیٰ سے مطالبہ کہ انہیں لہسن، پیاز، لکڑی، مسور اور ساگ مہیا کیا جائے، یا رائی کے دانے کا اُس کے انتہائی قلیل سائز کی بنا پر بطور مثال ذکر کہ رائی کے برابر بھی عمل ہو تو نظر انداز نہیں کیا جائے گا، یا دوزخ کے درخت زقوم کا اُس کی اذیت ناکی کی وجہ سے ذکر، سیلِ عرم کے بعد قوم سبا کے علاقے میں ادنیٰ پھلوں، جھڑ بیریوں، پیلو اور جھاؤ وغیرہ کے پیدا ہونے کا ذکر۔ صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ان میں سے ہر ایک کا ذکر ایک خاص سیاق وسباق کے تحت آیا ہے اور اُس کے مطابق ہی انہیں دیکھنا چاہیے۔ لہسن، پیاز، ککڑی، مسور وغیرہ کی اہمیت بنی اسرائیل کے لئے ہو سکتی ہے، ہمارے باورچی خانوں کے لئے بھی ان کی بڑی اہمیت ہے، لیکن منّ وسلویٰ کے مقابلے میں تو ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ہاں، ایک بات، جاتے جاتے یاد آ گئی۔ مصنف نے منّ پر مضمون لکھ کر کچھ اس قسم کا تاثر دیا ہے جیسے یہ بھی قرآن میں مذکور کوئی پودا ہے، ہم نے متعلقہ مضمون کے ساتھ اپنے نوٹ میں وضاحت کر دی ہے کہ یہ تاثر درست نہیں۔ منّ، اوپر سے نازل ہو رہا تھا، خواہ وہ کسی پودے پر چپک جاتا تھا یا زمین پر بنی اسرائیل کے خیموں کے نزدیک گرتا تھا، بہر حال وہ منّ، اُس منّ سے مختلف تھا جو بعض پودوں (خارشتر وغیرہ) پر نمودار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ اُن پودوں کا گوند بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے ہمارے خیال میں تو مصنف کو قرآنی پودوں کی فہرست میں منّ کو شامل نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بہر حال اُن کی مرضی!

(میاں محمد افضل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی نوٹ

(از مصنف)

قرآن مجید پر نہایت مفید لٹریچر، اُردو اور انگلش سمیت دنیا کی بہت سی زبانوں میں، تفسیر کی صورت میں دستیاب ہے۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے قرآن میں مذکور پودوں اور ان پودوں کی پیداواروں کا سائنسی نقطۂ نظر سے جائزہ عام طور پر ان تفسیروں میں نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جیسے دیگر اسلامی لٹریچر میں بھی اس پہلو پر روشنی نہیں ڈالی گئی۔ چنانچہ ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جس میں قرآنی پودوں کا جائزہ، باٹنی (علم نباتات)، کیمسٹری، طبی خواص اور طبی استعمالات کے جدید سائنسی علم کی روشنی میں لیا گیا ہو۔ میری یہ کتاب اسی سلسلے میں ایک عاجزانہ کاوش ہے۔ اس میں قرآن میں مذکور پودوں اور نباتاتی پیداواروں کی نباتاتی شناخت، کیمیائی ترتیب اور مختلف خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اگر انہیں کہیں کوئی فروگزاشت دکھائی دے تو اُسے میرے علم میں لائیں تاکہ آنے والے ایڈیشنوں میں اصلاح کر دی جائے۔ میں ایسی کسی غلطی کی نشاندہی پر ممنون ہوگا۔

یہاں میں یہ وضاحت کر دوں کہ قرآنی آیات کے جتنے بھی ترجمے (انگلش) اس کتاب میں دیئے گئے ہیں وہ سب میں نے علامہ عبداللہ یوسف علی کی انگریزی تفسیر "The Meaning of the Glorious Quran" سے لئے ہیں۔

میں معروف اسلامی مفکر، مولانا ابوالحسن علی ندوی کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب پر ایک عالمانہ دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔ اس دیباچے میں اُن کے خیالات نہ صرف یہ کہ ذاتی طور پر میرے لئے ایک اعزاز کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ میری اس کاوش کے حق میں گواہی بھی فراہم کرتے ہیں۔

میں بلند پایہ ماہر نباتات ڈاکٹر وی پی سین، ممتاز سائنسدان پروفیسر اے رحمٰن اور معروف نباتات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دان ڈاکٹر ایس ۔ سے۔ بین کا بھی انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے موجودہ کتاب کی تیاری کے سلسلے میں اپنے اپنے مقام پر ہر قسم کی سہولت اور مدد فراہم کی۔

میں اپنے اُن تمام بزرگوں اور دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تصنیف کے لیے میری حوصلہ افزائی کی اور مجھے اپنے نہایت مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔

مسٹر جمیل طاہر قدوائی، پروفیسر عشرت حسین فاروقی اور مسٹر عثمان غنی نے مختلف موضوعات پر اپنے بہت اہم خیالات کے ساتھ میری مدد کی۔ ڈاکٹر صلاح الدین عمیری نے کمال مہربانی سے مجھے احادیث نبوی سمیت عربی زبان کی کتابوں کے کئی اہم حوالوں کے اُردو اور انگریزی میں ترجمے فراہم کیے۔ ڈاکٹر ایس۔ ایل کپور نے پودوں کے صحیح نظام تسمیہ کے سلسلے میں میری مدد کی۔ ڈاکٹر (مسز) نگہت کمال نے مسودے کی تیاری اور اصلاح کے کام میں میرے ساتھ کافی تعاون کیا۔ مسٹر ایس۔ وی شرما نے مسودے کا تنقیدی جائزہ لیا اور بعض اہم سائنسی اضافے تجویز کیے۔ مسٹر شفاعت علی نے کتاب کی تکمیل کے ہر مرحلے میں میرے ساتھ معاونت کی۔ ڈاکٹر پیرزادہ ایس ایچ خان اور ڈاکٹر پرکاش چندرا نے پودوں کی نسلی درجہ بندی (Taxonomy) کے سلسلے میں مجھے مفید مشورے دیئے اور موزوں تصاویر کے انتخاب میں بھی مدد کی۔ موجودہ مطالعاتی کاوش کے ہر مرحلے میں ان حضرات کی مدد و معاونت انتہائی اہم رہی ہے۔

میں مسٹر شیلندرا ڈووی ڈی کا بھی انتہائی ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی پیشکش اور معنوی وصوری اصلاح میں گہری ذاتی دلچسپی لی۔

اس کتاب میں شامل کرنے کے لئے کئی اہم اور کمیاب تصاویر رائل بوٹانک گارڈنز کیو انگلینڈ، نیویارک بوٹانیکل گارڈن نیویارک، ایگزوٹک گارڈن مونٹے کارلو، یو ایس اکیڈمی آف سائنس واشنگٹن، یونیلیور، لندن اور ورلیگ یونیورسٹی آسٹریا کے حکام نے فراہم کیں۔ اُن سب کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہے۔

آخر میں کتاب کی تیاری اور اشاعت میں اپنی اہلیہ، شمع فاروقی کی مدد اور تعاون کا بھی شکریے کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔

ایم۔ اقتدار ایچ فاروقی۔

(اسٹنٹ ڈائرکٹر و ہیڈ پلانٹ کیمسٹری ڈویژن نیشنل بوٹانیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ لکھنو۔ انڈیا)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب قسم ____
مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

دیباچہ*

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
(دار العلوم ندوۃ العلما لکھنؤ)

اس زمین پر اُگنے والے تمام پودے کسی نہ کسی انداز میں اہم ہیں اور واضح طور پر اللہ کی عظمت کی نشانیاں پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جن پودوں کا ذکر آیا ہے اُن کی ایک خاص اہمیت ہے۔ اس کی ایک وجہ تو اُن کے خواص اور فوائد ہیں اور دوسری وجہ ان سے منسوب بعض واقعات اور حالات کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ علاوہ ازیں، چوں کہ ان پودوں کو اللہ کے کلام میں ایک جگہ ملی ہے اُن کے نام بقائے دوام بھی حاصل کر چکے ہیں۔ بہت سی قرآنی آیات ایسی ہیں جن کا مفہوم سمجھنے کے لئے ان پودوں کا علم ضروری ہے۔

کئی فاضل علماء نے اپنی تفاسیر میں دستیاب معلومات کی روشنی میں قرآنی پودوں پر اظہارِ خیال کی کوشش کی ہے۔ تاہم ان پودوں کے تفصیلی سائنسی مطالعہ کی ضرورت تھی تاکہ پودوں اور اُن سے متعلق واقعات کے بارے میں نئے خیالات اور نئی آگہی حاصل کی جا سکے۔ یہ ضرورت اب ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی نے پوری کر دی ہے جن کا تعلق ایک معزز اور علمی گھرانے سے ہے اور معروف عالمِ دین مولانا ابرار حسین فاروقی مرحوم کے فرزند ہیں۔ اُن کی یہ کتاب (قرآن کے پودے) اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ ایک لائق باپ کے لائق بیٹے ہیں۔ انہوں نے نہ صرف قرآنی پودوں کو بیان کیا ہے بلکہ ان کے خواص اور استعمال کی ایسی تفصیل سامنے لائے ہیں جس سے ان سے جڑے ہوئے واقعات پر نئی روشنی پڑتی ہے۔ ان کی تصریحات اور چند پودوں، خصوصاً سدرہ اور کافور کی شناخت کے سلسلے میں اُن کی رائے سے بعض

---

* یہ وضاحت ضروری ہے کہ میں نے بطور مترجم، اس دیباچے کا بھی انگریزی سے اُردو الفاظ میں ترجمہ کیا ہے، ممکن ہے سید ابوالحسن علی ندوی کا اصل دیباچہ اُردو میں ہو جس کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہو۔ اب گویا میں نے دوبارہ اُسے اُردو میں بدلا ہے لیکن یہ اُردو اوریجنل نہیں ہے ترجمہ والی ہے۔ (مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گتھیوں کے سلجھانے اور متعدد اُلجھنیں دور کرنے میں کافی مدد ملتی ہے۔(حقیقت تو یہ ہے کہ سدرہ، کیلے کافور وغیرہ موضوعات پر مصنف نے جن عجیب خیالات کا اظہار کیا ہے، اُن سے بہت سے رخنے اور شدید اُلجھنیں پیدا ہوگئی ہیں، یہاں تک کہ واضح قرآنی مفہوم کی بھی نفی ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ابوالحسن ندوی صاحب نے مصنف کے اِن مضامین کو بالاستیعاب نہیں پڑھا تھا ورنہ شاید وہ اس رائے کا اظہار نہ کرتے۔ مترجم)۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ کتاب نہ صرف یہ کہ اہم اور مفید ہے بلکہ قرآنی لٹریچر میں بھی گرانقدر اضافہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواسا کی جھاڑیاں: ان کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے لیے من ایسی ہی جھاڑی پر گوند کی طرح پیدا ہوتا ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے تم (بنی اسرائیل) پر بادل کا سایہ کئے رکھا اور تمہارے لئے من وسلویٰ اتارتے رہے کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں اُن کو کھاؤ (پیو)۔ (مگر تمہارے اسلاف نے جو کچھ کیا، وہ ہم پر ان کا ظلم نہ تھا بلکہ انہوں نے آپ اپنے ہی اوپر ظلم کیا۔'' (القرآن:۔57:2)

من (MANNA)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 1

مَنّ (منّا)

قرآنی نام: الْمَنَّ

دیگر مروج نام: منّا (Manna) انگلش، جرمن، اطالوی، فرنچ زبان میں۔

بیلی یاسن Beli yasin ۔روسی زبان میں۔

من: عبرانی زبان میں۔

ترنجبین: کرنجبین۔عربی، فارسی اور اُردو زبان میں۔

کشیری: ہندی زبان میں۔

مینا: تامل، تلنگو زبان میں۔

منّا: ملائی زبان میں۔

نباتاتی نام: Alhagi Maurorum Medic

نباتاتی خاندان: Leguminosae

ایک اور نباتاتی نام: (بمطابق بعض دیگر ماہرین): Tamarix Mannifera

نباتاتی خاندان: Tamaricaceae

قرآنی حوالے

1: سورہ بقرہ، آیت: 57:

وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی كُلُوْا

مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَظْلِمُوْنَ O

ترجمہ:۔ ''اور ہم نے تم (بنی اسرائیل) پر بادل کا سایہ کیے رکھا اور تمہارے لئے من وسلویٰ اتارتے رہے کہ جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں عطا فرمائی ہیں اُن کو کھاؤ (پیو)۔ (مگر تمہارے اسلاف نے جو کچھ کیا) وہ ہم پر اُن کا ظلم نہ تھا بلکہ انہوں نے آپ اپنے ہی اوپر ظلم کیا۔''

2: سورہ الاعراف، آیت:160:

وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ O

ترجمہ:۔ ''اور ہم نے اس قوم کو بارہ گھرانوں میں تقسیم کر کے انہیں مستقل گروہوں کی شکل دے دی تھی۔ اور جب موسیٰ سے اس کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اُس کو اشارہ کیا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو۔ چنانچہ اس چٹان سے یکایک بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ متعین کر لی۔ ہم نے اُن پر بادل کا سایہ کیا اور اُن پر من وسلویٰ اتارا۔ کھاؤ وہ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو بخشی ہیں۔ مگر اس کے بعد انہوں نے جو کچھ کیا تو ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ آپ اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔''

3: سورہ طٰہٰ، آیت:80-81:

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ قَدْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَیْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى O كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِیْهِ فَیَحِلَّ عَلَیْكُمْ غَضَبِیْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى O

ترجمہ:۔ ’’اے بنی اسرائیل، ہم نے تم کوتمہارے دشمن سے نجات دی اورطور کے دائیں جانب تمہاری حاضری کے لیے وقت مقرر کیااورتم پراتارامن وسلویٰ۔کھاؤ ہمارادیاہواپاک رزق اوراسے کھا کر سرکشی نہ کرو، ورنہ تم پر میرا غضب ٹوٹ پڑے گااور جس پر میرا غضب ٹوٹا وہ پھر گرکر ہی رہا۔‘‘

عربی زبان میں منّ کا مطلب ہے نعمت یا انعام لیکن عام طور پر اس سے مراد وہ میٹھی غذا لی جاتی ہے جو خدا نے بنی اسرائیل کواس وقت بہم پہنچائی جب وہ ملک مصر سے جلاوطنی کے بعد صحرائے سینا میں مارے مارے پھرتے تھے۔علامہ عبداللہ یوسف علی نے قرآن مجید کی اپنی انگریزی تفسیر The Meaning of Glorious Quran میں بیان کیا ہے کہ منّ، ایک قسم کا میٹھا گوند تھا جوصحرائے سینا میں پائے جانے والے درخت فرّواں (فراش) سے حاصل ہوتا ہے۔لغت القرآن (عبدالرشید نعمانی وسید عبدالدائم جلالی، مطبوعہ نئی دہلی) کے مطابق منّ، شہد کی طرح میٹھی شبنم تھی جو بعض درختوں کے پتوں پر جم جاتی تھی اور جسے صبح سویرے جمع کرلیا جاتا تھا۔قرآن کریم کے متعدد مفسّرین، جیسے مولانا ابوالکلام آزاد (ترجمان القرآن)، مولانا اشرف علی تھانوی (بیان القرآن)، مولانا عبدالحق حقانی (تفسیرِ حقانی)، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن) اور مولانا عبدالماجد دریابادی (تفسیرِ قرآن) نے منّ کوکسی پودے کا پھل یا پیداوار قرار دیا ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی منّ پیدا کرنے والے اصل پودے کی شناخت کی ہمت نہیں کی ہے۔ ہاں، البتہ چند حضرات نے یہ لکھا ہے کہ آج کل جس چیز کوترنجبین (پودے سے رسنے والا شیریں مادہ) کہا جاتا ہے وہی اصل منّ تھا۔منّ پیدا کرنے والے پودے کی درست پہچان کے متعلق معلومات کےفقدان کی بڑی وجہ یہ حقیقت تھی کہ پچھلے ادوار میں صحرائے سینا سمیت مختلف خطوں کی نباتات کی باقاعدہ اورسائنسی طریقے سے شناخت کے سلسلے میں کوئی بامقصد کام نہیں ہوسکا تھا۔

ابوریحان محمد بن البیرونی (973ء۔1050ء) (بحوالہ: Plants of the Bible By: H.N Moldenke & A.L. Moldenke) غالباً وہ پہلا شخص تھا جس نے بیان کیا کہ عربی میں جس پودے کو’’الحاج‘‘ کہا جاتا ہے اُس سے حاصل ہونے والی ترنجبین ہی قرآن میں مذکور اصل منّ تھی۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ بعض پودوں پرموجود ننھے کیڑے، منّ پیدا کرتے تھے،لفظ’’ترنجبین‘‘ دراصل فارسی کے مرکب لفظ’’ترانگبین‘‘ کی عربی شکل ہے۔ تر کا مطلب ہے تازہ اورانگبین کا مطلب ہے شہد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البیرونی کے بعد کئی صدیاں گزریں لیکن مشرقِ وسطیٰ کے پودوں اور پودوں کی پیداواروں کی شناخت کے سلسلے میں کوئی خاص پیش رفت نہ ہوئی۔ بالآخر 1822ء میں جے۔ ایل برک ہارڈ (Burck hard) نے جو مشہور کتاب ''سفرنامہ شام و مقدس سرزمین'' کے مصنف ہیں، نے بیان کیا کہ فلسطین اور شام کے بعض درختوں پر پائے جانے والے کیڑے ایک قسم کا میٹھا گوند پیدا کرتے ہیں۔ برک ہارڈ، جسے مصر میں شیخ برکات کے نام سے جانا جاتا تھا، (بحوالہ: ''عرب و ہند تعلقات'' از سید سلیمان ندوی۔ ص: 64-72) کے مطابق یہ کیڑے میزبان پودے کی چھال میں سوراخ کرتے جس میں سے سخت گرم دھوپ کے دوران سیال مادہ سا باہر نکلتا جو ٹھنڈی راتوں میں منجمد گوند کی شکل اختیار کر لیتا۔ برک ہارڈ کی کتاب کی اشاعت کے تھوڑے عرصے بعد، اُس وقت کے دو مشہور ماہرین نباتات، ایرن برگ (Ehrenberg) اور ہیمپرچ Hamprich نے 1929ء میں علاقے کی نباتات کے جائزے کی ایک رپورٹ شائع کی اور من پیدا کرنے والے کیڑے کی شناخت کی۔ اس کیڑے کا سائنسی نام تھا "Coccus Manniparus"۔ صحرائے سینا کے جن درختوں پر انہوں نے اِن کیڑوں کے ذریعے پیدا ہونے والا من دیکھا انہیں بطور فرواں یا جھاؤ (Tamarix) شناخت کیا۔ چنانچہ انیسویں صدی کے وسط تک یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ صحرائے سینا کے بعض درختوں سے ایک قسم کا میٹھا اور خوردنی مواد نکلتا ہے۔ بعد ازاں، یہ بھی معلوم ہوا کہ خطہ سینا کے گردونواح میں رہنے والے لوگ اُن درختوں سے منّ اکٹھا کیا کرتے اور انہیں اپنے میٹھے پکوانوں میں استعمال کرتے تھے (بحوالہ: Plants of the Bible: By:H.L Moldenke and A.L. Moldenke) درحقیقت، علاقے کے بعض قبائل کے لئے، مختلف درختوں سے خارج ہونے والا یہ گوند مٹھاس کا واحد ذریعہ تھا۔

اب تک کی جانے والی سائنسی تحقیق کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں جس منّ کا بیان ہوا ہے، وہ پودوں کی دو مختلف اقسام سے حاصل ہوتا تھا۔ اِن میں سے ایک وہ تھا جسے عربی میں الحاج یا عاقول کے نام سے پکارا جاتا ہے اور نباتات کی دنیا میں جس کی شناخت بطور Alhagi Maurorum کی جاتی ہے۔ یہ ایک کانٹے دار جھاڑی ہے جسے اونٹ شوق سے کھاتے ہیں اور اسی بنا پر اسے ''شوک الجمل'' بھی کہا جاتا ہے۔ فارسی زبان میں اسے ''خارشتر'' کہتے ہیں۔ عام طور پر اس جھاڑی کا قد تین فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن اس کی جڑیں نہایت گہری جاتی ہیں اور بعض اوقات پندرہ سے بیس فٹ تک لمبی ہوتی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحرائے سینا، شام اور دیگر عرب ممالک کے علاوہ یہ پودا عموماً الکلی زدہ زمینوں پر، ایران، پاکستان اور ہندوستان میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس وقت، ایران میں اس پودے سے حاصل ہونے والے منّ کو ''ترنجبین'' کہا جاتا ہے۔ ہندوستان (اور پاکستان میں بھی)، اس کو ''جواسا'' کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن ہندوستان میں کہیں بھی اس پودے سے ''منّ'' حاصل ہونے کی اطلاع نہیں ملی، جس کی وجہ منّ پیدا کرنے والے کیڑوں کا عنقا ہونا ہے۔

''حاج'' کے علاوہ، جو حضرت موسیٰؑ کے دور میں صحرائے سینا میں کثرت سے پایا جانے والا ایک پودا تھا، منّ پیدا کرنے والا ایک اور پودا بھی اُس خطے میں پایا جاتا تھا۔ جسے نباتاتی سائنس میں Tamarix Mannifera (فرواں۔فراش) اور عربی میں غاز (Gaz) کہا جاتا ہے۔ فرواں ہی کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے متعدد دیگر پودے، جیسے اثل یا طرفا (عربی میں) وغیرہ بھی عرب علاقوں میں ملتے ہیں لیکن یہ تمام پودے کسی قسم کا میٹھا گوند پیدا نہیں کرتے۔ چنانچہ فراش قبیلے کا واحد پودا جو منّ پیدا کرتا ہے وہ Tamarix Mannifera ہے اور جو فلسطین، شام، عراق اور ایران میں پایا جاتا ہے۔ چونکہ ایران میں اس پودے کو غاز کہا جاتا ہے، اس سے حاصل ہونے والی مٹھاس (منّ) کو غزنجبین (عربی میں کزنجبین یا کسنجین) کہا جاتا ہے۔ ترکس (جھاؤ) کی چند اقسام ہندوستان میں بھی ملتی ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک قسم بھی منّ پیدا نہیں کرتی۔

عرب علاقوں کے پودوں، الحاج (Alhagi Maurorum) اور فراش / فرواں (Tamarix Mannifera) سے حاصل ہونے والا منّ، ترنجبین یا غزنجبین کے نام سے اب بھی دنیا کے بہت سے علاقوں میں خریدا اور بیچا جاتا ہے۔ تاہم اب چونکہ مٹھاس کا سب سے بڑا ذریعہ گنا اور چقندر ہیں، میٹھے منّ کا استعمال صرف ادویہ تک محدود ہو چکا ہے۔ ترنجبین، زیادہ تر ایران کے علاقے خراسان سے آتا ہے جب کہ درخت فراش کا منّ (کزنجبین) افریقہ کے چند شمالی علاقوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اِن دونوں قسموں کے منّ کے اندر پائی جانے والی مٹھاس کی وجہ اِن میں موجود شکر اور میٹھا الکحل ہے۔ اس میں غذائی افادیت کے علاوہ طبی فوائد بھی موجود ہیں۔

قرآن مجید میں منّ کا ذکر تین بار آیا ہے اور ان تمام آیات میں اس کا نام سلویٰ کے ساتھ لیا گیا ہے، یعنی پرند بٹیر کے نام کے ہمراہ۔ اِن آیات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کو ایک ایسی خوراک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فراہم کی گئی تھی جس میں ایک طرف میٹھا نشاستہ (منّ) شامل تھا تو دوسری طرف لحمیات اور روغنیات کا عنصر (سلویٰ) بھی تھا، چنانچہ وہ ہر اعتبار سے ایک متوازن خوراک تھی۔ ورنہ، صرف میٹھا منّ کھانے سے لاکھوں افراد (بنی اسرائیل) چالیس سال (1491 ق م تا 1451 ق م) تک زندگی کا سلسلہ برقرار نہیں رکھ سکتے تھے۔ قرآن مجید (سورہ الاعراف اور سورۂ طٰہٰ) میں بنی اسرائیل پر "بادلوں کے سایہ" کا جو ذکر آیا ہے، اس کی بھی ایک خاص اہمیت اور مفہوم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لاکھوں درخت جن سے اس قدر کثیر لوگوں نے بھاری مقدار میں منّ حاصل کیا وہ سایہ دار نہیں تھے اور باری تعالیٰ نے جھلسا دینے والی دھوپ سے بچانے کے لئے، انہیں بادلوں کا سایہ مہیا کیا۔ یہ بات غور طلب ہے کہ "الحاج" ایک چھوٹی جھاڑی ہوتی ہے جو انسانوں کے لئے سایہ فراہم نہیں کر سکتی۔ اسی طرح، فرواں بھی ایک چھوٹا درخت ہوتا ہے جو اپنے مختصر اور پتلے پتوں کے ساتھ یہ مقصد پورا کرنے کے لیے موزوں نہیں ہوتا۔ چنانچہ، اگرچہ یہ درخت صحرائے سینا میں بکثرت تھے، بنی اسرائیل کو ان کی جلاوطنی کے دوران سایہ فراہم کرنے سے قاصر تھے۔ بایں ہمہ، عمومی طور پر اور الحاج کا پودا خصوصی طور پر، پرندوں، یعنی سلویٰ (بٹیر) کی پیدائش اور پرورش کے لئے، بطور ایک عمدہ جائے پناہ بڑی تعداد میں موجود تھا۔

بائبل (عہد نامہ قدیم) میں سلویٰ کی طرف کسی قسم کے اشارے کے بغیر تنہا منّ کا ذکر گیارہ مرتبہ آیا ہے۔ مولڈنکے (Plants of the Bible) کے مطابق، یہ بات قرین قیاس نہیں کہ بنی اسرائیل کو چالیس سالہ جلاوطنی کے دوران فقط میٹھا منّ ہی بطور خوراک مہیا کیا جاتا رہا ہوگا۔ اس کی رائے یہ ہے کہ جس منّ کا ذکر بائبل کی Book of Baruch میں ہے وہ یقینی طور پر کسی پودے سے نکلنے والا شیریں مادہ تھا لیکن جس منّ کا ذکر "کتاب عدد" (Book of Numbers) میں ہے وہ ممکنہ طور پر کوئی لحمیاتی یا نشاستے پر مشتمل مواد تھا کیونکہ اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ منّ آسمان سے برستا تھا اور لوگ اُسے اکٹھا کر کے روٹی بنا لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ روٹی کسی قسم کے میٹھے گوند سے نہیں بنائی جا سکتی، لہٰذا "کتاب عدد" میں جس منّ کا ذکر ہے وہ کسی قسم کی کائی ہوگی جو مکمل خشک ہونے پر وزن میں کافی ہلکی ہو جاتی ہے، لمبے فاصلوں تک ہوا میں اڑ کر جا سکتی ہے اور جو کسی خاص مقام پر گر کر جم بھی سکتی ہے۔ مولڈنکے نے اس سلسلے میں 1854ء میں ایران کے عظیم قحط کی مثال دی ہے جب ایک خاص قسم کی کائی (Lecanora affinis) خدا کی قدرت سے ٹنوں کے حساب سے قحط سے متاثرہ علاقے پر آسمان سے برسی اور جسے لوگوں نے جمع کر کے پیسا اور کئی دنوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اس کی روٹیاں بنا کر کھاتے رہے۔ اِسی نعمت (منّ) یعنی آسمان سے کائی برسانے پر وہ اپنے ربّ کے شکر گزار تھے۔ بعض سائنسدانوں نے صحرائے افریقہ کے نواحی خطے کا جائزہ لے کر پتہ چلایا ہے کہ یہ خاص قسم کی کائی وہاں کثرت سے پائی جاتی ہے اور جب کبھی وہاں قحط یا خشک سالی رونما ہوتی ہے مقامی قبائلی لوگ اسی کائی کی روٹی بنا کر کھاتے ہیں۔ بائبل کی ''کتاب خروج'' میں منّ کے بارے میں یہ جملہ: ''جب دھوپ کی شدت بہت زیادہ ہوتی تو یہ (منّ) پگھل جاتا تھا'' اِس امکان کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ منّ ایک قسم کی بحری کائی تھی، جس کا تعلق، مولڈ نکے کے مطابق، نباتاتی قبیلہ نوسٹوک (Nostoc) سے تھا۔ یہ چھوٹی کائی ایک چیپ دار مواد کی طرح ہوتی ہے جو ٹھنڈی راتوں میں بڑی تیزی سے بڑھتی ہے لیکن صبح کے وقت سورج کی گرم شعاعیں پڑتے ہی غائب ہو جاتی ہے۔

بائبل میں مذکور منّ کے متعلق اپنی بحث ختم کرتے ہوئے، مولڈ نکے نے بالکل درست نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بیس لاکھ افراد فقط ایک میٹھی غذا پر سالہا سال تک زندہ نہیں رہ سکتے تھے اور یہ بات بھی خارج از امکان ہے کہ اِن تمام برسوں میں انہیں کسی قسم کی کائی بطور خوراک فراہم کی گئی ہوگی۔ چنانچہ اس کی رائے یہ ہے کہ بنی اسرائیل بیابان (سینا) میں جلا وطنی کے دوران، بٹیر کے گوشت کے ساتھ منّ بھی استعمال کر رہے تھے جو مندرجہ بالا تین میں سے کسی ایک قسم کا ہو سکتا تھا۔

اگر مولڈ نکے نے منّ وسلویٰ کے بارے میں قرآنی بیانات کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ بڑی آسانی سے اسی نتیجے پر پہنچ سکتا تھا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ قرآن مجید میں منّ وسلویٰ کی بہم رسانی کا واضح طور پر ذکر ہے، تاہم اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ بنی اسرائیل کے لوگوں نے طویل دشت نوردی کے دوران اِرد گرد دستیاب ہونے والی کھانے کی دیگر چیزوں، جیسے بحری کائی اور اُشنہ وغیرہ کو بھی منہ لگایا ہوگا۔ درحقیقت صحیح بخاری کی ایک حدیث میں منّ کی تعریف ''الکماۃ'' کے طور پر کی گئی ہے۔ جو کھمبی کا عربی نام ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ سامی زبان (جس سے عربی اور عبرانی زبانیں نکلی ہیں) میں منّ کا مطلب ہے ''کیا'' یا ''کون''۔ چنانچہ لگتا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے درختوں پر سفید سا ایک مادہ چپکا ہوا دیکھا تو وہ مبتلائے حیرت ہو کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے ہوں گے ''یہ (منّ) کیا چیز ہے؟''۔ لہٰذا کافی امکان اس بات کا ہے کہ اپنی جلا وطنی کے عرصے میں انہیں جو بھی نئی اور عجیب کھانے کے قابل چیزیں دکھائی دیں، انہیں وہ ''منّ'' کہہ کر پکارنے لگے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترنجبین (الحاج والامن) اور غزنجبین (فرواں والامنّ) پیدا کرنے والے پودوں کے علاوہ بھی کئی ایسے پودے اور درخت ہیں جو میٹھا گوند پیدا کرتے ہیں اور اِن سب کو انگلش میں منّ/منّا (Manna) ہی پکارا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، جنوبی یورپ کا مشہور پودا فریکسی نس آرنس (Fraxinus Ornus) جس کا تعلق زیتون کے خاندان سے ہے، تجارتی پیمانے پر حاصل ہونے والے منّ کا ایک ذریعہ ہے۔ جزیرہ سسلی میں اس کی پیداوار کا علاقہ گبلمن (Gibelman) کہلاتا ہے جو درحقیقت عربی نام ''جبل منّ'' کی تحریف ہے اور جس کے معنی ہیں منّ والی پہاڑیاں بعض سائنسدان نے تو اسی منّ کو ممکنہ طور پر بائبل والامنّ قرار دیا ہے۔

گلاب کے خاندان (ROSACEAE) سے تعلق رکھنے والی ایک جھاڑی کوٹن ایسٹر (Coton easter nummularia) ایران میں کئی مقامات پر پائی جاتی ہے۔ یہ جھاڑی بھی ایک طرح کا میٹھا منّ پیدا کرتی ہے جسے مقامی زبان میں شیر خشت یا شیر خشک کہا جاتا ہے اور عموماً اسی نام سے یہ (پہاڑی چٹانوں پر بیل کی طرح رینگنے والی) جھاڑی پکاری بھی جاتی ہے۔ اِن ناموں کا فارسی زبان میں مطلب ہے: چٹان سے نکلنے والا خشک دودھ، ہوتا یہ ہے کہ اس جھاڑی سے دودھ جیسا میٹھا مادہ نکلتا ہے جو چٹان پر گر کر خشک ہو جاتا ہے جسے لوگ اکٹھا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح کا منّ پیدا کرنے والا ایک اور ایرانی پودا، پھلی دار پودوں کے خاندان (Leguminosae) سے تعلق رکھنے والا اور کنڈیاری سے ملتا جلتا Astragalus adscenden ہے۔ ایران اور عراق میں' بلوط کے خاندان (Fagaceae) سے تعلق رکھنے والا درخت ماجو بلوط (Quercus incana) بھی کچھ ایسا ہی درخت ہے جو عمدہ قسم کا منّ پیدا کرتا ہے (یاد رہے کہ یہی درخت ہندوستان کے علاقے، ہماچل پردیش میں بھی ملتا ہے جس کا پھل دیسی طب میں استعمال کیا جاتا ہے، تاہم اس درخت سے کسی قسم کا میٹھا منّ حاصل ہونے کی کوئی شہادت موجود نہیں۔ مترجم)۔

ہندوستان (اور پاکستان) میں پائے جانے والے مشہور و معروف پودے ''آک'' (Calotropis gigantea) کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی ایک قسم کا منّ، ''شکر التغال'' پیدا کرتا ہے۔ (مصنف نے آک کے جس منّ کا ذکر کیا ہے وہ غالباً آک کی ایک بڑی قسم سے گوند کی شکل میں حاصل ہوتا ہے، برصغیر ہندو پاک میں آک کی جو قسم عام طور پر ملتی ہے وہ درمیانے یا چھوٹے قد و قامت کی ہوتی ہے اور اُس سے کسی قسم کا میٹھا گوند یا منّ پیدا نہیں ہوتا۔ مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چمکیلا میٹھا مواد جسے طباشیر کہا جاتا ہے اور جو ایک قسم کے بانس سے حاصل کیا جاتا ہے، بھی منّ ہے۔ اسی طرح زیتون کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی ایک نوع کا منّ پیدا کرتا ہے۔

عام گوند اور منّ کی کیمیائی ترکیب کے بارے میں عام طور پر قدرے الجھاؤ پایا جاتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام گوند، جیسے صمغ عربی (Acacia senegal) یا گوند سرخ (Astragalus gummifera) شکری مواد پر مشتمل ہوتے ہیں اور اسی بنا پر وہ ذائقے میں خوشگوار لگتے ہیں (بحوالہ: Industrial gums: By: whistler and Miller) کیمیائی اعتبار سے انہیں پیچیدہ اور کثیر نوعی شکروں کا مجموعہ قرار دیا جا سکتا ہے جن کی اساس نشاستہ یا انسولین وغیرہ ہوتی ہے۔ لیکن منّ کے اندر جس قسم کی شکر یا الکحل ہوتی ہے وہ پھلوں یا شہد والی شکر کی قسم، یعنی گلوکوز، فرکٹوز، منیٹول، وغیرہ ہوتی ہے۔ اگرچہ گوند اور منّ دونوں ہی اپنی اصل کے اعتبار سے کاربوہائیڈریٹس (Carbohydrates) پر مشتمل ہوتے ہیں لیکن گوند کوئی خاص غذائی قدر و قیمت نہیں رکھتے جب کہ منّ انتہائی غذائیت بخش ہوتے ہیں۔

منّ کے بارے میں چند اہم احادیث

(1) سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: کماۃ (ایک قسم کی کھمبی)، منّ کی طرح ہے (کہ اسے کسی کاوش کے بغیر حاصل کر لیا جاتا ہے) اور اس کا پانی آنکھ کی تکلیف کا علاج ہے''۔ (صحیح بخاری)

(2) سعید بن زیدؓ سے روایت ہے: ''میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ترفاس (کھمبی کی ایک قسم) منّ کی طرح ہیں (وہ انسان کی طرف سے کسی قسم کی توجہ و نگہداشت کے بغیر پیدا ہو جاتی ہیں) کہ اُن کے پانی سے آنکھوں کی تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔'' (صحیح بخاری)

(3) سعید بن زیدؓ کا بیان ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کماۃ (کھمبی) ایک قسم کا منّ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عطا کیا تھا۔ اس کا پانی آنکھوں کے لئے مفید ہے''۔ (صحیح ابن ماجہ، صحیح مسلم)

(4) ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک بار کسی نے کماۃ (کھمبی) کو زمین کی چیچک قرار دیا، لیکن آپ (حضرت محمد ﷺ) نے فرمایا: ''یہ ایک قسم کا منّ ہے۔ (صحیح ترمذی)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافی تنقیحی نوٹ از مترجم

منّ تو منّ ہی تھا

فاضل مصنف نے منّ کے موضوع پر قدیم اور جدید تحقیقی حوالوں سے نہایت دلچسپ اور قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ اس لئے بھی کہ وہ خود ایک ماہرِ نباتات ہیں، تاہم چند مزید باتیں کہنے کی گنجائش موجود ہے کیونکہ کوئی انسانی کاوش یا تحقیق مکمل اور کامل قرار نہیں دی جا سکتی خواہ کوئی شخص کتنا ہی بڑا عالم اور وسیع المطالعہ ہو۔

مصنف نے اپنے مضمون کے آغاز میں قرآن مجید کی منّ کے متعلق چار آیات (سورۃ بقرہ:57، سورۃ الاعراف:160 اور سورۃ طٰہٰ 80۔81) کا حوالہ دیا ہے۔ تاہم اسی سلسلے میں ایک اور حوالہ بھی ہے جو خاصا اہم ہے اور وہ ہے، سورۃ بقرہ کی آیت نمبر 61:

> ''اور یاد کرو جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا کہ موسیٰ ہم سے ایک کھانے (منّ وسلویٰ) پر صبر نہیں ہو سکتا تو اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ ساگ ترکاری، اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز جو زمین سے اُگتی ہیں، ہمارے لئے پیدا کر دے۔ انہوں نے کہا: تم اعلیٰ چیزیں چھوڑ کر اُن کے بجائے ادنیٰ چیزیں کیوں چاہتے ہو؟''

بہتر ہو کہ ہم مغربی ماہرین کی لمبی چوڑی موشگافیوں پر توجہ کے بجائے، منّ کے متعلق قرآنی آیات کے ایک ایک لفظ پر غور کریں۔ مندرجہ بالا آیت (2:61) سے واضح ہے کہ بنی اسرائیل کو بیابانِ سینا میں طویل دشت نوردی کے دوران، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کھانا دستیاب ہو رہا تھا جسے تلاش کرنے اور تیار کرنے میں کسی قسم کی زحمت نہیں اٹھانا پڑتی تھی۔ یہ منّ وسلویٰ تھا جو روزانہ اترا کرتا تھا۔ قرآن مجید کے اولین باقاعدہ مفسرّ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی رائے (بطور صحابی رسول ﷺ) ظاہر ہے، بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اُن کی تفسیری آرا کے جو حوالے بعد میں آنے والے مفسرین نے دیئے ہیں ان کے مطابق منّ وسلویٰ کا مفہوم ترنجبین اور بٹیر ہے (ملاحظہ ہو: اردو ترجمہ: تفسیر ابن عباس، جلد اوّل۔ ص 53۔ مترجم: حافظ محمد سعید احمد عاطف)۔ بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ اُن کا کھانا صرف ایک قسم کا نہ ہو، اس میں ورائٹی ہو، لہسن، پیاز، سبزی، ترکاری، دالیں وغیرہ بھی انہیں ملا کریں۔ انہوں نے کسی میٹھی چیز اور گوشت کا مطالبہ نہیں کیا، اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کہ یہ دونوں بکثرت اور کسی قسم کی محنت کے بغیر انہیں اپنے رب کی طرف سے مل رہی تھیں، کھانے کے اجزاء اور غذائیت میں کوئی کمی نہ تھی، لیکن بنی اسرائیل کو نامعقول مطالبات کی شروع سے عادت تھی، اسی بنا پر اُن کے پیغمبر نے اُن کی اس مطالبے پر سرزنش کی۔ درحقیقت وہ اعلیٰ قسم کے کھانے کو چھوڑ کر ادنیٰ قسم کی چیزیں مانگ رہے تھے۔

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری (839ء۔923ء) اسلام کے اولیّن مورخین میں سے ہیں اور اُن کی کئی مبسوط جلدوں پر مشتمل ''تاریخ الامم والملوک'' مشہور ہے، علاوہ ازیں وہ ایک بلند پایہ مفسر قرآن بھی ہیں۔طبری اپنی کتاب (تاریخ طبری، جلد اول ص: 467، جدید اُردو ترجمہ از: سید عاصم محمود) میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے پھر اُن پر منّ وسلویٰ اتار دیا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ درختوں پر ترنجبین اور خاص قسم کے پرندے گرتے۔ ان پرندوں میں سے کوئی پسند آجاتا تو پکڑ کر کھا لیا جاتا ورنہ اڑا دیتے''۔ علامہ ابن خلدون، اپنی مشہور ''کتاب العبر'' میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل چالیس برس تک سینا اور فاران کے صحرا میں حیران و پریشان پھرتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے منّ اتارا جو سفید رنگ کے دانے ہوتے تھے دھنیا کے دانوں کی طرح اور زمین پر منتشر ملتے تھے، بنی اسرائیل اسے پیس کر روٹیاں بنا کر کھاتے تھے۔ جب انہیں گوشت کی خواہش ہوئی تو سلویٰ ان کی طرف بھیجے گئے جو ایک قسم کے پرند تھے اور دریا کی طرف سے آتے تھے۔

(بحوالہ: تاریخ ابن خلدون، جلد دوم، صفحہ 117۔188۔ ترجمہ: علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی)

گویا، مفسرین و محققین کے درمیان اہم اختلاف اس بات پر ہے کہ منّ جو بنی اسرائیل پر اتارا گیا کس شکل میں تھا، دوم یہ کہ وہ کون سے پودے یا درخت تھے جن پر منّ اترتا یا پیدا ہوتا تھا۔ یہ جو بات بائبل کی ''کتاب عدد'' کے حوالے سے کی جاتی ہے کہ بیس لاکھ انسان (بنی اسرائیل) صحرائے سینا میں سرگرداں رہے، بائبل کی اور کئی باتوں کی طرح مبنی برحقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ اتنی کثیر آبادی کے لئے اگر بے شمار درختوں میں منّ پیدا کرنا تھا تو پھر خواہ وہ فراش جیسے سوئی نما پتوں والے درخت ہوتے تو بیابان صحرا کے بجائے وہاں ایک اچھا خاصا جنگل ضروری تھا اور بنی اسرائیل کے لئے اتنے زیادہ درختوں کی موجودگی میں بادلوں کے سائے کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔ بہرحال ان کی تعداد کافی ہوگی پھر بھی۔ یہ بات بھی قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتی کہ منّ دھنیا کے دانوں کی طرح منتشر حالت میں زمین کی سطح پر ملتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اتنی تعداد میں انسانوں کو اپنی خوراک جمع کرنے میں خاصی تگ ودو کرنا پڑتی۔ معجزاتی بات یہی تھی کہ بنی اسرائیل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اپنی خوراک، (پروٹین + کاربوہائیڈریٹس = مکمل غذا) بڑی آسانی سے کسی مشقت کے بغیر روزانہ مل جاتی تھی۔

گویا منّ ایک لذیذ اور کسی قدر شیریں مادے کا نام تھا، جو روزانہ جس قدر کھایا جاتا تھا اتنا یا اس سے کہیں زیادہ اگلے روز موجود ہوتا ایسا ہونا کسی کیڑے کے ذریعے بھی ممکن نہیں تھا جیسا کہ ہم شہد کی مکھی کی مثال سے جانتے ہیں۔ یہ سلسلہ متواتر چالیس برس جاری رہا۔ اب تک کی تحقیق سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو چیز ''ترنجبین'' کہلاتی ہے، اسی سے ملتا جلتا لیکن غالباً ذائقے میں نفیس تر، منّ تھا۔ ترنجبین، مشہور صحرائی جھاڑی جواسا (اونٹ کٹارا، خارشتر، جوانسا، حاج) پر صرف ایک خاص موسم میں قدرتی ٹھوس شہد کی طرح پیدا ہوتا ہے (مصنف کے مطابق ایک کیڑے کے ذریعے)۔ لیکن ایسا صرف ایران اور عرب علاقوں میں ہوتا ہے۔ پاکستان میں یہ خاردار جھاڑی، صحرائی اور غیر آباد زمینوں پر عام پائی جاتی ہے لیکن یہاں اس پر ترنجبین کسی موسم میں پیدا نہیں ہوتا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ ترنجبین، اس جھاڑی کے کانٹوں پر نمودار ہوتا ہے۔ غالباً اس لئے کہ اسے جمع کرنے میں آسانی رہے۔ اب اگر یہ بات مان لی جائے کہ بنی اسرائیل، جو منّ، چالیس سال تک کھاتے رہے وہ جواسا پر پیدا ہوتا تھا اور وہ کوئی آٹا یا کائی وغیرہ نہ تھی تو معجزے والی اور غیر معمولی بات یہ تھی کہ یہ ٹھوس شہد یا مٹھائی جیسا میٹریل ہر روز، اس قسم کی جھاڑیوں پر پیدا ہوتا رہتا تھا اور بنی اسرائیل اس سے اپنی کاربوہائیڈریٹس کی ضروریات پوری کر لیتے تھے۔ ساتھ ہی گوشت کھا لیتے تھے اور جیسا کہ مصنف نے خیال ظاہر کیا ہے، وہ لوگ، وہاں موجود، اور بھی کئی چھوٹی موٹی چیزیں کھا لیتے ہونگے۔ اب چونکہ جواسا کا ذکر منّ کے حوالے سے آ رہا ہے تو اس جھاڑی یا جڑی بوٹی کے بارے میں چند مزید باتوں کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ مضمون کے آغاز میں مصنف نے لکھا ہے اس کوتاہ قامت جھاڑی کا نباتاتی اور سائنسی نام Alhagi maurorum ہے، اس پر موسم بہار میں پھول آتے ہیں، پتے بہت چھوٹے چھوٹے اور کانٹے بہت زیادہ ہوتے ہیں، لیکن یہ کانٹے ببول کے کانٹوں کی طرح تیز اور سخت نہیں ہوتے۔ چنانچہ کسی جگہ اس جھاڑی کی کثرت کے باوجود، وہاں سے پیادہ کانٹوں سے اُلجھے یا زخمی ہوئے بغیر، آسانی سے گزرنا ممکن ہوتا ہے، غالباً اسی بنا پر، بیابان تیہ (سینا) میں، اسرائیلی، کسی پریشانی کے بغیر پڑاؤ کرتے یا چلتے پھرتے رہے۔ اونٹ، اس پودے کو کانٹوں سمیت کھا جاتے ہیں کہ یہ اُن کی مرغوب غذا ہے۔ جبھی، اس کا ایک نام اونٹ کٹارا یا خارشتر ہے۔ جے۔ ایل سٹیوارٹ (J.L.Stewart) نے لکھا ہے کہ طبی خواص کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حامل منّ، قندھار اور ہرات کے علاقوں میں، اس جھاڑی پر موسم بہار میں پھول آنے کے فوراً بعد نمودار ہوتا ہے، جسے مقامی لوگ شاخیں جھاڑ کر اکٹھا کر لیتے ہیں اور بطور دوائی اس کی تجارت کرتے ہیں۔ اس منّ کو گرمی کے امراض اور معدے کی شکایات وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں۔ (بحوالہ: Punjal Plants : J.L. Stewart ed: 1869) دیسی (یونانی + ایورویدک) طب میں جواسا کے پھولوں، پتوں کے عرق اور بیجوں کو پیٹ، آنکھ، گھنٹیا اور زہروں کے علاج میں استعمال کیا جاتا ہے (بحوالہ: بوٹی پرکاش: حکیم رام کشن سنیاسی)۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ صحابی رسول ﷺ، سعید بن زیدؓ سے مروی احادیث (جن کا حوالہ مصنف نے بھی دیا ہے) کے مطابق کھمبی کے پانی کو آنکھ کی مختلف تکالیف میں مفید قرار دیا گیا ہے جبکہ جواسا کے پتوں کے عرق میں تیار کیے گئے سرمے کو بھی آنکھ کی مختلف تکلیفوں، بالخصوص جالا وغیرہ میں مؤثر بتایا گیا ہے۔ احادیث کے مطابق، کھمبی کو منّ کے مانند قرار دیا گیا ہے، یعنی کھمبی منّ تو نہیں لیکن منّ کی طرح، کسی کاوش اور زحمت کے بغیر دستیاب ہوتی ہے اور دونوں کی خاصیت اور افادیت بھی ملتی جلتی ہے۔

تو کیا کسی پودے کو منّ پیدا کرنے والا پودا تسلیم کر کے اُسے قرآن میں مذکور پودا قرار دے دیا جائے؟ میرے نزدیک ایسا فتویٰ دینا زیادتی ہوگی۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر 61 سے واضح ہے کہ منّ ہرگز کسی پودے کا پھل یا گوند نہ تھا ورنہ بیابان نوردی کرنے والے اسرائیلی، حضرت موسیٰؑ سے یہ مطالبہ نہ کرتے کہ اُن کے لیے ایسی دال سبزیاں وغیرہ مہیا کی جائیں جو زمین سے اُگتی ہوں (اوپر آسمان سے نہ اُترتی ہوں)۔ ترنجبین وغیرہ کو منّ سے مشابہت کے باوجود، بہر حال وہ منّ سمجھنا، جو حضرت موسیٰؑ کی قوم پر دشت نوردی کے چالیس برسوں کے دوران مسلسل اترتا رہا، غلطی ہوگی۔ ترنجبین بھی جواسا (خارشتر) کا اپنا گوند یا پھل نہیں ہوتا اور اس سلسلے میں کتاب کے فاضل مصنف پہلے ہی بہت مفید بحث کر چکے ہیں۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 61 بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ منّ، زمین سے اُگنے والے کسی پودے کا پھل وغیرہ نہ تھا۔ منّ گویا صرف منّ تھا، جو اسرائیلوں کو کسی محنت و زحمت کے بغیر روزانہ مل جاتا تھا، خواہ وہ اسے براہِ راست کھائیں یا اس سے روٹیاں بنائیں اور لحم طیور کے ساتھ کھائیں۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھجور: مقدس اور پاکیزہ درخت جس کا ذکر قرآن میں سب سے زیادہ آیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اسی (پانی) سے وہ تمہارے لئے غلہ اور زیتون اور کھجور
اور انگور اور دیگر سب پھل پیدا کرتا ہے۔ غور کرنے والوں
کے لئے اس میں (قدرتِ خداوندی کی) نشانی ہے“

(القرآن 11:16)

کھجور

Date Palm

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 2

کھجور

قرآنی نام: النخل۔ النخیل

دیگر مروج نام: خرما (فارسی۔اُردو)۔کھجور (اُردو۔ہندی۔بنگالی)

نخل۔تمر۔رطب (عربی۔عبرانی) کھرجور (سنسکرت)

پنڈ (ہندی، گجراتی، مراٹھی، سرائیکی) کتل (سندھی)

کھجّی (پنجابی۔سرائیکی) ڈیٹ پام Date Palm (انگریزی)

Dattier,Datte: (فرانسیسی) پامولا Palmula (لاطینی)

ڈٹیل پام: Dattel palm (جرمن)

فینق: Feenik (روسی)

نباتاتی، سائنسی نام: Phoenix Dactylifera

نباتاتی خاندان: Arecaceae

قرآنی حوالے

1: سورہ بقرہ، آیت: 266۔

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ
ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَO

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ ''بھلا، تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور اس میں اس کے لئے ہر قسم کے میوے موجود ہوں اور اُسے بڑھاپا آ پکڑے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں تو (اچانک) اس باغ میں آگ سے لبریز بگولہ چلے اور وہ جل (کر خاکستر ہو) جائے۔ یوں، اللہ تم سے اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔''(266:2)

2: سورہ الانعام، آیت:99۔

وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ O

ترجمہ:۔ ''اور وہی تو ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے۔ ہم ہی اس سے ہر قسم کی نباتات پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس میں ہری ہری کونپلیں نکالتے ہیں اور اُن کونپلوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے گُچھے میں سے لٹکتے ہوئے خوشے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور مختلف بھی۔ جب اِن پر پھل آتا ہے تو ان کے پھلوں کو اور پھلوں کے پکنے کو (غور سے) دیکھو۔ اِن چیزوں میں، ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''(99:6)

3: سورہ الانعام، آیت:141۔

وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَO

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ ''اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیئے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور چھتریوں کے بغیر بھی اور کھجور اور کھیتیاں اُگائیں جن سے طرح طرح کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں۔ زیتون اور انار کے درخت پیدا کیئے جو آپس میں مشابہ بھی ہیں اور مشابہ نہیں بھی۔ جب یہ درخت پھلیں تو اِن کے پھل کھاؤ اور جب فصل کاٹ لو تو اس میں سے اللہ کا حق ادا کرو اور اِسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (141:6)

4: سورہ الرعد، آیت:4۔

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ○

ترجمہ:۔ ''اور دیکھو، زمین میں کئی طرح کے خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے پیڑ ہیں، جن میں سے کچھ اکہرے اور کچھ جھنڈ کی شکل میں ہیں۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر ذائقے میں ہم کسی کو فائق بنا دیتے ہیں کسی کو کمتر۔ اس میں عقل سے کام لینے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔''(4:13)

5: سورہ النحل، آیت:11۔

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○

ترجمہ:۔ ''اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور دیگر ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔''(11:16)

6: سورہ النحل، آیت:67۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ○

ترجمہ:۔ ''اور کھجور اور انگور کے پودوں کے پھلوں سے بھی ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں جسے تم نشہ آور بھی بنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔ یقیناً اس میں سمجھنے والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔" (67:16)

7: سورہ بنی اسرائیل، آیت: 91۔

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ○

ترجمہ:۔ "یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اُس میں نہریں رواں دواں کر دے۔" (91:17)

8: سورہ الکہف، آیت: 32۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ○

ترجمہ:۔ "اور اُن سے اُن دو آدمیوں کا حال بیان کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا کئے تھے اور اُن کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان دونوں کے وسط میں کھیتی اُگا دی تھی" (32:18)

9: سورہ مریم، آیت: 23۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○

ترجمہ:۔ "اور دردِ زہ نے اُسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ (تکلیف کے باعث) کہنے لگی: کاش میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور میرا نام ونشان نہ رہتا۔" (23:19)

10: سورہ مریم، آیت: 25۔

وَ هُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○

ترجمہ:۔ "اور تو ذرا اس کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تیرے اوپر تر وتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔" (25:19)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11: سورہ طٰہٰ، آیت:71۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَ لَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰى O

ترجمہ:۔ ''فرعون بولا کہ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے، پتہ چل گیا کہ یہ تمہارا اگرو ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ اچھا، اب میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرفوں سے کٹواتا ہوں اور کھجور کے تنوں پر سولی دیتا ہوں۔ پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔'' (71:20)

12: سورہ المومنون، آیت:19۔

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ O

ترجمہ:۔ ''پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیئے۔ ان میں تمہارے لئے بکثرت لذیذ پھل ہیں اور تم اُن میں سے کھاتے ہو۔'' (19:23)

13: سورہ الشعرآ، آیت:148۔

وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ O

ترجمہ:۔ ''اور ان کھیتیوں اور کھجوروں کے باغوں میں جن کے شگوفے نرم و نازک ہیں''۔ (148:26)

14: سورہ یٰسین، آیت:34۔

وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ O

ترجمہ: ''اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیئے اور جن میں ہم نے چشمے بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری کر دیئے ہیں۔" (34:36)

15: سورہ ق، آیت:10۔

وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ○

ترجمہ:۔ "اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کا گابھا تہ بتہ ہوتا ہے۔" (10:50)

16: سورہ القمر، آیت:20۔

تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ○

ترجمہ:۔ "وہ آندھی لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر دے پٹختی تھی گویا کہ وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجوروں کے تنے ہیں۔" (20:54)

17: سورہ الرحمٰن، آیت:11۔

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ○

ترجمہ:۔ "اس میں مختلف میوے اور کھجوروں کے درخت ہیں جو غلافوں میں بند پھل نکالتے ہیں"

(11:55)

18: سورہ الرحمٰن، آیت:68۔

فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ○

ترجمہ:۔ "ان (جنتی باغوں) میں لذیذ میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے"۔ (68:55)

19: سورہ الحاقہ، آیت:7۔

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ○

ترجمہ:۔ "اللہ نے اس (آندھی) کو سات راتیں اور آٹھ دن اُن پر چلائے رکھا۔ (تم وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ لوگ وہاں اس طرح پچھڑے پڑے ہیں جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں"۔ (7:69)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

20: سورہ عبس، آیت:29۔

وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا ۝

ترجمہ:۔ ''اور زیتون اور کھجور'' (29:80)

قرآن حکیم میں یوں تو بہت سے پھلوں اور پھلدار درختوں کا ذکر آیا ہے لیکن سب سے زیادہ جس پھل کا تذکرہ ہوا ہے وہ کھجور ہے۔ بیس مرتبہ اس کا ذکر نخل، نخیل (جمع) یا نخلت (واحد) کے ناموں سے کیا گیا ہے۔ اِن تمام آیاتِ قرآنی کو، جن میں اس طرح اس کا نام آیا ہے، اوپر درج کر دیا گیا ہے۔ یہ بات توجہ طلب ہے کہ آٹھ دفعہ کھجور کا ذکر تنہا کیا گیا ہے اور بارہ مرتبہ اس کا نام دیگر پھلوں، زیتون، انار اور انگور کے ساتھ لیا گیا ہے۔ نخل کے نام کے علاوہ، قرآن مجید میں، بعض دوسرے ناموں سے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ الحشر کی آیت نمبر 5 میں اس کی ایک ضمنی قسم (Variety) لینہ کا ذکر ہے۔ سورۃ النساء کی دو آیات (53 اور 124) میں، اس کے لئے لفظ ''نقیر'' استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے، کھجور کی گٹھلی کا شگاف، یعنی کوئی انتہائی حقیر چیز (غالباً اسی بنا پر قرآن مجید کے اکثر اردو تراجم میں اس لفظ کا ترجمہ ''گٹھلی کے شگاف'' کے بجائے، پھوٹی کوڑی، رتی بھر یا تل برابر وغیرہ کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے انتہائی نکمی اور حقیر شے۔ تاہم مصنف نے اس لفظ کا جو مطلب لکھا ہے وہ عربی لغت کے عین مطابق ہے: مترجم)۔ اسی طرح، سورۃ ''فاطر'' کی آیت نمبر 13 میں ''قطمیر'' کا لفظ بھی یہی مفہوم رکھتا ہے، یعنی ایک انتہائی بے وقعت چیز، اگرچہ از روئے لغت اس سے مراد ہے کھجور کی گٹھلی کا باریک بالائی چھلکا۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر 95 میں لفظ ''النویٰ'' کا مطلب، قرآن مجید کے انگلش میں مترجم اور مفسر عبداللہ یوسف علی (بحوالہ: The Meaning of Glorious Quran۔ از عبداللہ یوسف علی) کے نزدیک، کھجور کی گٹھلی ہے، اگرچہ دیگر مفسرین کے خیال میں اس سے کسی بھی پھل کی گٹھلی یا بیج مراد لیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ''العرجون'' کا مطلب ہے کھجوروں کے خوشے کا دستہ نما نچلا حصہ جو خشک ہونے کے بعد درانتی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کو سورۃ یٰسین کی آیت نمبر 39 میں نئے چاند (ہلال) کے ظاہر ہونے کے مماثل قرار دیا گیا ہے۔ عبداللہ یوسف علی نے، سورۃ ''لہب'' اور سورۃ ''القمر'' میں مذکور الفاظ (بالترتیب) ''حبل'' اور ''دسر'' کا ترجمہ کھجوری ریشہ کیا ہے۔

کھجور کا نباتاتی اور سائنسی نام Phoenix dactylifera ہے جس کا تعلق خاندان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Arecaceae سے ہے۔(بحوالہ:Palms of the World, By Mccuraah James)۔

عربی میں کھجور کو نخل بولتے ہیں جب کہ اس کا پھل ''تمر'' کہلاتا ہے (تمر، دراصل کھجور کے خشک پھل کا نام ہے، تازہ اور تر کھجور کو عربی میں ''رطب'' کہتے ہیں۔ مترجم)۔ تاہم کئی عرب اور افریقی ممالک میں ہندی (اور اُردو) لفظ کھجور اور فارسی لفظ ''خرما'' بھی کھجور کے پھل کے لئے عام استعمال کیا جاتا ہے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ کھجور کی باقاعدہ پرورش اور کاشت کا آغاز میسوپوٹیمیا (خطۂ دجلہ و فرات۔ عراق) کے علاقے میں 6000 سے 8000 برس قبل مسیح ہوا۔ غالب امکان یہ ہے کہ اُس وقت دنیا کے کسی بھی کونے میں کوئی اور پھل دار درخت کاشت میں نہیں تھا، اور یہی وجہ ہے کہ انسانی تہذیب و تمدن کی ترقی کی رفتار کے ساتھ اگر کسی پودے کا سب سے زیادہ تعلق رہا ہے تو وہ یہی ہے، یعنی کھجور۔ کھجور کا عمومی نباتاتی نام فینقس (Phoenix)، یا ققنس (عربی میں) دراصل ایک فرضی دیومالائی پرندے کا نام بھی ہے۔ روایات کے مطابق، کئی ہزار سال قبل یہ پرندہ، ققنس، عظیم صحرائے عرب میں پایا جاتا تھا۔ اس کی اوسط عمر پانچ چھ سو برس ہوتی تھی جس کے بعد یہ اپنے آپ کو آگ میں بھسم کر دیتا تھا اور اپنی راکھ سے دوبارہ جی اُٹھتا تھا، زندگی کا ایک اور طویل دور مکمل کرنے کے لئے، اس طرح اس کا یہ سلسلہ حیات (بطور ایک واحد پرندے کے) جاری و ساری رہتا تھا۔ قدیم یونانی اور رومی ادب میں اِس خیالی (اساطیری) پرندے کے ساتھ کھجور کے ممکنہ تعلق کے متعلق بہت زیادہ کہانیاں پڑھنے کو ملتی ہیں۔

عربی کی ایک پرانی کہاوت ہے کہ سال میں جتنے دن ہوتے ہیں، کھجور کے بھی اتنے ہی استعمال ہوتے ہیں۔ یہ بات درست معلوم ہوتی ہے، واقعی کھجور کے متنوع استعمال ہیں۔ اس کے تنے کی لکڑی تعمیراتی کاموں میں استعمال کی جاتی ہے اور بڑے پتے (جنہیں بعض اوقات ''ٹہنیاں'' بھی کہا جاتا ہے) متعدد دستکاریوں، جیسے پنکھے، رسیاں، لاٹھیاں، چٹائیاں وغیرہ، میں کارآمد ہیں۔ عربوں میں ایک پرانا دستور چلا آتا تھا کہ کسی بڑی اجتماعی خوشی کے موقع پر وہ گلیوں سے جلوس کی شکل میں گزرتے ہوئے کھجور کی شاخیں، جھنڈوں کی طرح اُٹھا کر لہراتے ہوئے چلتے تھے۔ کھجور کی گٹھلیوں کو بھگو کر پیس لیا جائے تو وہ مویشیوں کے لئے اعلیٰ خوراک ہے۔ پھل نہ صرف یہ کہ شیریں اور لذیذ ہوتا ہے بلکہ تحقیق کے مطابق انسان کے لئے مقوی ترین غذا ہے۔ اس میں 60 فی صد فوری جزو بدن بننے والے معکوس شکری مادے (Invert sugar) اور معمولی مقدار میں گنے والی شکر (Sucrose) کے علاوہ مختلف تناسب سے پیکٹن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Pectin) تینین (Tannin)، سیلولوس (Cellulose)، نشاستہ اور روغنی مادہ موجود ہوتا ہے (بحوالہ: Wealth of India Raw Materials vol: 1-x)۔ حیاتین الف، ب اور ج بھی معقول مقداروں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ، کھجور میں فولاد، سوڈیم، کیلیشم، گندھک، کلورین اور فاسفورس جیسے معدنی عناصر بھی ہوتے ہیں۔ غذائیت سے بھرپور کھجوروں کو مٹھائی، مشروبات، چینی اور ایک قسم کا گاڑھا شربت (جو بالکل شہد کی طرح ہوتا ہے) تیار کرنے میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

کھجور ایک منقسم الجنس (ڈائی ایشس۔ Dioecious) شجر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نر اور مادہ الگ الگ پودے ہوتے ہیں اور اِن دونوں کے پھولوں کے درمیان عملِ زیرگی (Cross Pollination) کے بعد پھل کی پیداوار ممکن ہوتی ہے۔ ایک اکیلے نر پودے سے ایک سو مادہ پودوں کے پھولوں کو بخوبی زر پاشیدہ (بارور) کیا جا سکتا ہے۔ کھجوروں کے باغ کو نخلستان یا واح کہا جاتا ہے جس سے مراد گرم صحرا میں ایک سرسبز مقام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر کسی نخلستان میں نر پودے نہ ہوں تو تمام باغ پھل سے خالی رہے گا۔ اسلام سے پہلے عرب قبائل اپنے مخالف قبیلوں کی ملکیت میں کھجوروں، بالخصوص نر کھجوروں کو کاٹ ڈالتے تھے۔ پودوں کو اس طرح نقصان پہنچانے کے دستور کی مسلمانوں نے مخالفت اور حوصلہ شکنی کی۔ نباتاتی حیات کی طرف اس قسم کے تخریبی رویے کو ''فساد فی الارض'' قرار دیا۔ یہاں تک کہ جنگی مہمات کے زمانے میں بھی مسلم افواج کو ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ نہ تو بے گناہ لوگوں کو نقصان پہنچائیں اور نہ سرسبز پودے کاٹیں۔ پودوں کے تحفظ کا یہ گہرا احساس ایک انقلابی تصور ہونے کے علاوہ انسانی معاشرے کی ترقی کے لیے ایک عمدہ لائحہ عمل بھی تھا۔ ایک دفعہ، بنونضیر (مدینے میں آباد یہودی قبیلہ) کے ساتھ تصادم کے دوران ایسا ہوا کہ اپنی فوجی نقل وحرکت آسان بنانے کے لئے، مسلمانوں نے دشمن کے کھجوروں کے پیڑ کاٹ دیئے لیکن اپنے اس اقدام پر وہ بہت دکھی ہوئے۔ چنانچہ اس موقع پر سورۃ الحشر کی پانچویں آیت اللہ کی طرف سے نازل ہوئی جس نے انہیں اس اضطراب میں تسلی دی اور کسی سنگین صورتِ حال میں اس قسم کے اقدام کی اجازت بھی دی۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک میڈیسن (انگلش۔ مطبوعہ مصر، کے مصنف حسن کمال کے مطابق، کھجور زبردست طبی فوائد رکھتی ہے۔ یہ مسکن ومفرّح ہے، متورم جلد کو نرم کرتی ہے، کمزور نبض کی رفتار تیز کرتی ہے اور نسیان کو روکتی ہے۔ سانس کی تکلیفوں میں عموماً اور دمے میں خصوصاً مفید ہے۔ کھجوریں ملین، مدر البول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(پیشاب آور) اور مقوی باہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس کی تمام مختلف خصوصیات اور عناصرِ ترکیبی کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ نہ صرف ایک مکمل قوت بخش غذا ہے بلکہ ایک شفا بخش دوا بھی ہے۔ کھجور کی گٹھلیوں کے سفوف کے ضماد سے، آنکھوں کی بیماریوں، قرنیہ کی سوزش اور آشوبِ چشم میں فائدہ ہوتا ہے۔ پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے لوگوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اچھی صحت کے لیے کھجوروں کا باقاعدہ استعمال کریں۔ تاہم، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو جب وہ بستر علالت پر تھے، کھجوریں نہ کھانے کا مشورہ بھی دیا تھا (بحوالہ: صحیح ترمذی) آپ ﷺ کی یہ تلقین یقیناً سائنسی وجوہات پر مبنی ہے کیونکہ کھجوروں میں ایسے ریشہ دار غذائی مادے پائے جاتے ہیں جنہیں بیماری سے اُٹھنے والے افراد اپنے کمزور نظام انہضام کے ساتھ، آسانی سے ہضم نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے بعض مفسرین جیسے مولانا عبدالماجد دریا بادی (بحوالہ: تفسیرِ قرآن، مولانا دریا بادی، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی۔ لاہور) نے لکھا ہے کہ کھجوریں، حاملہ عورتوں کے لئے بہت مفید ہیں کیونکہ حضرت مریم علیہ السلام کو حالتِ حمل کے آخری مرحلے میں، کھجوریں ہی فراہم کی گئی تھیں (ملاحظہ ہو سورۃ مریم کی آیت: 23-25)

کھجور کو صحرا کی حور کا خطاب دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر کھجور کی جڑیں پانی میں ڈوبی ہوں اور اس کے بالائی حصے (سر اور تنا) پر سورج آگ برساتا ہو تو بڑا اچھا پھل حاصل ہوتا ہے۔ کھجور کا قد عموماً 50-80 فٹ تک ہوتا ہے۔ عام طور پر اس کا ایک سیدھا تنا ہوتا ہے اور شاخیں نہیں ہوتیں لیکن بعض اوقات شاخ دار درخت بھی قدرتی طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اِن دونوں اقسام، یعنی شاخوں سے خالی اور شاخوں والی کھجوروں کا ذکر سورۃ رعد کی آیت نمبر 4 میں کیا گیا ہے۔ کھجور کی اوسط عمر تقریباً دو سو سال ہوتی ہے لیکن پھل کی خاطر خواہ فصل اندازاً ایک سو برس کی عمر تک حاصل ہوتی ہے۔ کھجور کی افزائش گٹھلیوں اور زیر بچوں دونوں طریقوں سے ہوتی ہے لیکن زیر بچوں سے کاشتہ کھجوروں سے عمدہ پھل حاصل ہوتا ہے (محض عمدہ یا اچھی کوالٹی کا پھل ہی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ زیر بچوں کے ذریعے کاشت وافزائش سے مادری کھجور کے عین مطابق پھل حاصل ہوتا ہے، جب کہ گٹھلیوں کے ذریعے کاشت کردہ پودوں کا پھل عام طور پر مختلف ہوتا ہے، یعنی نئی ورائٹیاں وجود میں آتی ہیں جن کا پھل کمتر بھی ہو سکتا ہے اور بہتر بھی اور بعض اوقات اصل پودے کے پھل کے مطابق بھی۔ مترجم)۔ زیر بچے نوجوان پودوں کے تنے کے نچلے حصے سے حاصل کئے جاتے ہیں (یہ درست ہے کہ زیر بچے عموماً کھجور کے درخت کے نچلے کسی حد تک زیر زمین حصے سے حاصل ہوتے ہیں لیکن اکثر درختوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنے کے بالائی حصے پر بھی زیر بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر وہ کافی بڑے ہو جائیں تو درخت شاخدار دکھائی دیتا ہے، یعنی ایک کے بجائے درخت کے متعدد تنے اور سر دکھائی دیتے ہیں، بظاہر سورۃ رعد میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ قدرتی طور پر شروع سے کھجور کا کوئی پودا شاخوں، یعنی ایک سے زیادہ تنوں کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا۔ مترجم) کھجور ایک لمبے قد کا درخت ہے لیکن اس کی جڑیں بہت کم پانچ فٹ سے زیادہ گہرائی میں زمین میں جاتی ہیں۔ چنانچہ جہاں تک جڑوں کا تعلق ہے، کھجور، دیگر ریگستانی پودوں کے مقابلے میں، جیسے فرواں (اثل) اور الحاج ہیں، جن کی جڑیں بہت گہری، یعنی تیس فٹ تک چلی جاتی ہیں، ایک کمزور درخت ہے۔ کھجور کی اس کمزوری کی طرف بالواسطہ انداز میں سورۃ القمر کی آیت نمبر 20 میں اشارہ کیا گیا ہے کہ اس میں کہا گیا ہے کہ قوم عاد پر تند و تیز آندھی کا عذاب آیا تو وہ لوگ اسی طرح ہلاک ہو کر اوندھے گرے جیسے تیز ہواؤں کی ویسی ہی حالت میں کھجوروں کے درخت جڑوں سے اکھڑ جاتے ہیں۔

(میں سمجھتا ہوں کہ یہاں مصنف نے بڑی زیادتی کی ہے، سورۃ القمر میں قوم عاد کے آندھی سے ہلاک ہونے والے بڑے جی دار اور قد آور افراد کو کھجور کے گرے ہوئے درختوں کے مانند قرار دینے کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ طوفان کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ قوم عاد کے لوگ، جو اپنی بے مثال جسمانی طاقت اور انتہائی طویل قد و قامت میں مشہور تھے اور اسی بنا پر بہت متکبر بھی تھے، طوفان کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور اپنے گھروں کے اندر اور باہر ہلاک ہو کر ایسے گرے جیسے کھجور کے جڑ سے اکھڑے ہوئے تنے پڑے ہوں۔ ایک اعتبار سے یہ آیت اُن افراد کی غیر معمولی جسمانی مضبوطی اور طاقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ جس طرح کھجور کا درخت صحرائی آندھیوں میں آسانی سے نہیں گرتا اسی طرح وہ لوگ بھی آسانی سے گرنے یا ہلاک ہونے والے نہ تھے لیکن خدا کا عذاب بہر حال طاقت ور سے طاقت ور کو بھی ہلاک کر ڈالتا ہے اور قوم عاد بھی اپنی طاقت اور قد آوری کے باوجود عذاب سے ہلاک ہو گئی۔ مصنف کی دوسری غلطی کھجور کی جڑوں اور اس کی کمزوری کے متعلق ہے۔ اگر مصنف نے کھجور کے موضوع پر ماہرین کے وسیع تحقیقی کام اور خود قرآن مجید کی آیات کا غور سے مطالعہ کیا ہوتا تو وہ یہ بات نہ کہتے۔ میں (مترجم) سمجھتا ہوں کہ کھجور پر جتنا شاندار کام امریکن ماہرِ اثمار پال پوپنیو (Paul popenoe) نے کیا ہے شاید ہی اور کسی نے کیا ہو۔ اپنی کتاب! The Date Palm (صفحہ 85) میں لکھا ہے کہ کھجور کی بڑی جڑیں زمین میں پچاس سے ساٹھ فٹ تک گہری چلی جاتی ہیں، اگرچہ [illegible] درخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اردگرد دائرے کی شکل میں چھ فٹ کے فاصلے کے اندر رہتی ہیں۔

اس سے ملتی جلتی بات اکنامک باٹنسٹ ڈی۔ملن نے اپنی کتاب The Date and its Cultivation in Punjab میں لکھی ہے،ملن نے بھی گویا اس مضحکہ خیز خیال کی تردید کی ہے کہ کھجور کی جڑیں عموماً پانچ فٹ سے زیادہ گہری نہیں جاتیں۔اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے لوگ اس بات کے قائل رہے ہیں کہ کھجور کی جڑیں زیرزمین پانی کی تلاش میں کافی گہری چلی جاتی ہیں۔پوپنیو نے ہی ایران کے علاقے طبس کے ایک کاشتکار کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہاں کھجوروں کی جڑیں، 115 فٹ تک گہری چلی گئی تھیں، اس کی وجہ وہاں زیرزمین پانی کی کافی گہرائی میں موجودگی ہوسکتی ہے۔عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جتنا اونچا کھجور کا درخت اتنی ہی گہری اور طویل اس کی بنیادی جڑیں۔علاوہ ازیں جڑوں کی کثرت اور درخت کے نیچے ان کی گھونسلے کی شکل میں موجودگی اُسے مضبوطی سے زمین کی سطح کے ساتھ جکڑے رکھتی ہے اور خواہ کیسے ہی طوفان اور آندھیاں آئیں کھجور کے درخت آسانی سے نہیں گرتے۔چنانچہ مصنف کا یہ خیال اور نظریہ سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے کہ کھجور کا درخت کمزور ہوتا ہے یا اس کی جڑیں سطحی ہوتی ہیں۔اس کا ثبوت سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر 24 سے ملتا ہے: ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی کیسی مثال بیان فرمائی، وہ ایسے ہے جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنیاں آسمان میں ہیں۔'' مفسرین کے مطابق اس سے مراد کھجور کا درخت ہے۔حیرت ہے کہ کھجور کے بارے میں اس اہم آیت کو انہوں نے نظر انداز کردیا ہے جس میں واضح طور پر کھجور کو ایک مضبوط جڑوں والا درخت بتایا گیا ہے، مضبوط جڑ عموماً ہوتی ہی وہ ہے جو بہت گہری چلی گئی ہو۔تفسیر ابن کثیر جلد سوم (اردو ترجمہ: مولانا محمد جوناگڑھی صفحہ 80) میں اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے۔کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا خوشہ لایا گیا تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ناریل کے درخت کا تعلق بھی کھجور ہی کے خاندان سے ہے اور چونکہ یہ درخت ساحلی علاقوں اور بنگلہ دیش جیسے ٹراپیکل خطوں میں ہوتا ہے، ہمیشہ سمندر سے آنے والے طوفانوں اور تیز ہواؤں کی زد میں رہتا ہے لیکن کھجور کی طرح گہری اور مضبوط جڑوں اور تنے میں لچک کی وجہ سے محفوظ رہتا ہے۔اسی طرح مصنف کا یہ بیان بھی اتنا صحیح نہیں کہ کھجور کا قد پچاس سے اسی فٹ تک ہوتا ہے، کھجور پر موجود لٹریچر کے مطابق کھجوروں کے بعض درخت ایک سو فٹ سے زیادہ اونچے چلے جاتے ہیں، راقم الحروف کے ذاتی مشاہدے میں بھی چند ایسے انتہائی طویل قامت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخت آ چکے ہیں۔ البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ بعض درخت، جیسے عراق کی مشہور ورائٹی، خضراوی ہے کوتاہ قامت ہوتے ہیں، یعنی صرف تیس چالیس فٹ تک لمبے......مترجم)

کھجور کے درخت کی اپنی ایک شانِ دلربائی اور حسن ہوتا ہے جس کی بنا پر کھجوروں کے باغ کا نظارہ دیکھنے کے لائق ہوتا ہے۔ خطۂ عرب، افریقہ اور حتیٰ کہ یورپ کے کئی شعراء نے اپنی منظومات میں کھجور کے حسن و جمال کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ مثلاً قدیم یونانی رزمیہ نگار ہومر اپنی منظوم رزمیہ داستان اوڈایسائی (Odyssey) میں لفظ ''تمر'' کو حسن کے معنوں میں استعمال کیا ہے (ہومر نے اپنی اس نظم میں داستان کے ہیرو Ulysses کی زبان سے کم از کم دس مسلسل مصرعے کھجور کی خوبصورتی پر لکھے ہیں۔ ان میں سے دو مصرعوں کا ترجمہ یہ ہے: ''میں اس کے حسن سے ساکت ومبہوت کھڑا دیکھتا رہا، وہ درخت تھا کہ ایک حسین و جمیل پری۔ آج تک ایسا خوبصورت درخت ہماری زمین نے شاید ہی کبھی پیدا کیا ہو''۔ مترجم۔)

اسی طرح انگریز شعراء، چاسر اور شیکسپئر نے بھی اپنی تحریروں میں کھجور کا ذکر کیا ہے۔

نباتاتی جغرافیہ کے مطابق کھجور کی کاشت کا علاقہ مغربی ہندوستان سے افریقہ کے مشرق تک پھیلا ہوا ہے لیکن سب سے زیادہ کھجوریں پیدا کرنے والے ممالک، عراق، سعودی عرب، ایران اور مصر ہیں۔ ہندوستان کے صوبہ گجرات اور پنجاب میں حال ہی میں کھجور کی چند اچھی ورائٹیاں کاشت کی گئی ہیں۔ اُمید ہے کہ آنے والے سالوں میں ہندوستان کھجور کی پیداوار میں خودکفیل ہوجائے گا۔ اِس وقت ہندوستان سالانہ ساٹھ سے اسی ہزار ٹن خشک کھجور باہر سے درآمد کررہا ہے جس کی قیمت پندرہ ملین ڈالر سے زیادہ بنتی ہے۔ کھجور کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ بین الاقوامی منڈی میں اسکی تجارت کا حجم تقریباً پانچ لاکھ ٹن ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق 1982ء میں دنیا کے مختلف ممالک میں کھجور کی پیداوار پچیس لاکھ ٹن سے زیادہ تھی جس میں 56 % حصہ چار ملکوں کا تھا، یعنی عراق (16%) سعودی عرب (15%)، ایران (13%) اور مصر (12%)۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی دو ریاستوں، ایریزونا اور کیلیفورنیا میں بھی وسیع پیمانے پر کھجور کی کاشت کی جارہی ہے۔ عالمی سطح پر کھجور کی بڑھتی ہوئی اہمیت کے پیش نظر، اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ خوراک وزراعت (FAO) نے بغداد (عراق) میں کھجور کی تحقیق وترقی کا ایک ادارہ 1978ء میں قائم کیا۔

عراق کی بندرگاہ بصرہ، عرصہ دراز سے ''تمر'' کی دو اقسام کی تجارت کا مرکز رہی ہے۔ ایک تمر تو ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی کھجور والی جو بصرہ سے کافی مقدار میں برآمد کی جاتی ہے اور دوسری تمر ہے ہندوستان والی یعنی اِملی، جسے عربی میں تمر ہند کہا جاتا ہے اور جو اِملی (نباتاتی نام: Tamarindus indica) کا پھل ہے اور ہندوستان سے درآمد کیا جاتا ہے۔ بطور ایک غذائی عنصر اور خاص طور پر شربت کے ایک جزو کے طور، تمر ہند، عراق اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک میں بہت مقبول ہے۔ انگریزی زبان میں اس کا نام ٹمرنڈ (Tamarind) دراصل عربی کے لفظ "تمر ہند" کی بدلی ہوئی شکل ہے۔

کھجور کی بنیادی صنف، فینقس (Phoenix) کی لگ بھگ ساٹھ (60) اقسام، افریقہ اور ایشیا کے مختلف گرم علاقوں میں پائی جاتی ہیں۔ بھارت سرکار کی شائع کردہ کتاب ویلتھ آف انڈیا (Wealth of India- Raw Materials) کے مطابق، ملک بھر میں سب سے زیادہ پائی جانے والی قسم، خودرو یا باقاعدہ زیر کاشت، "ہندوستانی کھجور" یا "جنگلی کھجور" ہے، جس کا نباتاتی اور سائنسی نام Phoenix sylvestris ہے۔ اس کھجور سے نکلنے والے میٹھے رس سے اعلیٰ قسم کا گڑ تیار کیا جاتا ہے۔ بعض سائنسدانوں کی رائے کے مطابق، مشرقِ وسطیٰ میں پائی جانے والی کھجور درحقیقت اسی ہندوستانی کھجور (جنگلی کھجور) کی نسبتاً ترقی یافتہ بہن ہے۔ اس نظریے کی تائید میں پیش کی جانے والی بڑی دلیل یہ مشاہدہ ہے کہ اصلی کھجور (Phoenix dactylifera) دنیا کے کسی حصے میں خودرو حالت میں نہیں پائی گئی۔ (مصنف کا تعلق چونکہ بھارت سے ہے اس لیے انہوں نے بھارت کے نباتاتی جغرافیے کے حوالے سے بات کی ہے۔ یہ جنگلی کھجور پاکستان کے بعض علاقوں میں بھی ایک علیحدہ نوع کے طور پر پائی جاتی ہے لیکن ہر جگہ اسے کھجور ہی کہا جاتا ہے کیونکہ سوائے پھل کے یہ بالکل عام کھجور کے مشابہ ہوتی ہے۔ جے۔ ایل سٹیوارٹ (Punjal Plants صفحہ 245) نے لکھا ہے کہ یہ خودرو کھجور پنجاب کے کوہستان نمک والے علاقے (اب پاکستان میں شامل) میں عام پائی جاتی ہے، اس کا پھل چھوٹا اور خاصا کسیلا ہوتا ہے جس کی وجہ سے پھل کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ اس کے تنے کے بالائی حصے میں زخم لگاتے ہیں تو اس سے رس برآمد ہوتا ہے جسے برتنوں میں جمع کر کے، معروف طریقے سے خوش ذائقہ گڑ تیار کرتے ہیں۔ راقم الحروف نے بنگلہ دیش میں اسی جنگلی کھجور کے بے شمار جھنڈ دیکھے، وہاں واقعی یہ گڑ تیار کیا جاتا ہے اور ایک سوغات کے طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے کسی علاقے میں اس کھجور سے رس نکالنے یا گڑ بنانے کی اطلاع نہیں ہے اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں گنے اور اس کے رس کی باآسانی دستیابی کی وجہ سے اس طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ بہر حال یہ کام دقت طلب ہے اور پھر رس بھی ہر موسم میں نہیں نکلتا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جنگلی کھجور، اصلی کھجور کے مقابلے میں کم بلند ہوتی ہے اور اس کے کانٹے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ بہر حال اس نظریے کی کوئی بنیاد نہیں کہ عرب ممالک کی کھجور (حقیقی کھجور)، ہندوستان یا پاکستان کی جنگلی کھجور کی ترقی یافتہ قسم ہے۔ مترجم)

کھجور کی تاریخی اور ثقافتی اہمیت، اس کی زبردست غذائیت اور طبی خواص کو دیکھتے ہوئے اسے یقیناً خدا کی طرف سے انسان پر ایک احسان سمجھنا چاہیے اور شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن میں حرمت و تکریم کے ساتھ اس کا بار بار ذکر آتا ہے۔ بائبل میں بھی مختلف مقامات پر کھجور کا ذکر احترام کے ساتھ کیا گیا ہے۔

مثال کے طور پر "کتاب مزامیر" (12:92) میں ہے: "راست باز شخص کھجور کی طرح لہلہائے گا"

کھجور کے بارے میں اہم احادیث:

(1) ابن بصرؓ روایت کرتے ہیں: "ہم حضور نبی ﷺ کو مکھن اور کھجوریں پیش کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ ان کو اکٹھا کھانا پسند فرماتے تھے۔ (صحیح ابوداؤد۔ صحیح ابن ماجہ)

(2) محمد احمد ذہبیؒ روایت کرتے ہیں: رسول اکرم ﷺ فرماتے تھے: ہو سکے تو اپنا ناشتہ کھجوروں سے کیا کرو (صحیح نسائی)

(3) انس بن مالکؓ سے روایت ہے: "رسول اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے: عشا کے کھانے سے گریز نہ کرو، خواہ کھانے میں چند کھجوریں ہی کیوں نہ ہوں۔ عشا کے کھانے سے گریز کرنے سے بڑھاپا جلدی آتا ہے"۔ (صحیح ابن ماجہ)

(4) محارب بن دثارؓ سے روایت ہے: "میں نے عمرؓ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: مومن کی مثال ایسے ہے جیسے کھجور کا درخت" (صحیح بخاری)

(5) ام منذر روایت کرتی ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو نصیحت فرمائی کہ وہ زیادہ کھجوریں نہ کھائیں: "کیونکہ تم حال ہی میں بیماری سے شفایاب ہوئے ہو اور کمزور ہو۔"

(مسند احمد، 103,69)

(6) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ وہ کھجوریں اور کشمش اکٹھی نہ کھایا کریں۔ (صحیح ابوداؤد)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافی نوٹ: کھجور کے موضوع پر چند خیالات (از مترجم)

کھجور کا موضوع اس قدر وسیع اور دلچسپ ہے کہ ایک مختصر سے مضمون میں اس سے انصاف نہیں کیا جا سکتا۔ راقم الحروف کی اس موضوع پر بالخصوص ذاتی مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں ایک مکمل کتاب موجود ہے۔ فاضل مصنف نے اس سلسلے میں جو کچھ تحریر کیا ہے ظاہر ہے اس میں مصنف کی کافی محنت اور عرق ریزی شامل ہے لیکن یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ بعض باتوں میں مزید فکر و تحقیق درکار تھی۔ کھجور کے متعلق قرآن مجید کی ایک اہم آیت، سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر 24 ہے جس میں پاکیزہ کلمے کو کھجور جیسے پاکیزہ درخت، جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں جا رہی ہوتی ہیں، کے مانند قرار دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ مصنف نے کیوں اپنے مضمون میں اس آیت کا ذکر نہیں کیا، بہر حال اس سلسلے میں پہلے بھی مضمون کے متن کے اندر، نشاندہی کی جا چکی ہے۔ ایک اور اہم نکتہ کھجور کے درخت اور پھل کے متعلق قرآن مجید کے بعض ارشادات کی توضیح و تشریح کا ہے۔

سورۃ الرعد کی آیت نمبر 4 کا اُردو ترجمہ ہم پیچھے (مصنف کے مضمون میں ترتیب کے مطابق چوتھے نمبر پر) کر چکے ہیں۔ اس میں کھجوروں کے درخت کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ بعض اکہرے (سیدھے اور ایک تنے والے) اور بعض جھنڈ کی صورت میں (شاخوں والے یا زیادہ تنوں والے) ہوتے ہیں۔ مصنف کے علاوہ بعض مترجمین قرآن نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: ''کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے ہیں'' (مولانا ابوالاعلیٰ مودودی) ''شاخدار'' (دوہرے کی جگہ) کہنا کسی حد تک ٹھیک ہو سکتا ہے لیکن یاد رہے کہ کھجوروں کے بعض درخت صرف شاندار دکھائی دیتے ہیں، ہوتے نہیں، اس لئے مصنف کا یہ خیال کہ بعض درخت قدرتی حالت میں شاخدار ہوتے ہیں درست نہیں۔ جیسا کہ ہم پیچھے لکھ چکے ہیں، کھجور کے بعض درختوں کے زیر بچے، نچلے حصے کے علاوہ تنے کے بالائی حصے میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور مادری درخت سے پیوستہ رہ کر کسی طفیلیے (Parasite Plant) کے مانند اُسی کے تنے میں موجود ذخیرۂ خوراک پر (بڑی دیر تک ماں کا دودھ پینے والے انسانی بچوں کی طرح) پلتے اور بڑھتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ وہ پھل بھی دینا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ طفیلیے زیر بچے ایک سے زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ خوراک منقسم ہونے کی وجہ سے مادری درخت اور اس کے ساتھ جڑے ہوئے دوسرے پودوں پر پھل کم لگتا ہے۔ دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک ہی درخت کے کئی تنے یا شاخیں ہیں۔ ایسا درخت خوبصورت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی نظر آتا ہے، اسے جھنڈ کہنا زیادہ بہتر ترجمہ ہوگا نا کہ دہرا یا تہرا کہنا۔

سورۃ مریم کی آیت نمبر 23 (ترتیب میں نمبر 9) کے ترجمے: ''اور دردِزہ نے اُسے ایک کھجور کے درخت کے نیچے پہنچا دیا'' اس کے بعد اسی سورۃ کی آیت نمبر 25 کے ترجمے: ''اور تو ذرا اس کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا، تیرے اوپر تر و تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔'' میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں لیکن یہ آیاتِ قرآنی گزشتہ دو ہزار سالوں سے عیسائیوں کے اس عقیدے کی سائنسی بنیاد پر نفی کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ 25 دسمبر کے انتہائی یخ بستہ دن کو پیدا ہوئے تھے۔ آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کھجور کے درخت پر کھجوریں پکی ہوئی تھیں لیکن دردِزہ میں مبتلا ایک کمزور عورت تو کجا کوئی طاقتور مرد بھی اگر ہو تو کسی اونچے لمبے اور مضبوط کھجور کے درخت کو تنے کے نچلے حصے سے پکڑ کر نہیں ہلا سکتا اور کھجوریں حاصل کرنے کا واحد طریقہ درخت پر کمند یا لمبی سیڑھی کے ساتھ چڑھنا ہوتا ہے۔ معجزے کا پہلو صرف یہ تھا کہ ایک کمزور اور شدید دردِزہ میں مبتلا عورت نے اللہ کے حکم پر مکمل یقین کر کے اُس مضبوط درخت کو پکڑ کر اپنی طرف بیٹھے بیٹھے ہلایا اور اُس پر تر و تازہ کھجوریں ٹپ ٹپ گرنے لگیں، اس نے وہ کھجوریں کھائیں اور اس کی تکلیف رفع ہوگئی۔ فلسطین کے علاقے میں جہاں حضرت عیسیٰ نے جنم لیا، کھجوروں کے پکنے کا موسم دسمبر جنوری نہیں ہوتا (کسی بھی ملک میں کھجوریں موسم سرما میں نہیں پکتیں) بلکہ ستمبر۔ اکتوبر ہوتا ہے۔ زیادہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ حضرت مسیحؑ کی ولادت کا واقعہ اکتوبر کے مہینے میں پیش آیا، نا کہ دسمبر میں۔ چنانچہ یہ آیات قرآنی ثابت کرتی ہیں کہ عالمِ عیسائیت کا کرسمس کا تہوار دسمبر کے آخری ہفتے میں منانے کا رواج کسی درست بنیاد پر قائم نہیں۔

سورۃ الشعراء کی آیت نمبر 148 کا ترجمہ مصنف نے انگریزی میں کچھ یوں لکھا ہے:

And Corn fields and datepalms with spathes near breaking (with the weight of fruit)?

ترجمے کے آخر میں سوالیہ نشان لگانا ظاہر کرتا ہے کہ مصنف کو خود بھی اسی ترجمہ پر زیادہ بھروسہ نہیں۔ قرآن مجید کے بعض مترجمین نے اس آیت میں الفاظ ''**طلعها هضيم**'' کا مفہوم نرم خوشے یا ''رس بھرے خوشے'' (مثلاً ابوالاعلیٰ مودودی کا ترجمہ) بھی لکھا ہے لیکن اس طرح اس لفظ (طلعها) کے اُس مفہوم کی کسی حد تک نفی ہوتی ہے جو بعض دوسری آیات، مثلاً سورۃ الانعام کی آیت نمبر 99 (ترتیب میں نمبر 2)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کا اُردو ترجمہ کرتے ہوئے ہم نے مولانا محمد جونا گڑھی کے ترجمہ (احسن البیانِ) پر انحصار کیا ہے۔

مصنف کا یہ خیال کہ اس سے مراد پھل کے وزن سے ٹوٹنے کے قریب خوشے ہیں، آیت کے الفاظ سے مطابقت نہیں رکھتا۔ درحقیقت، خوشوں کے لئے، سورۃ الانعام (آیت نمبر 99) میں خاص لفظ ''قنوان'' استعمال ہوا ہے۔

کچھ اسی قسم کی صورت، سورۃ ق کی آیت نمبر 10 کے مصنف کی طرف سے انگریزی ترجمے میں نظر آتی ہے۔ اس مختصر آیت کا مصنف نے یہ ترجمہ لکھا ہے:

"And tall and stately Palm trees, with shoots of fruit stalks piled one over an other"

اس آیت میں بھی وہی لفظ ''طلع'' آیا ہے جس کا ترجمہ متعدد مترجمینِ قرآن نے عموماً ''گابھا'' کیا ہے نہ کہ پھل کا خوشہ یا خوشے کا سیپ جیسا غلاف جس کا انگریزی میں ترجمہ کہیں Sheath (محمد مارما ڈیوک پکھتال) اور کہیں Spathe کرتے ہیں۔ ہم نے اس ترجمے میں (مولانا فتح محمد جالندھری کے مطابق) اس لفظ کے حقیقی مفہوم یعنی گابھے کو پیش نظر رکھا ہے: ''اور بلند و بالا کھجوروں کے درخت جن کا گابھا تہ بہ تہ ہوتا ہے'' ...... اگر کسی نے کھجور کے گابھے (نئے مرکزی پتے) کا بغور مشاہدہ کیا ہو تو اُسے علم ہوگا کہ اس میں ذیلی پتے (Pinnate) ایک دوسرے پر اس طرح تہ بہ تہ چڑھے ہوتے ہیں کہ وہ ایک سیدھی شاخ کی طرح نظر آتا ہے اور جب تک ہاتھ سے اُس کے ذیلی پتوں کو الگ الگ نہ کیا جائے وہ ایک دوسرے سے پیوست (تہ بر تہ) دکھائی دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں، کھجوروں کے خوشے یا پھل اپنی قدرتی ترتیب میں تہ بر تہ ہوتے بھی نہیں۔ اس لئے خوشوں کو تہ بہ تہ لکھنا ہمارے نزدیک، خلافِ حقیقت ہوگا۔

مصنف نے کھجور کے مغربی سائنسی نام فینقس (Phoenix) کو بعض حوالوں کی بنیاد پر عربی اساطیری داستانوں کے خیالی پرندے قیقنس سے منسلک کیا ہے، ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن اس سلسلے میں ایک اور نقطہ نظر بھی موجود ہے جس میں خاصی جان ہے۔ پال پوپینو (Paul popenoe) جس کی کتاب (The Date Palm) کا ذکر پہلے آچکا ہے، نے لکھا ہے کہ کھجور کا یہ نام (فینقس) اس لئے مشہور ہوا تھا کہ اس کی تصویر شام پر حکمران قوم فینیقیوں (Phoenicians) کے ڈھالے ہوئے سکوں پر کندہ ہوتی تھی، بعد میں کارتھیج والوں جو اٹلی کے جزیرے سسلی پر حکمران رہے، نے بھی اپنے سکوں اور مہروں پر کھجور کی تصویر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجوہ (سیاہ رنگ گول پھل)، مدینہ کی قدیم ترین ورائٹی ہے جس کی احادیث میں بڑی تعریف آئی ہے اور اسے جنت سے آمدہ کھجور بتایا گیا ہے۔ اس کھجور کے لیبارٹریوں میں کیمیائی تجزیے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس میں کچھ اجزا خاص ہیں۔ مدینے کی متعدد ورائیٹوں کے کیمیائی تجزیے سے ثابت ہوا کہ دیگر اقسام کی نسبت عجوہ میں، مختلف حیاتین، فولاد، زنک، سوڈیم، پوٹاشیم، فاسفورس اور دیگر مفید عناصر (کیلشیم وغیرہ) کی مقدار غیر معمولی زیادہ ہے، غالباً اِن عناصر کا مخصوص تناسب اس کی انسان کے لئے طبی افادیت کی بنیاد ہے (بحوالہ: مضمون:

Physical and chemical characteristics of majar date varieties in Saudi Aralia - by W.N, Swaya & others, in Date Palm Journal 2 (1)-1-25-1983)

عجوہ کے علاوہ بھی سعودی عرب میں چار سو سے زیادہ کھجور کی اعلیٰ اور مشہور ورائٹیاں پائی جاتی ہیں۔ اِن میں بالخصوص سگی، خلاص، عنبر، شلیبی، مبروم، حلوۃ، فنخا، قلمی، برنی لاجواب ہیں۔ عراق میں کھجوروں کی ورائیٹوں کی تعداد پانچ سو بتائی جاتی ہے۔ پاکستان میں بھی ورائٹیوں کی تعداد تین سو سے کم نہیں۔ ہمارے ہاں اعلیٰ اقسام زیادہ تر مکران اور سندھ میں ہیں۔ دنیا بھر میں کھجور کی مشہور ورائٹیوں کی تعداد پانچ ہزار سے زائد رپورٹ کی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے واضح ہے، کھجور دنیا کا ایک بہترین پھل ہے اور وکٹری سٹینڈ پر اس پھل کی پہلی پوزیشن کو کوئی دوسرا پھل چیلنج کر سکتا ہے تو وہ غالباً انگور ہو سکتا ہے لیکن انگور کے نام کے ساتھ مینا و جام کا نام ذرا زیادہ وابستہ ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ دودھ کے ساتھ کھجور انسان کے لئے ایک مکمل غذا ہے۔ اس کی انسان کے لئے زبردست اہمیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے یہ مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے کئی ممالک میں کروڑوں انسانوں کی بنیادی خوراک رہی ہے اور کسی حد تک آج بھی ہے اور دنیا کے تمام مذاہب میں متبرک سمجھی جاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیتون: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس درخت یا پھل کی قسم بھی کھائی ہے اور کئی بار ذکر آیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور وہ درخت بھی، جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے۔ جو کھانے والے کے لئے تیل اور سالن ہے''۔

(القرآن۔20:23)

زیتون (Olive)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:3

زیتون

قرآنی نام: الزّیتون

دیگر مروّج نام: زیتون (عربی، فارسی، اُردو، ہندی، پنجابی)

کاہو (پوٹھوہاری، پنجابی، سرائیکی)

اولِوOlive (انگلش، فرنچ، جرمن)

اولیواOliva: (روسی، لاطینی، اطالوی)

:Olivo (ہسپانوی)

ایلیاElia: (یونانی)

زیت: (عبرانی۔عربی)

نباتاتی وسائنسی نام: Olea europaea

نباتاتی خاندان: Oleaceae

قرآنی حوالے

1: سورہ الانعام، آیت:99۔

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ O

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ ''اور وہی تو ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے۔ ہم ہی اس سے ہر قسم کی نباتات پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس میں ہری ہری کونپلیں نکالتے ہیں اور اُن کونپلوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے گچھے میں سے لٹکتے ہوئے خوشے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور مختلف بھی۔ جب اِن پر پھل آتا ہے تو ان کے پھلوں کو اور پھلوں کے پکنے کو (غور سے) دیکھو۔ اِن چیزوں میں، ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''(99:6)

2: سورہ الانعام، آیت:141۔

وَ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور چھتریوں کے بغیر بھی اور کھجور اور کھتیاں اُگائیں جن سے طرح طرح کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں۔ زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جو آپس میں مشابہ بھی ہیں اور مشابہ نہیں بھی۔ جب یہ درخت پھلیں تو اِن کے پھل کھاؤ اور جب فصل کاٹ لو تو اس میں سے اللہ کا حق ادا کرو اور اِسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''(141:6)

3: سورہ النحل، آیت:11۔

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ ''اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور دیگر ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔''(11:16)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

4: سورہ المومنون، آیت:20۔

وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ

ترجمہ:۔ اور وہ درخت بھی، جو طورِ سینا میں پیدا ہوتا ہے۔ جو کھانے والے کے لئے تیل اور سالن ہے۔''

(20:23)

5: سورہ النور، آیت:35۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ
اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ
شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ
وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O

ترجمہ:۔ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو۔ وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی، خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے اگر چہ اسے آگ نہ بھی چھوئے، نور پر نور ہے۔ اللہ جسے چاہے اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے۔ وہ ہر چیز سے واقف ہے۔''(35:24)

6: سورہ عبس، آیت:29۔

وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا O

ترجمہ:۔ ''اور زیتون اور کھجور''(29:80)

7: سورہ والتین، آیت:1۔4

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ O وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ O وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ O

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ O

ترجمہ:۔ ''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس پر امن شہر (مکہ) کی۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا'' (4-1:95)

قرآن مجید میں زیتون کا براہِ راست ذکر چھ بار آیا ہے جب کہ سورۃ المومنون میں بالواسطہ اس کا یوں ذکر ہے کہ فرمایا گیا ہے کہ پہاڑ طور سینا میں ایک درخت ہوتا ہے جو تیل پیدا کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے مراد زیتون ہی ہے۔ قرآن مجید کے اِن سات حوالوں میں صرف دو بار زیتون کا تنہا ذکر آیا ہے جبکہ دیگر پانچ حوالوں میں اس کا ذکر دوسرے پھلوں، یعنی کھجور، انار، انگور اور انجیر کے ہمراہ آیا ہے۔

زیتون کا نباتاتی نام Olea europaea ہے۔ بحیرہ روم کے سارے خطے میں اس کی کاشت کی جاتی ہے تاہم سب سے زیادہ کاشت سپین، اٹلی، ترکی، تیونس اور مراکش کے علاقوں میں ہوتی ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق 1994ء میں سپین میں 20 کروڑ اور اٹلی میں 12 کروڑ 30 لاکھ زیتون کے درخت موجود تھے۔

زیتون ایک چھوٹے قد کا درخت ہے، یہ بمشکل آٹھ گز تک اونچائی حاصل کرتا ہے۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ زیتون نے فینیقیوں کی سرزمین (شام کا ساحلی علاقہ) میں جنم لیا جہاں لگ بھگ 2000 ق م میں اس کی باقاعدہ کاشت و پرداخت کا آغاز ہوا۔ فنیقیا سے زیتون کو مغرب یعنی یورپ اور افریقہ اور پھر مشرق، یعنی افغانستان اور ایران میں لایا گیا۔ زیتون کی اصل سرزمین کے بارے میں یہ حقیقت سورۃ النور کی آیت نمبر 35 میں اس طرح بیان کی گئی ہے: ''زیتون کا درخت نہ مشرقی ہے اور نہ مغربی۔'' تاہم قرآن مجید کے بعض مفسرین نے اس آیت کی ایک مختلف تعبیر کی ہے۔ مثلاً عبداللہ یوسف علی کا کہنا ہے کہ زیتون کا تعلق پوری دنیا (بطور وطن) سے ہے، صرف مشرق یا مغرب کا یہ درخت نہیں ہے۔ اُن کا یہ بھی بیان ہے کہ آیت مذکور میں مشرق اور مغرب سے درختوں کی سمت کی طرف اشارہ ہے۔ دیگر مفسرین، جیسے مولانا عبدالماجد دریابادی (تفسیرِ قرآن) سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن)، مولانا شبیر احمد عثمانی (تفسیرِ قرآن)، مولانا عبدالحق حقانی (تفسیرِ حقانی) نے بھی اس سے ملتے جلتے خیالات کا اظہار کیا ہے اور یہ تک کہا ہے کہ زیتون کے پھل کے ذائقے اور خوبی کا انحصار درختوں کے سورج کی جانب رخ پر ہوتا ہے۔ لیکن میری عاجزانہ رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کا اس سلسلے میں بیان اس درخت کے علاقہ روئیدگی اور تقسیم کی طرف اشارہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے، کسی اور چیز کی طرف نہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانے میں، زیتون، یورپ اور افریقہ کے بحیرہ روم کی آب و ہوا والے خطے میں عام پایا جاتا تھا۔ جنوبی یورپ میں تو اسے ایک مقامی درخت کے طور پر اس حد تک اپنایا جا چکا تھا کہ اس کا نباتاتی نام اولیا یوروپیا Olea-europaea رکھا گیا، یعنی یورپی زیتون۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس درخت کا اصلی وطن یورپ ہے۔ تاہم علمائے تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ زیتون کا اصل وطن یورپ نہیں ہے۔ تحقیق کے مطابق زیتون کی اولین جنم بھومی فنیقیا یا دوسرے لفظوں میں جزیرہ نمائے عرب کا شمالی حصہ تھا۔ اس امر میں شک کی کوئی وجہ نہیں کہ نزولِ قرآن کے وقت عرب بخوبی جانتے تھے کہ کسی علاقے میں دستیاب تمام پودوں کا مطلب یہ نہیں کہ وہ علاقہ شروع سے اُن کا پیدائشی وطن چلا آ رہا تھا۔ چنانچہ سورۃ النور کی یہ آیت اس پودے کی مکانی حیثیت کو ظاہر کرتی ہے۔

زیتون کی کاشت بذریعہ پیوندکاری ہوتی ہے کیونکہ خودرو پودے بے ذائقہ پھل پیدا کرتے ہیں۔ زیتون کا کچا پھل ذائقے میں تلخ اور اُسے اچار اور چٹنی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم پکا ہوا پھل بڑا لذیذ ہوتا ہے۔ زیتون کے پھل کی شکل بیضوی اور لمبائی دو سے تین سنٹی میٹر ہوتی ہے۔ ایک درخت اوسطاً دس سے بیس کلوگرام پھل پیدا کرتا ہے۔ پھلوں کے گودے سے انتہائی اعلیٰ درجے کا ناقابلِ تغیر تیل مجموعی فصل کے پندرہ فی صد تک حاصل ہوتا ہے۔ تیل، دباؤ کے طریقے سے نکالا جاتا ہے۔ دباؤ کے پہلے چکر میں جو تیل حاصل ہوتا ہے وہ بہترین درجے کا ہوتا ہے اور کسی قسم کی مزید صفائی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس نہ جمنے والے تیل میں سب سے بڑا عنصر، تقریباً اسی فی صد، تیزاب روغن (Oleic acid) ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ تھوڑی تھوڑی مقداروں میں نباتاتی چکنائی کے دیگر تیزابی مادے، جیسے پامائٹک Palmitic، سٹیرک Stearic، لینولیک Linolaic، آراکائڈک Arachidic، اور مرسٹک Myristic بھی پائے جاتے ہیں (یہ تمام وہ تیزاب یا تیزابی مادے ہیں جو مختلف روغنی پودوں کے تیلوں میں پائے جاتے ہیں اور انہی کے نام سے نسبت رکھتے ہیں، مثلاً پامائٹک، پام آئل میں پایا جاتا ہے جس سے بناسپتی گھی بنتا ہے۔ لینولیک بنیادی طور السی کے تیل میں موجود تیزابی مادہ ہے، وغیرہ۔ مترجم)

تیل نکالنے کے لئے اولین دباؤ کے بعد مکرر دباؤ کے عمل سے جو باقی ماندہ تیل حاصل ہوتا ہے وہ کھانے میں استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ صابن وغیرہ بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔ کاروباری اصطلاح میں اسے سلفر آئل یا ساسا آئل (Sausa oil) کہا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوردنی روغن زیتون کی یورپ میں سلاد وغیرہ کے لئے کھانے کی میز پر رکھنے کے لئے بہت زیادہ مانگ ہے۔ اس تیل کو پکانے کے عمل سے گزارے بغیر براہِ راست بھی کھایا جا سکتا ہے۔ پرانے زمانے میں جنگی مہمات کے دوران عرب مجاہدین کو کھانے کے لئے روٹی کے ساتھ روغن زیتون یا شہد فراہم کیا جاتا تھا۔ اسی طرح کھانا تیار کرنے میں جو وقت صرف ہوتا تھا بچ جاتا تھا اور انہیں سادہ تیل زیتون یا شہد کے ساتھ روٹی کھانے سے لطف بھی زیادہ آتا۔

عالمی پیمانے پر روغن زیتون کی کل سالانہ پیداوار دو کروڑ ٹن کے لگ بھگ ہے۔ عالمی منڈی میں اس تیل کی فراہمی میں سب سے بڑا حصہ اٹلی اور سپین کا ہے۔ (زیتون کے تیل اور دیگر مصنوعات کی پیداوار میں فرانس بھی بہت آگے ہے، بلکہ آکسفرڈ یونیورسٹی پریس کی مطبوعہ کتاب ''آکسفرڈ بک آف فوڈ پلانٹس'' کے مطابق، روغن زیتون کی عالمی پیداوار میں فرانس دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ مترجم)۔ ہندوستان میں زیتون کی کاشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ تاہم حال ہی میں وسطی ہندوستان کے کوہستانی علاقوں میں اس کی تجرباتی کاشت کا آغاز کیا گیا ہے۔

زیتون کے تیل کی طبی افادیت مسلمہ ہے۔ داخلی استعمال میں یہ نہایت غذائیت بخش، دافع ہیجان و اضطراب (تسکین بخش) اور ہلکا ملیّن ہے۔ تبخیر معدہ اور چھوٹی آنت کے السر (زخم) میں مبتلا مریضوں کے لئے مفید ہے۔ گردے کام نہ کر رہے ہوں تو دورانِ علاج اِسے نائٹروجن سے پاک غذا کے طور پر استعمال کرایا جاتا ہے۔ زیتون کا تیل جلد کی سختی اور ورم کو تحلیل کرتا ہے۔ ایکزیما اور سوریا سس (جلد پر سرخ دھبے نمودار ہونا) میں اس کی مالش سے جلد کے اوپر جو سخت چھلکے سے بننے لگتے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں اور یہ تیل جلد کو نرم کرتا ہے۔ مساج کے لئے اس کا تیل پسند کیا جاتا ہے اور یہ کئی قسم کے ضمادوں اور مرہموں کا بھی ایک اہم جزو ہے۔ صحیح ترمذی کی ایک حدیث کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ غذا اور مالش کے لئے روغن زیتون استعمال کریں کیونکہ یہ ایک بابرکت درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

روغنِ زیتون، چراغ جلانے کے لئے نہایت عمدہ تیل ہے۔ سورۃ النور میں نہایت خوبصورت انداز میں روغن زیتون کے اس استعمال کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے زیتون کے تیل کو اس طرح استعمال کیا ہے اور دیکھا ہے وہ اس آیت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اعلیٰ درجے کا زردی مائل روغن زیتون جس میں بعض اوقات سبز جھلک بھی ہوتی ہے، اس قدر صاف اور شفاف ہوتا ہے کہ اگر اسے کانچ کے کسی برتن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالا جائے تو ایک نہایت جگمگاتی چیز معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی قندیل میں جلایا جائے تو اردگرد کی جگمگاہٹ میں اضافہ کر دیتا ہے۔ تیل کی اس صفت کو آیتِ مذکور میں ''نور علیٰ نور'' کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے ''گرداگرد روشنیاں ہی روشنیاں''

زیتون کی ٹہنی چونچ میں پکڑے پرندفاختہ بین الاقوامی طور پر امن واتحاد کی علامت بن چکا ہے۔ اس علامت کی کڑی حضرت نوح علیہ السّلام کی کشتی کی داستان سے ملتی ہے۔ قصہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ جب زبردست سیلاب کی شکل میں آنے والا عذابِ الٰہی، آہستہ آہستہ کم ہونے لگا تو ایک فاختہ اپنی چونچ میں زیتون کی ہری ٹہنی لئے نمودار ہوئی جو امن وسکون کو ظاہر کر رہی تھی۔

زیتون کے متعلق چند اہم احادیث

(1) اسد انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''زیتون کا تیل حاصل کرو اور اس سے مالش کرو۔ یہ ایک بابرکت درخت ہے۔'' (دارمی۔ صحیح ابن ماجہ، صحیح ترمذی)

(2) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روغن زیتون لو اور اس سے جسم پر مالش کرو۔ یہ ستر (متعدد) بیماریوں اور جذام کے مرض میں مفید ہے (ابونعیم)

(3) علقمہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس زیتون کے بابرکت درخت کا تیل موجود ہے۔ اس سے اپنا علاج کرو۔ اس سے بواسیر جاتی رہتی ہے۔''
(ابن الثانی)

اضافی نوٹ: اس روشن موضوع پر تھوڑی سی مزید روشنی (از مترجم)

اس مضمون کے آغاز میں مصنف نے جن آیات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے دو (آیت نمبر 99 اور آیت نمبر 141) سورۃ الانعام سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان آیات کا اردو ترجمہ یہاں دوبارہ لکھا جاتا ہے کیونکہ یہ ایک اہم نباتاتی حقیقت کی وضاحت کے لئے ضروری ہے۔

سورۃ الانعام۔ آیت نمبر 99

(ترجمہ): ''اور وہی تو ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے۔ ہم ہی اس سے ہر قسم کی نباتات پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس میں ہری ہری کونپلیں نکالتے ہیں اور ان کونپلوں سے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گپھے میں سے لٹکتے ہوئے خوشے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور مختلف بھی۔ جب ان پر پھل آتا ہے تو ان کے پھلوں کو اور پھلوں کے پکنے کو (غور سے) دیکھو۔ اِن چیزوں میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں''

(99:6)

سورۃ الانعام۔ آیت نمبر 141 (اُردو ترجمہ:)

''اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کئے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور چھتریوں کے بغیر بھی اور کھجور اور کھیتاں اُگائیں جن سے طرح طرح کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں۔ زیتون اور انار کے درخت پیدا کئے جو آپس میں مشابہ بھی ہیں اور مشابہ نہیں بھی۔ جب یہ درخت پھلیں تو ان کے پھل کھاؤ اور جب فصل کاٹ لو تو اس میں سے اللہ کا حق ادا کرو اور اسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (141:6)

مندرجہ بالا دونوں آیات کے ترجمے میں خط کشیدہ الفاظ کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ (مصنف کو ان حقائق پر اظہار خیال کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے بہر حال اس طرف توجہ نہیں دی)۔ ان دونوں آیات میں زیتون اور انار کے درختوں (پھل مراد نہیں) کے ذکر کے ساتھ ہی ان کی باہمی مشابہت اور عدم مشابہت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کیا یہ بات ایسے ہی، چلتے چلتے یا روانی میں کہہ دی گئی ہے؟ ایسا نہیں ہے، قرآن مجید میں ہر بیان سو فی صد صحیح ہوتا ہے اور اس کے پیچھے ایک مکمل پس منظر ہوتا ہے۔ یہاں بھی ایسی ہی بات ہے...... تو پھر یہ دونوں درخت (زیتون اور انار) ایک دوسرے سے مشابہ کس طرح ہوئے اور اگر مشابہ ہیں تو پھر غیر مشابہ کیسے ہو گئے؟ یہی نکتہ تو نباتاتی سائنس اور عام مشاہدے کی روشنی میں غور طلب ہے۔ پہلے دیکھتے ہیں کہ ہمارے مفسرین قرآن نے اس سلسلے میں کیا وضاحت کی ہے۔ اس قدر اہم نباتاتی حقیقت کے بیان کے باوجود ابن کثیر اور مولانا مودودی سمیت کئی دیگر مفسرین نے اسے نظر انداز کیا ہے۔ تاہم تفسیر ''احسن البیان'' میں حافظ صلاح الدین یوسف نے لکھا ہے: ''بعض اوصاف میں یہ (درخت۔ انار اور زیتون) باہم ملتے جلتے ہیں اور بعض میں ملتے جلتے نہیں ہیں۔ یا ان کے پتے ایک دوسرے سے ملتے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھل نہیں ملتے، یا شکل میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں لیکن مزے اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔''...... یہ تشریح اگرچہ عمومی قسم کی ہے لیکن بڑی حد تک درست ہے۔ چونکہ ان دونوں آیات میں زیتون اور انار کے حوالے سے مشابہت اور عدم مشابہت کی بات کی گئی ہے تو ہم اسی پر غور کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زیتون اور انار دونوں کے پتے شکل و شباہت، سائز وغیرہ میں ایک دوسرے سے مماثل ہوتے ہیں اور ٹہنیوں پر بھی ایک جیسے انداز میں لگے ہوتے ہیں، یہ تو ہوئی ایک مشابہت، دوسری مشابہت ان پودوں کے قد کاٹھ اور شکل وصورت میں پائی جاتی ہے۔ دونوں قد وقامت میں کوتاہ اور جھاڑی نما ہوتے ہیں۔ تیسری مماثلت ان کی لکڑی میں ہے کہ دونوں کی لکڑی بے حد مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے، بلکہ پائیداری میں ان کی مثال دی جاتی ہے۔ پاکستان کے پہاڑی یا نیم کوہستانی علاقوں میں اُگنے والے خودرو کاہو (جنگلی زیتون) کی لکڑی، لوہے کی طرح مضبوط مانی جاتی ہے اور مختلف اوزاروں کے دستے اسی سے تیار کئے جاتے ہیں۔ ایک اور مماثلت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان کے پھلوں کی طرف جانور رغبت نہیں رکھتے اس لئے ان کے حملوں سے محفوظ رہتے ہیں، کم ازکم انار کے متعلق تو یہ بات سب جانتے ہیں کہ اس کا پھل کوئی جانور نہیں کھاتا اس کی وجہ اس کی بالائی سخت جلد کا سخت ناگوار ذائقہ ہے۔ باقی، دونوں کے درمیان عدم مماثلت بھی ہے، سب سے بڑا اختلاف پھلوں کی شکل، سائز اور ذائقے میں ہے۔ انار، زیتون کے مقابلے میں بڑا پھل ہے، شیریں اور خوش ذائقہ ہوتا ہے، زیتون کے پھل کا بڑا استعمال تیل کے لیے ہوتا ہے۔

کھجور کی طرح زیتون کی بھی کافی طویل عمر ہوتی ہے۔ عمدہ پھل صرف مقبول ومنتخب ورائٹیوں سے حاصل ہوتا ہے، پاکستان کے پہاڑی علاقوں (مری کے علاقے سمیت) میں جو جنگلی یا خودرو زیتون (کاہو) پایا جاتا ہے، اس پر یورپی زیتون کی قلموں سے پیوند کر کے عمدہ قسم کا پھل حاصل کرنا ممکن ہے لیکن فی الحال اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جارہی اور سالانہ (یورپ سے) کروڑوں کا روغن زیتون درآمد کیا جارہا ہے۔

زیتون کے درخت پر کاشت کے چار پانچ سال بعد پھل لگنا شروع ہو جاتا ہے، ابتدا میں پھل کی مقدار کم ہوتی ہے لیکن درخت کی عمر بڑھنے کے ساتھ پھل کی پیداوار بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس کے سفید پھول نرم و نازک ریشم کی طرح ہوتے ہیں اور دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔ پھل جس کے اندر کھجور کی طرح ایک گٹھلی ہوتی ہے شروع میں سبز اور آہستہ آہستہ رنگ تبدیل کر کے سیاہی مائل نیلا ہو جاتا ہے۔ یورپ کے بعض ملکوں میں گٹھلی نکال کر کوئی گری یا میٹھے مصالحے بھر کر زیتون کا پھل پیش کیا جاتا ہے۔ بائبل میں زیتون کا ئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بار ذکر آتا ہے۔ مثلاً ''کتاب خروج'' میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ شریعت کے احکام وصول کر کے کوہ طور سے واپس اپنی قوم کی طرف آئے تو انہیں خدا کے وہ احکام سنائے۔ ان احکام میں ایک یہ تھا کہ بنی اسرائیل اپنی زمینوں پر چھ سال کاشت کر کے فالتو پیداوار جمع کریں گے اور ساتویں برس اُس زمین کی فصلوں اور باغوں، زیتون اور انگور کی پیداوار نہیں کھائیں گے بلکہ غربا اور مساکین کھائیں گے۔ بائبل کی ''کتاب اخبار'' میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے زیتون کے سرکاری باغات کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے ایک الگ شعبہ قائم کیا تھا جس کا ایک عہدیدار انچارج تھا۔ مذہبی رسوم، خصوصاً مسح کے لئے زیتون کا تیل ہی استعمال کیا جاتا تھا۔

کتاب Fruit Biology کے روسی مصنف وی۔ کولسنکوف (V.Kolesnikov) کے مطابق بحیرہ روم میں زیتون کی 500 کے لگ بھگ ورائٹیاں پائی جاتی ہیں۔ زیتون دنیا میں قبل از تاریخ کے زمانے سے موجود ہے اور ناقابلِ یقین حد تک طویل العمر ہوتا ہے کولسنکوف کے مطابق دو سو سال سے زیادہ عمر تو عام بات ہے، جارجیا اور کریمیا کے علاقوں میں پانچ سو برس سے زیادہ پرانے زیتون کے درخت پائے جاتے ہیں۔ اسی مصنف کے مطابق زیتون کے ایک درخت سے پچاس کلوگرام سے بھی زیادہ پیداوار حاصل ہو سکتی ہے۔ زیتون کی خوبی یہ ہے کہ اس کا پھل ہر مرحلے میں قابلِ استعمال اور قیمتی ہے، کچا بھی پکا بھی۔ پھل میں پروٹین کے علاوہ شکر، ایش، وٹامن بی، سی اور اے بھی موجود ہوتے ہیں۔

دیسی طب (یونانی + ایورویدک) میں روغن زیتون کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ لغاتِ فیروزی (کتاب المفردات) کے مصنف حکیم فصیح الدین چغتائی کے مطابق روغن زیتون'' خارجی طور پر مسکن، مرطب اور محلل ہے، سردی کے دردوں کو مفید ہے۔ خفیف ملین، قروح مقعد اور صلابت الکبد میں پلانا نافع ہے۔ بدن کو غذائیت بخشتا، پیٹ کے کیڑے مار کر نکالتا، اعصاب کو گرم کرتا اور سردی کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ اندرونی اعضا کی خراش اور سوزش کو تسکین دیتا ہے۔''

امام شمس الدین ابن قیم کی مشہور کتاب ''الطب النبوی'' میں روغن زیتون کی افادیت کے بارے میں ایک یہ حدیث بھی نقل ہوئی ہے (اس حدیث کا مصنف کے مضمون میں ذکر نہیں ہے): ''عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روغن زیتون کو بطور سالن استعمال کرو اور اس کا روغن لگاؤ اس لیے کہ یہ ایک مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے'' (بیہقی اور ابن ماجہ)۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ ''طب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوی'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔امام ابن قیم کے مطابق روغن زیتون بالوں کوسفید ہونے سے روکتا ہے، جلد کی بیماریوں کا علاج ہے، زیتون کا پانی جلی ہوئی جلد پر لگانا چاہیے۔زیتون کے پتوں کا ضماد بھی کئی قسم کے پھوڑوں اورزخموں کا علاج ہے۔

جدید دور میں لوگوں کی بڑی تعداد ہائی بلڈ پریشر (فشار الدم) اور دل کی بیماریوں کا شکار ہو رہی ہے، اس کی بڑی وجہ جدید طرز زندگی، آرام طلبی اور بھاری چکنائی، (کولسٹرول) پر مشتمل غذاؤں خصوصاً فاسٹ فوڈ کا استعمال ہے، تاہم ایسے مما لک میں جہاں سالن اور خوراک کا لازمی جزو روغنِ زیتون ہے، وہاں یہ امراض بہت کم پائے جاتے ہیں، چنانچہ اب یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ دل کے امراض، خصوصاً کولسٹرول کی زیادتی سے ہونے والے بلڈ پریشر وغیرہ پر کنٹرول کے لئے روغنِ زیتون کا استعمال ناگزیر ہے۔چنانچہ دل کی تندرستی کے لئے زیتون کے پھل اور تیل کو بنیادی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگور: کھجور کے بعد سب سے زیادہ کسی پھل کا ذکر قرآن میں ہے تو وہ انگور ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔
یعنی باغات اور انگور''

(القرآن۔32-31:78)

انگور

(Grape)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:3

انگور

قرآنی نام:	عِنب (واحد)۔اعناب (جمع)
دیگر مروّج نام:	انگور (اُردو، ہندی، پنجابی، سندھی، فارسی)
آ نگر	(بنگالی)
رَز۔تاک	(فارسی)
دراکش۔دراکیا:	(سنسکرت، گجراتی، مرہٹی، تلنگو)
داکھ:	(کشمیری)
عِنَو:	(عبرانی)
عنب:	(عربی)
وائن (Vine) اور گریپ:	(grape)۔(انگلش)
وائن کلٹو:	Vigne cultive (فرنچ)
فراپاامپیلوس	Frapa, Ampelos (جرمن)
یووا	Uva (ہسپانوی)
ایکی نس	Acinus (لاطینی)
وینوگراڈ	Vinograd (روسی)

(مصنف نے فرشک یا فرشاک Farshak کا لفظ بھی ناموں کی لمبی فہرست میں شامل کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ فارسی زبان میں انگور کا ایک یہ نام بھی ہے۔میرے خیال میں مصنف کو کسی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔فارسی میں فرشک یا فرشاک انگور کو نہیں کہتے۔فارسی میں انگور کے لیے ،انگور کے علاوہ تاک اور رز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام رائج ہیں جو ہم نے اوپر لکھ دیئے ہیں۔مترجم)

نباتاتی اور سائنسی نام: Vitis Vinifera

بناتاتی خاندان: Vitaceae

(محسوس ہوتا ہے کہ بیشتر یورپی زبانوں میں رائج بنیادی لفظ وائن Vine عبرانی لفظ عنو کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔مترجم)

قرآنی حوالے

1: سورۃ 2 (البقرہ)، آیت: 266۔

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ اَصَابَهُ الْکِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ۝

ترجمہ:۔ ''بھلا، تم میں کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور اس میں اس کے لئے ہر قسم کے میوے موجود ہوں اور اُسے بڑھاپا آ پکڑے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہوں تو (اچانک) اس باغ میں آگ سے لبریز بگولہ چلے اور وہ جل (کر خاکستر ہو) جائے۔ یوں، اللہ تم سے اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔'' (266:2)

2: سورۃ 6 الانعام، آیت: 99۔

وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ کُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاکِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فِیْ ذٰلِکُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ○

ترجمہ:۔ ''اور وہی تو ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے۔ ہم ہی اس سے ہر قسم کی نباتات پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس میں ہری ہری کونپلیں نکالتے ہیں اور اُن کونپلوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے گچھے میں سے لٹکتے ہوئے خوشے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور مختلف بھی۔ جب اِن پر پھل آتا ہے تو ان کے پھلوں کو اور پھلوں کے پکنے کو (غور سے) دیکھو۔ اِن چیزوں میں، ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' (99:6)

3: سورۃ 13 الرعد، آیت:4۔

وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ○

ترجمہ:۔ ''اور دیکھو، زمین میں کئی طرح کے خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے پیڑ ہیں، جن میں سے کچھ اکہرے اور کچھ جھنڈ کی شکل میں ہیں۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر ذائقے میں ہم کسی کو فائق بنادیتے ہیں کسی کو کمتر۔ اس میں عقل سے کام لینے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (4:13)

4: سورۃ 16 النحل، آیت:11۔

یُنْبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ النَّخِیْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○

''اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور دیگر ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔'' (11:16)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5: سورۃ 16 النحل، آیت: 67۔

وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ:۔ ”اور کھجور اور انگور کے پودوں کے پھلوں سے بھی ہم ایک چیز تمہیں چلاتے ہیں جسے تم نشہ آور بھی بنا لیتے ہو اور پاک رزق بھی۔ یقیناً اس میں سمجھنے والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔“

(67:16)

6: سورہ 17 بنی اسرائیل، آیت: 91۔

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ○

ترجمہ:۔ ”یا تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اُس میں نہریں رواں دواں کر دے۔“(91:17)

7: سورہ 18 الکہف، آیت: 32۔

وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ○

ترجمہ:۔ ”اور اُن سے اُن دو آدمیوں کا حال بیان کرو جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ عطا کئے تھے اور اُن کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان دونوں کے وسط میں کھیتی اُگا دی تھی“(32:18)

8: سورہ 23 المومنون، آیت: 19۔

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○

ترجمہ:۔ ”پھر ہم نے اس پانی سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیئے۔ ان میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے لئے بکثرت لذیذ پھل ہیں اور تم اُن میں سے کھاتے ہو۔" (19:23)

9: سورہ یٰسین، آیت: 34۔

وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُوْنِ O

ترجمہ:۔ "اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیئے اور جن میں ہم نے چشمے بھی جاری کر دیئے ہیں۔" (34:36)

10: سورۃ 78 (النبا) آیت نمبر 31-32

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا O حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا O

ترجمہ:۔ "یقیناً پرہیزگار لوگوں کے لئے کامیابی ہے۔ (ان کے لئے جنت میں) باغات ہیں اور انگور ہیں" (32-31:78)

11: سورۃ 80 (عبس) آیت نمبر 28

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا O

ترجمہ:۔ "اور انگور اور ترکاریاں" (28:80)

انگور کا شمار اُن لذیذ ترین پھلوں میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے پیدا کئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ واحد (عنب) کے صیغے میں یا جمع (اعناب) کے صیغے میں، اس پھل کا ذکر قرآن مجید میں گیارہ دفعہ آیا ہے۔

ہمارے جانے پہچانے انگور (Vitis vinifera) کی متعدد خودرو اور جنگلی اقسام دنیا کے مختلف حصوں میں پائی گئی ہیں، چنانچہ یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ اس کی اصل جنم بھوی کون سا علاقہ ہے۔ تاہم کچھ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اس پودے کا آبائی وطن آرمینیا اور آذربائیجان (وسطی ایشیا) کا کوہستانی علاقہ ہے۔ امکان یہ ہے کہ اِس پودے کی افزائش کے عملی طریقوں کا آغاز تقریباً تین ہزار برس قبل اسی خطے میں ہوا اور یہاں سے اس کی کاشت کا فن ایران، عرب اور مصر تک جا پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی انگور کی پہلے سے کاشت ہو رہی تھی۔ چنانچہ، یہ کہا جا سکتا ہے کہ کھجور کے بعد تمام پھلوں میں انگور کی تاریخ قدیم ترین ہے۔ افریقہ اور ایشیا کی تمام پرانی تہذیبوں میں انگور کی کاشت اور تخمیر سے اس کے رس کی شراب تیار کرنے پر بہت زور دیا جاتا تھا۔

اب تک دنیا بھر میں انگور کی تقریباً آٹھ ہزار ورائٹیاں پیدا کی جا چکی ہیں، جن میں سے بعض جیسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیدانہ تھامسن (Thomson seedless) کئی ممالک میں وسیع پیمانے پر اگائی جا رہی ہیں، خصوصاً مندرجہ ذیل ممالک میں: اٹلی، فرانس، روس، سپین، ترکی، ایران، افغانستان، جاپان، شام، الجزائر، مراکش اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ۔ انگور کی آدھی پیداوار (عالمی سطح پر) یورپی ممالک سے آتی ہے۔ ہندوستان پہلے ایران اور افغانستان سے انگور درآمد کیا کرتا تھا لیکن گزشتہ تیس برسوں میں مہاراشٹر، آندھرا اور کرناٹک کے صوبوں میں اس کی کامیاب کاشت وافزائش کے نتیجے میں انگور کی سالانہ پیداوار تین لاکھ ٹن ہو چکی ہے۔ (بحوالہ: بعداز برداشت فصل انگور، کے بندوبست پر پہلی قومی ورکشاپ، منعقدہ پونا 1985۔ کی کاروائی کی روداد)۔ تاہم یہ پیداوار، انگور کی کل عالمی پیداوار کا صرف ایک فی صد ہے۔ کاشت میں اضافے کا موجودہ رجحان جاری رہا تو اُمید کی جا سکتی ہے کہ آنے والے برسوں میں پیدوار مزید بڑھے گی اور ہندوستان اس قابل ہوگا کہ عرب ملکوں کو انگور برآمد کر سکے جہاں اِس وقت فرانس، اٹلی اور بعض دیگر یورپی ممالک سے یہ پھل درآمد کیا جا رہا ہے۔

انگور، گلوکوز اور فرکٹوز جیسی قدرتی شکروں کا ایک بہترین خزانہ ہے۔ یہ ثمراتی شکریں اس میں پچیس فی صد کی حد تک پائی جاتی ہیں۔ شکروں کے علاوہ، یہ ٹارٹرک ایسڈ (ٹارٹری) اور میلک ایسڈ کا بھی ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ سوڈیم، پوٹاشیم، کیلیشم اور فولاد جیسے معدنی اجزاء بھی اس میں وافر مقداروں میں ہوتے ہیں جبکہ کیمیائی مادہ اور چکنائی بہت کم ہوتی ہے۔ انگور کی اپنی ایک مخصوص مہک ہوتی ہے جس کی وجہ سائنس دانوں کے مطابق، اس میں الکحل کی دوسیال اقسام، جرانیول (Geraniol) اور لنیلول (Linalool) کی موجودگی ہے۔ (بحوالہ: General Viticulture۔ از A.j.Winkler)۔ ویلتھ آف انڈیا (خام مال) کے مصنفین کے مطابق حال ہی میں، انگور میں ایک نیا مرکب، جسے وٹامن پی کا نام دیا گیا ہے، بھی دریافت ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وٹامن ذیابیطس کی وجہ سے جریانِ خون کو روکنے میں بہت موثر ہے اور انسانی جسم میں وریدوں کی سوزش اور شریانوں کے سخت ہونے کی بیماری (Atherosclersis) میں بہت مفید ہے۔ اپنی کیمیائی ترتیب کی بنا پر انگور خاصا کیف آور ہے۔ مدہضم ہے، فرحت بخش ہے، نافعِ معدہ ہے، بدن میں ٹھنڈ ڈالتا ہے اور مدرالبول ہے۔ یہ انسانی جسم میں خون کو بڑھاتا اور صاف کرتا ہے اور عام بدنی کمزوری میں مدد کرتا ہے۔ کچے انگوروں کا رس قابض ہوتا ہے لیکن گلے کے امراض کا علاج ہے۔ انگور کے تنے کا رس جلد کی بیماریوں اور آشوبِ چشم میں مفید ہے۔ گلے کے مزمن ورم، امراض قلب، گردے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیماریوں، پیشاب میں سفیدی کے اخراج اور نقرس میں انگور کی شفا بخش تاثیر کے سب قائل ہیں۔ شدید قبض کی وجہ سے تشنج کو روکنے کے لئے بچوں کو انگور کا رس دیا جاتا ہے۔ نزلہ زکام اور بخار میں اس کی افادیت مسلم ہے۔ یرقان میں مبتلا افراد کے لئے یہ ایک عمدہ غذا ہے۔

انگوروں کو ساری دنیا میں کھایا جاتا ہے لیکن اس کی اسی فیصد پیداوار شراب بنانے جبکہ سات فی صد سرکہ اور کشمش (خشک انگور جسے عربی میں زبیب اور فارسی میں مویز کہا جاتا ہے) بنانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ انگوری شراب تیار کرنے میں امریکہ اور یورپی ممالک پیش پیش ہیں جب کہ ترکی، یونان، آسٹریلیا، ایران اور افغانستان کشمش تیار کرنے والے بڑے ممالک ہیں۔ ترکی اور یونان بہترین قسم کی کشمش پیدا کرتے ہیں۔ ایک تخمینے کے مطابق دنیا بھر میں تقریباً آٹھ لاکھ ٹن سالانہ کشمش پیدا ہوتی ہے۔ طبی لحاظ سے کشمش، انگوروں کے تازہ پھل کی نسبت زیادہ مفید ہوتی ہے۔ کشمش کئی قسم کے عوارض میں بے حد مفید ہے، جیسے بخار، کھانسی، نزلہ زکام، یرقان، بڑھا ہوا جگر، بڑھی ہوئی تلی وغیرہ۔

انگور، کافی قدیم زمانے سے ہندوستانیوں کے لئے ایک جانا پہچانا پھل رہا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پرانے ہندوستانی ادب میں اس کا سنسکرتی نام ''دراکشا'' اکثر ملتا ہے۔ چارک اور سشترا نے بھی اپنی کتابوں میں انگور (دراکشا۔ دراکھ) کا ذکر کیا ہے۔ تاہم ہندوستان میں اس کی کاشت کی تاریخ زیادہ پرانی معلوم نہیں ہوتی۔ خود کاشتہ انگور کی پیداوار میں اضافے کے لئے سب سے زیادہ توجہ شہنشاہ اکبر کے دور میں دی گئی۔ تاہم بہت پرانے وقتوں سے، انگور، کشمش اور مویز کی درآمد افغانستان کے علاقہ، ہرات سے ہوتی رہی ہے۔

اسلام کی آمد سے پہلے، شام، عراق، فلسطین، حجاز، یمن اور حضر موت کے وسیع علاقوں میں انگوروں کی نہایت اعلیٰ اقسام کی کاشت کی جا رہی تھی اور شراب بھی بڑی مقدار میں تیار کی جاتی تھی۔ شراب بنانے کا فن اس علاقے کے باشندوں کے علاوہ مصر، یونان اور روم کے لوگوں کو بھی بخوبی معلوم تھا۔ قدیم یونانی شاعر ہومر کے دور میں ہی انگوری شراب، معاشرتی زندگی کا ایک لازی جزو بن چکی تھی۔

ظہور اسلام کے بعد شراب کی تیاری اور استعمال کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی گئی بلکہ اس کی مکمل ممانعت کر دی گئی۔ تاہم پھل کے مقصد کے لئے، انگوروں کی کاشت کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ حوصلہ افزائی کی گئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں بہت زیادہ برائیاں پھیلی ہوئی تھیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کی اخلاقی پستی کی ایک اہم وجہ شراب کی لت تھی۔شراب پر پابندی اچانک نہیں لگائی گئی تھی بلکہ تدریجی اورنفسیاتی طریقے سے یہ کام کیا گیا۔

مثلاً سب سے پہلے سورۃ بقرہ (آیت نمبر 219) میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ شراب بری اور مضر ہے۔اس کے بعد یہ وحی نازل ہوئی کہ کسی کو نشے کی حالت میں نماز کے لئے نہیں جانا چاہیے (سورۃ النساء، آیت نمبر 43)۔ چنانچہ، اِن قرآنی آیات کے ذریعے، پہلے مسلمانوں کو شراب نوشی کے خلاف عمومی انداز میں ایک قسم کی تنبیہ کی گئی اور بالآخر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 90-91 کے ذریعے مکمل پابندی عائد کردی گئی۔

سورۃ المائدہ کی ان آیات کے نزول کے فوراً بعد ہر قسم کی شراب مدینہ منورہ کی گلیوں میں پھینک دی گئی۔بعض مسلمانوں کی خواہش تھی کہ وہ اپنی شراب کا ذخیرہ یہودی ساتھیوں کو بطور تحفہ دے دیں لیکن اس کی بھی اجازت نہ دی گئی۔ایک حدیث کے مطابق، شراب کشید کرنے، پینے حتیٰ کہ تحفے میں کسی کو دینے سے بھی منع کردیا گیا (بحوالہ: تفسیر مظہری از محمد ثناء اللہ عثمانی، ندوۃ المصنفین نئی دہلی)

قرآن پاک میں شراب کا حوالہ مختلف ناموں کے تحت دیا گیا ہے، جیسے: خمر، سکر، کاس اور شراب، اگرچہ ''خمر'' کا لغوی مفہوم انگوری شراب ہے لیکن عام طور پر اس سے کوئی بھی شراب مراد لی جاسکتی ہے۔''سکر'' ہر اس چیز کو کہہ سکتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہو۔''کاس'' کا مطلب ہے پیالہ (جام) جس میں شراب ڈالی گئی ہو جب کہ شراب سے مراد ہر وہ سیال چیز ہے جو پی جاتی ہو اس میں نشہ آور عام شراب بھی شامل ہے۔لفظ ''خمر'' سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 219، سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 90-91 سورۃ محمد کی آیت نمبر 67 میں استعمال ہوا ہے، لفظ ''کاس''، سورۃ ''طور'' کی آیت نمبر 23، سورۃ الدھر کی آیت نمبر 5، سورۃ الواقعہ کی آیت نمبر 18 اور سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر 45 میں استعمال ہوا ہے۔لفظ ''شراب'' کا ذکر کئی مقامات پر مختلف سیاق وسباق کے مطابق آیا ہے۔

اضافی نوٹ / قرآن مجید میں انگور کے حوالے سے چند مزید حقائق (دلچسپ وعجیب): از مترجم

کھجور کی طرح انگور ایک ایسا درخت اور پھل ہے جس کے بڑے عجائبات ہیں اور اسی بنا پر قرآن مجید نے اسے بھی غور وفکر کرنے اور عقل وخرد رکھنے والوں کے لئے ایک نشانی قرار دیا ہے (حوالے کے لئے ملاحظہ ہوں سورۃ الانعام کی آیت نمبر 99، الرعد کی آیت نمبر 4، النحل کی آیت نمبر 11 اور 67)۔ مصنف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے انگور کے اس اہم پہلو پر روشنی نہیں ڈالی۔ ہم البتہ تھوڑی سی کوشش کرتے ہیں۔

انگور کا سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ اس میں انسان کے ہاتھ سے تربیت حاصل کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت ہے۔ اسے قلموں کے ذریعے لگایا جاتا ہے۔ سبز چوڑے پتوں کے ساتھ جب پودا بڑھنا شروع ہوتا ہے تو دل خوش ہو جاتا ہے۔ آگے آپ جس طرح چاہیں اسے تیار کرلیں۔ کسی چھتری یا سہارے کے ذریعے اوپر چڑھنے والی بیل، دیواروں یا دروازوں پر لٹکنے والی، کوئی سہارا نہ ہو تو زمین پر پھیلنے والی، اوپر سے کاٹتے رہو تو سات آٹھ فٹ بلند مضبوط جھاڑی۔ بار بار شاخوں کو اپنے سہارے پر کھڑا ہونے کی تربیت دیتے رہیں اور کاٹتے رہیں تو مناسب اور مضبوط تنے کا درخت۔ غرض یہ کہ جیسے چاہیں اسے بنالیں یہ انسان کے ساتھ ہر حال اور ہر سانچے میں ڈھلنے اور پھل دینے کے لئے تیار ہے۔ فرمانبرداری کی یہ خوبی شاید ہی کسی اور پودے میں اس حد تک پائی جاتی ہو۔ اگر اوپر چڑھنے کے لئے کسی رسی یا تار کا سہارا مل جائے تو اپنے چھوٹے (لیکن مضبوط) سے تنے کے ساتھ یہ ستر اسی فٹ تک کی بلندی کو چھو سکتا ہے اور ایک پورے گھر کو اپنی ٹہنیوں اور گھنے پتوں سے ڈھانپ سکتا ہے۔ انگور کا ایک اور عجوبہ یہ ہے کہ یہ سرد موسم آتے ہی ایسے سو جاتا ہے جیسے مردہ ہو چکا ہو۔ اس کی باقاعدہ رگیں ہوتی ہیں جن میں اس کا رس چلتا ہے (اسی لئے فارسی میں ''رگِ تاک'' کا حوالہ دیا جاتا ہے)۔ پورے موسم سرما میں، یہ خشک لکڑی بن جاتا ہے اور ''کاٹو تو بدن میں لہو نہیں'' والا محاورہ صادق آتا ہے۔ اُس وقت اس پر آرا چلایا جائے یا کلہاڑا تو کوئی پانی یا رس نہیں نکلے گا۔ سوکھا، بالکل مردہ...... یہ کیفیت کم ہی کسی اور پودے میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ موسم بہار آتے ہی اس کا خون رواں دواں ہو جاتا ہے، زندگی واپس آجاتی ہے اور نئے پتوں کے ساتھ ہی پھول (ہلکے خوشبودار) اور پھر پھل (گچھوں کی شکل میں) نمودار ہو جاتا ہے، کسی کا پھل پکنے پر زرد، کسی کا سرخ و سیاہ...... اس اعتبار سے یہ کھجور کے مانند ہے...... یہ بھی اس کا عجوبہ ہے کہ پودا کاشت کئے جانے کے ایک سال بعد ہی پھلنے لگتا ہے اور انسان کو فیض پہنچانے میں قطعاً تاخیر نہیں کرتا۔ اونچے پودوں میں سے کسی اور میں یہ غیر معمولی خوبی نہیں پائی جاتی۔ یہ بھی حیران کن بات ہے کہ اس کی پتلی پتلی شاخوں پر بھاری اور وزنی خوشے لگتے ہیں، لیکن شاخیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ ٹوٹتی نہیں، وزن اُٹھاتی ہیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن مجید میں انگور کا ذکر اکثر و بیشتر اکیلے پھل کے طور پر نہیں۔ ''انگوروں کے باغ'' کی حیثیت سے کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے انگوروں کے الگ باغ تجارتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقطۂ نگاہ سے لگائے جا رہے ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے، دیگر پھل دار درختوں کے بھی الگ باغ ہوتے تھے لیکن انگوروں کے مقابلے میں کم۔ اس کا بڑا ثبوت سورۃ الکہف کی آیت نمبر 18 سے ہمیں دستیاب ہوتا ہے جس میں دو آدمیوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک اُن میں جو امیر تھا اُس کے پاس انگوروں کے دو با قاعدہ باغ تھے کھجوروں کے درخت اُن کے اردگرد لگائے ہوئے تھے یعنی باغوں کے بارڈر پر۔ بائبل (عہد نامہ قدیم) کی ''کتاب تکوین'' میں ہے کہ عالمگیر سیلاب کے بعد جب حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے تین بیٹے، سام، حام اور یافت دوبارہ زمین پر آباد ہوئے تو حضرت نوح علیہ السلام نے کھیتی باڑی کے علاوہ ایک باغ لگایا جو انگور کا باغ تھا۔ گویا، بائبل اور دیگر آثار کے مطابق ایک با قاعدہ باغ کے طور پر انگوروں کی کاشت وافزائش انتہائی قدیم زمانے سے ہو رہی ہے۔

انگور کا سب سے بڑا عجوبہ (قدرت کی نشانی) اس کا پھل ہے کہ لذت، خوبی، خوبصورتی، کثرتِ استعمال، تنوعِ استعمال اور مقبولیت میں، کھجور کے سوا اس کا کوئی مد مقابل نہیں۔ مقبولیت میں تو شاید یہ کھجور پر بھی سبقت رکھتا ہو۔ اس قدر لذیذ اور خوشنما کہ کیا کہنا، پھر کھانے میں آسان، نہ چھیلنے کی ضرورت نہ گٹھلی گودے سے الگ کرنے کی حاجت، سالم دانہ منہ میں ڈال لو اور کھاتے چلے جاؤ۔ خصوصاً اس کی بے دانہ اقسام زبردست۔ تھوڑا سا چباؤ، میٹھے رس سے منہ بھر گیا، بس نگل جاؤ، فوراً ہضم۔ بہت زیادہ مقدار میں کھالو تب بھی بے ضرر۔ اس قدر شیریں کہ بار بار کھانے کو من چاہے۔

تو پھر یہ بھی فیصلہ ہونا چاہیے کہ ہر اعتبار سے اعلیٰ ترین پھل کون سا ہے؟ کھجور، انگور یا کوئی اور؟ اس سلسلے میں ''طب نبوی'' کے مصنف امام ابن قیم نے دلچسپ بحث کی ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب میں انگور کا اس کے اصل نام عنب کے علاوہ بھی ایک عوامی لقب تھا' اسے لوگ ''کرم'' کہا کرتے تھے، (جیسے ہم فضل و کرم کہتے ہیں)۔ اس کی وجہ اس کے بے شمار فائدے اور خیر کے پہلو تھے۔ مسلمان بھی اس پھل کو اسی لقب سے پکارتے رہے لیکن جب شراب کی ممانعت ہوگئی تو حضور ﷺ نے لوگوں کو انگور کے لئے یہ نام استعمال کرنے سے منع کیا۔ ''چنانچہ نبی ﷺ نے انگور کے درخت کو ایسا نام دینا پسند نہ فرمایا جس سے لوگوں کے دلوں میں غیر معمولی محبت پیدا ہو جائے اور اس سے بنائی جانے والی شراب سے بھی ان کو محبت ہو جائے جو کہ ام الخبائث ہے۔'' بہر حال اس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ عرب کے لوگ انگور کے تمام پہلو سامنے رکھ کر اسے ایک اعلیٰ ترین یا مفید ترین پھل سمجھتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ حضور ﷺ کو پھلوں میں کھجور کے علاوہ انگور سے بھی بہت رغبت تھی۔ ابن قیم نے ایک حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کو "انگور اور تربوز بہت مرغوب تھے۔"

اہلِ طائف کی شدید بدسلوکی کے بعد زخمی حالت میں حضور ﷺ واپس مکہ جا رہے تھے، راستے میں انگوروں کے ایک باغ میں انگور کی ایک بیل کے سائے میں توقف فرمایا تو وہاں آپ ﷺ کو باغ کے مالکان کی طرف سے کھانے کے لئے انگور کا خوشہ پیش کیا گیا جو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کھایا خوشہ پیش کرنے والے نصرانی غلام عداس نے سمجھ لیا کہ وہ نبی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت انسؓ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضور ﷺ، سعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں روزہ افطار کیا۔ سعدؓ نے افطار کے لئے حضور ﷺ کے سامنے خشک انگوروں (کشمش) کا خوشہ رکھا۔ کھانے کے بعد آپ ﷺ نے سعدؓ کو دعا دی۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانے میں انگوروں کو خوشے سمیت عموماً خشک کر لیا جاتا تھا۔ دھوپ میں مکمل خوشوں کو خشک کرنے کا رواج آج بھی کئی ملکوں میں موجود ہے۔

بہرحال یہ چند روایات ہم نے یہ واضح کرنے کے لئے نقل کی ہیں کہ حضور ﷺ کو بھی انگور کھانا بہت مرغوب تھا۔ لیکن افضل ترین پھل کون سا ہے؟۔ امام ابن قیم لکھتے ہیں: "لوگوں نے اختلاف کیا کہ کھجور انگور سے زیادہ افضل ہے یا انگور، کھجور سے بہتر ہے؟...... اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اِن دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، لہٰذا ان میں کوئی دوسرے سے افضل و بہتر نہیں ہے" تاہم اپنی اسی کتاب میں ایک اور مقام پر امام صاحب نے یہ لکھا ہے: "یہ (انگور) اُن تین پھلوں میں شمار ہوتا ہے جن کو لوگ پھلوں کا بادشاہ کہتے ہیں اور وہ ہیں: انگور، کھجور اور انجیر"...... (ص 429)۔ گویا ایک لحاظ سے امام ابن قیم نے افضلیت کی ٹرافی انگور کو بھی عطا کر دی ہے۔

حتمی فیصلے سے پہلے ایک اور پہلو دیکھتے ہیں۔ سورۃ الرعد (آیت نمبر 4) کے سوا، قرآن مجید میں جہاں بھی اور جب بھی انگور اور کھجور کا اکٹھا ذکر آیا ہے، کھجور کا ذکر پہلے اور انگور کا فوراً بعد میں آیا ہے۔ ذکر کی یہ ترتیب قرآن مجید میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ مثلاً مردوں اور عورتوں کا ذکر جب بھی آتا ہے، مردوں کا نام پہلے آتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے اس ترتیبی اُصول کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ اولیت اور افضلیت کا مقام کھجور کو ہی حاصل ہے، بے شک کھجور کے بعد انگور، رنر اپ ہے اور فضیلت کی چوٹی سے بس تھوڑا سا نیچے ہے لیکن باقی سب سے اوپر۔ حضور ﷺ کی پسند کے مطابق بھی چوٹی پر کھجور ہی ہے کہ آپ ﷺ نے مردِ مومن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کھجور سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی کھجور میں بھی مردِ مسلم کی طرح خیر اور فیض کی کثرت ہے۔ ایک روایت کے مطابق کھجور کا خشک تنا حضور ﷺ کی جدائی کے غم میں رویا تھا۔ گویا، قرآن حکیم، احادیث، روایات اور کثرت فوائد کی روشنی میں دیکھیں تو پھلوں میں افضل ترین کی ٹرافی کی مستحق بے شک کھجور ہے لیکن انگور بھی پیچھے نہیں۔ میری ذاتی رائے یا پسند کے مطابق البتہ انگور پہلے ہے اور کھجور فوراً بعد میں۔ اس کی وجہ انگور کے پھل کا انتہائی لذیذ اور نفیس ہونا، کھانے میں آسان اور دیگر بہت سی خوبیوں کا مالک ہونا ہے (جن اوصاف میں کھجور بھی بہر حال کمتر نہیں)۔

مصنف نے انگور کے بارے میں قرآن مجید سے گیارہ حوالے دیئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حوالے اس تعداد سے زیادہ ہیں۔ مثلاً سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 137 میں قوم فرعون کے بارے میں ہے کہ "وہ (انگور کے باغ) چھتریوں پر چڑھاتے تھے" اور بڑے بڑے محل بناتے تھے لیکن تباہ ہو گئے۔ اسی طرح سورۃ یوسف میں انگور کا حوالہ دو بار آیا ہے۔ قید کے دوران ایک قیدی ساتھی حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر کے لئے اپنا یہ خواب سناتا ہے کہ "دیکھتا کیا ہوں کہ شراب (کے لئے انگور) نچوڑ رہا ہوں" (36:12) بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا اور پریشان ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ تعبیر فرمائی کہ سات سال خوشحالی ہوگی اور سات سال خشک سالی، اس کے بعد جو سال آئے گا خوب بارش ہوگی۔ "اور لوگ اس میں (انگوروں سے) رس نچوڑیں گے" (49:12)۔ عہد نامہ قدیم (توراۃ) میں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدی ساتھی واضح طور پر کہتا ہے، "خواب میں میں نے انگوروں کو لے کر فرعون کے جام میں نچوڑا۔" (کتاب تکوین)۔ ہم نے یہ مثالیں اس لئے پیش کی ہیں کہ مصنف کا یہ خیال صحیح نہیں کہ قرآن مجید میں انگور کے متعلق صرف گیارہ حوالے ہیں۔

انگور کا ذکر ہو رہا ہے تو اس کے متعلق چند مزید دلچسپ باتیں۔ مشہور اُردو شاعر غالبؔ کو تصوف کے مسائل سمیت مختلف متداول علوم میں کمال حاصل تھا اسی بنا پر اُن کے ایک شعر کا دوسرا مصرعہ ہے: تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا۔ کچھ ایسی ہی بات انگور کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ سب سے پہلے دنیا میں شراب انگور سے بنائی گئی (بذریعہ تخمیر) اور آج تک بنائی جا رہی ہے۔ اسی وجہ سے انگور جیسا پاکیزہ، نفیس اور جنتی پھل کچھ بدنام بھی ہوا ہے، لیکن یہ تو حضرت انسان کے کرتوت ہیں کہ وہ ایک حلال چیز سے حرام پیدا کرتا ہے، اس میں انگور بیچارے کا کیا قصور! بہر حال آغاز تہذیب سے دنیا میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگور کی بیل اور شراب باہم مترادف شمار ہوئے ہیں۔ فارسی میں شراب کے لئے ''دختِ رز'' کا نام بھی استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب ہے انگور کی بیٹی۔ یہ نام بھی شرابیوں کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے کہ انگور تو مذکر ہے شراب ہے مونث اس لئے رشتے میں اُس کی بیٹی ٹھہرالی۔ کیا عجیب منطق ہے! انگریزی زبان کے علاوہ کئی دیگر یورپی زبانوں میں شراب کے لئے لفظ وائن (Wine) رائج ہے، کم لوگوں کو علم ہوگا کہ اس کا مخرج لاطینی زبان کا لفظ وائنیا'' (Vinea) ہے جس کا مطلب ہے انگور کی بیل۔ چنانچہ انگور کے پودے کے لئے جو لفظ وائن (Vine) استعمال ہوتا ہے وہ اور شراب کے لئے لفظ (Wine) نہ صرف ہم صوت ہیں، مفہوم اور اصل میں بھی ایک ہیں۔ اسی دوسری وائن (Vine) سے لفظ ''ونی گار'' (Vinegar) نکلا ہے جس کا مطلب ہے انگور کا کھٹا رس، لیکن آج یہی لفظ ہر قسم کے سرکے (مصنوعی سرکے سمیت) کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ لیکن اپنی اصل کے مطابق اس سے مراد صرف انگوری سرکہ تھا۔ فارسی کا لفظ ''سرکہ'' اُردو زبان میں بھی رائج ہے کیونکہ ہندوستان میں سرکہ آیا ہی باہر سے ہے۔ یہاں پہلے اس کا کوئی مقامی نام موجود نہ تھا۔ سرکہ ذائقے میں ترش ہوتا ہے حالانکہ جس رس سے بنتا ہے وہ میٹھا ہوتا ہے، کھٹی چیز نشہ نہیں کرتی بلکہ نشے کو بھگاتی ہے۔ فارسی لغت میں سرکہ سے مراد کھٹائی یا ترشی ہے، بالخصوص انگوری سرکہ۔ سرکہ کی تیاری میں محنت اور لاگت سے گریز کا یہ طریقہ نکالا گیا ہے کہ مارکیٹ میں ایسٹک ایسڈ سے بنا مصنوعی سرکہ لایا گیا ہے جو اصلی کے مقابلے میں ارزاں اور عام دستیاب ہے۔ تاہم جو فوائد اصلی سرکے میں ہیں وہ مصنوعی میں نہیں۔ ایران (اور غالباً افغانستان میں بھی) سرکے میں شہد مخلوط کر کے ایک چیز بنائی جاتی ہے جسے سرکنگبین (سرکہ + انگبین) کہتے ہیں اور یہ طب میں مستعمل ہے۔ سرکے ہی سے دل کے بند والو کھولنے کا ایک نسخہ بھی کچھ عرصے سے گردش میں ہے اس میں بھی شہد پڑتا ہے۔ ہمیں اس نسخے کی افادیت کا زیادہ علم نہیں۔ ممکن ہے نسخہ کارگر ہو۔ اس صورت میں یہ ایک بڑی دریافت ہے، ورنہ تو علاج زیادہ تر بائی پاس آپریشن ہوتا ہے۔ انگور سے کئی قسم کے عوارض کا علاج ہوتا ہے اور یہ علاج ہوتا بھی خوشگوار ہے۔ اس سلسلے میں ایک دلچسپ کتاب حکیم محمد عبداللہ (مرحوم) نے ''خواص انگور'' کے نام سے لکھی تھی۔ اس کتاب میں وہ بتاتے ہیں کہ بعض حکیم انسان کی مختلف بیماریوں کا علاج صرف انگور پر مبنی نسخوں یا خوراکوں سے کرتے رہے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں: ''ہزار ہا لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انگور تمام میووں کا سردار ہے۔'' انگور کے پختہ رس سے علاج کے سلسلے میں انہوں نے ایک حکایت نقل کی ہے۔ قدیم زمانے میں ایران کا بادشاہ جمشید (جام جمشید والا) تھا جسے انگور کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رس اس قدر پسند تھا کہ مرتبانوں میں بھروا کر محفوظ کر لیتا تھا۔ اُس کی ایک کنیز درد شقیقہ میں مبتلا ہوئی جب کافی عرصہ تک کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور اس کی تکلیف بڑھتی گئی تو اُس نے خودکشی کی ٹھانی۔ محل میں مشہور تھا کہ بادشاہ نے جو رس مرتبانوں میں بھر کر ایک طرف رکھوایا ہے وہ زہر ہلاہل ہے۔ چنانچہ اُس نے مرنے کے ارادے سے وہ رس زہر سمجھ کر پی لیا۔ بجائے مرنے کے اس نے سرور محسوس کیا اور اُس کا پرانا درد شقیقہ جاتا رہا۔ اُس نے یہ واقعہ بادشاہ کو سنایا، جس نے خود تجربہ کیا اور اس کو مفید اور سرور انگیز پایا۔ چنانچہ انگور کا رس قدیم زمانے سے اس قسم کی تکالیف میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ "طب نبوی" کے مصنف امام ابن قیم کا کہنا ہے کہ انگور کی شاخوں پر جو گوند سا جم جاتا ہے وہ بڑے کام کی چیز ہے اور گردے کی پتھریوں کو نکال دیتا ہے اور کئی جلدی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔

انگور کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کا پودا مختلف آب و ہوا کے علاقوں اور کوہستانی کے علاوہ میدانی علاقوں میں ہو جاتا ہے لیکن بہترین قسم کے انگور عموماً معتدل آب ہوا کے خطوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی یوں تو بہت اقسام ہیں لیکن خصوصیات کی بنیاد پر ان اقسام کو ہم پانچ چھ گروہوں میں بانٹ سکتے ہیں، جیسے زرد، سبزی مائل، سرخ و سیاہ، بیدانہ، دانے یا بیج والی، موٹی، درمیانی، باریک وغیرہ۔ پاکستان میں کوئٹہ کی زرد بیضوی اور بیدانہ قسم جو "شنڈوخانی" کہلاتی ہے، کھانے کے لئے بڑی اعلیٰ قسم ہے۔ دانے دار اقسام کھانے میں کم پسند کی جاتی ہیں، عموماً اِن کا رس تجارتی مقاصد کے لئے نکالا جاتا ہے۔ ان اقسام کا خشک پھل مویز کہلاتا ہے، ہمارے ہاں غلط العام کے طور پر اسے منقیٰ بولتے ہیں جس کا مطلب ہے ایسی مویز جس کے اندر سے بیج نکال دیئے گئے ہوں۔ اسے "داکھ" بھی کہتے ہیں جو دراصل سنسکرت کے لفظ دراکشا کا تھوڑا سا بدلا ہوا روپ ہے۔ "کشمش" انگور کی بہت چھوٹی، زرد اور بیدانہ قسم کے خشک پھل کا نام ہے، جیسا نفیس پھل ویسی ہی اعلیٰ کشمش۔ اسے خوشوں سمیت بھی خشک کیا جاتا ہے اور خوشوں سے الگ کر کے بھی، درخت پر بھی خشک کیا جاتا ہے اور درخت سے توڑ کر بھی۔ یورپ میں زرد کشمش کی سب سے مقبول قسم "سلطانہ" کہلاتی ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کا بنیادی تعلق غالباً ترکی سے ہے۔ کشمش ہی کی ایک سیاہ قسم "قرنط" (Currants) کہلاتی ہے۔ اس سلسلے میں البرٹ ایف ہل (Albert F. Hill) اپنی کتاب اکنامک باٹنی (Economic Botany) میں رقمطراز ہیں: "قرنط چھوٹے چھوٹے خشک انگور ہوتے ہیں جو یونان میں انگور کی ایک ورائٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بہت ہی قدیم قسم ہے، 0075ء میں بھی اس کا وجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ’’قرنط کی کاشت، یونان میں ہمیشہ سے ایک اہم صنعت رہی ہے۔‘‘ کشمش کی اِس موتیوں کی طرح گول اور سیاہ قسم کو دنیا بھر میں بیکری کی اشیاڈبل روٹی فروٹ بن، کیک حتیٰ کہ آئس کریم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک وجہ اس کی غیر معمولی شیرینی اور عمدہ ذائقہ ہے۔ اس سے جیم بھی بنائے جاتے ہیں۔ انگور کے متعلق ہمارا بیان یہاں ختم ہوا۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انار: ایک بہشتی پھل کے طور پر انار کا قرآن میں ذکر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”ان (جنتی باغوں) میں لذیذ میوے اور کھجوریں اور انار رہوں گے“

(القرآن 68:55)

انار

(Pomegranate)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:5

انار

قرآنی نام:	الرُّمان
دیگر مروّج نام:	انار (اُردو، فارسی، ہندی، سندھی، پنجابی، پشتو، بلوچی، سرائیکی)
رمون:	(عبرانی)
رمّان:	(عربی)
دادم:	(سنسکرت۔ گجراتی)
دالم۔ دالمب:	(مرہٹی۔ بنگالی)
دان:	(کشمیری)
مدولائی:	(تامل)
پومیگرینٹ:	Pomegranate (انگلش)
پومیگرینڈ:	Pomegranade (فرنچ)
میلم گرینٹم	Malumgranatum (لاطینی)
روآ:	Roa (یونانی)
گراناڈا:	Granada (ہسپانوی)
گراناٹیفل	Granatapfel (جرمن)
گراناٹ:	Granat (روسی)
نباتاتی وسائنسی نام:	Punica granatum پیونیکا گرینیٹم
نباتاتی خاندان:	Punicaceae

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی حوالے

1: سورہ الانعام، آیت:99۔

وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَ مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ O

ترجمہ:۔ ''اور وہی تو ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے۔ہم ہی اس سے ہر قسم کی نباتات پیدا کرتے ہیں۔ پھر اس میں ہری ہری کونپلیں نکالتے ہیں اور اُن کونپلوں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔اور کھجور کے گچھے میں سے لٹکتے ہوئے خوشے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور مختلف بھی۔ جب اِن پر پھل آتا ہے تو ان کے پھلوں کو اور پھلوں کے پکنے کو (غور سے) دیکھو۔ اِن چیزوں میں، ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔'' (99:6)

2: سورہ الانعام، آیت:141۔

وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَ لَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ O

ترجمہ:۔ ''اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیے، چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور چھتریوں کے بغیر بھی اور کھجور اور کھیتیاں اُگائیں جن سے طرح طرح کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں۔ زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جو آپس میں مشابہ بھی ہیں اور مشابہ نہیں بھی۔ جب یہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخت پھلیں تو اِن کے پھل کھاؤ اور جب فصل کاٹ لو تو اس میں سے اللہ کا حق ادا کرو اور اِسراف نہ کرو کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (141:6)

3: سورہ الرحمٰن، آیت: 68۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝

ترجمہ:۔ "ان (جنتی باغوں) میں لذیذ میوے اور کھجوریں اور انار رہوں گے"۔ (68:55)

قرآن مجید میں "رمان" کے نام کے تحت انار کا ذکر تین بار آیا ہے۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر 141 میں پھلوں کی پیداوار کے سلسلے میں ایک اہم ہدایت کی گئی ہے۔ ہدایت یہ ہے کہ اِن فصلوں (پھلوں) کی پیداوار حاصل کرنے کے بعد باغ کے مالک کا فرض ہے کہ اس کا کچھ حصہ ضرورت مندوں میں بانٹ دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کو زرعی فصلوں اور پھلوں کی پیداوار پر صرف مالک یا زمین دار کی اجارہ داری اور کلی ملکیت منظور نہیں۔

انار، جس کا نباتاتی نام پیونیکا گرینیٹم (Punica granatum) ہے، ایران سے باقی ساری دنیا میں پھیلا۔ تاہم اس کی خودرو اقسام ہندوستان (ہمالیہ کا علاقہ)، افغانستان اور شام میں بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ انتہائی مزیدار اور رس بھرا پھل ہے جس کا جادو قدیم ترین ادوار سے انسان کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے، بحیثیت ایک پھل بھی اور بطور ایک وسیلۂ صحت و شفا بھی۔ بابل کے معلق باغات (پرانے زمانے کا ایک عجوبہ) میں عمدہ قسم کے انار لگائے گئے تھے۔ قدیم مصر میں بھی اس کا شمار مقبول و معروف پھلوں میں ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ کے زمانے میں "فلسطین" شام اور لبنان کے علاقوں میں اعلیٰ درجے کے انار کاشت کئے جا رہے تھے۔ رمون کا شہر اپنے بہترین رُمانوں (اناروں) کے لئے مشہور تھا (رمان سے منسوب رمون سر زمین فلسطین کا ایک شہر تھا جس پر چالیس سالہ دشت نوردی کے بعد بنی اسرائیل نے قبضہ کیا تھا۔ ملاحظہ ہو بائبل کی "کتاب یوشع" کا باب 19۔ مترجم)۔

انار کی باقاعدہ کاشت، بحیرہ روم کے خطے اور ہندوستان جیسے مشرقی ممالک میں قدیم ایام میں ہی شروع ہو گئی تھی۔ تاہم سپین میں اس کی کاشت وہاں اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد رائج ہوئی اور تیرہویں صدی عیسوی میں انگلستان پہنچی۔ کافی مدت بعد ہسپانوی آبادکار یہ اہم پھل نئی دنیا۔ میکسیکو اور فلوریڈا میں لے گئے۔ آہستہ آہستہ اس کی کاشت دوسرے ملکوں میں بھی پھیل گئی اور اب یہ پھل تقریباً ہر جگہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گرم مرطوب اور نیم گرم مرطوب آب ہوا میں بھی کاشت کیا جارہا ہے۔ اِس وقت اعلیٰ قسم کا انار، ترکی، ایران، افغانستان، شام، مراکش اور سپین سے آتا ہے۔ ہندوستان میں شولا پور اپنے رسیلے اناروں کے لئے خصوصی شہرت رکھتا ہے۔ ترکی میں اہم تہواروں کے موقع پر اناروں کی ضیافت کا رواج ہے۔

انار کے پھل میں حراروں کی مقدار 65 ہے۔ اس کا رس آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے اور اس میں 15% معکوس شکری مادہ ہوتا ہے۔ یہ سوڈیم کا بڑا اچھا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ریبو فلیون (riboflavin) تھایامین، (Thiamin) نیاسن (Niacin) وٹامن سی کیلیشم اور فاسفورس کی بھی خاصی مقدار پائی جاتی ہے جب کہ پروٹین اور چکنائی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔

انار ایک نفیس غذا ہونے کے علاوہ بڑی اہم دوا بھی ہے۔ دل کے مریضوں کے لئے تو شفا ہے، درد قلب میں مؤثر ہے اور معدے کی سوزش کا علاج ہے۔ انار کا رس ایک بہترین ٹھنڈا مشروب ہے اور اسہال کے مرض میں مبتلا مریض کی پیاس دور کرتا ہے۔ پیچش اور دستوں کی بیماری میں ایک عمدہ دوا کے طور پر کام کرتا ہے۔ بڑی آنت کی عفونت، جسم میں خون کی کمی، یرقان، بلند فشار الدم (بلڈ پریشر) بواسیر، اور نقرس جیسی کئی بیماریوں میں انار کا رس جادو کا کام کرتا ہے۔ اگر رس کے ساتھ شہد ملا کر استعمال کیا جائے تو بدن میں صفراوی مادے کی زیادتی میں اکسیر ہے۔ ہومیو پیتھی طریقہ علاج میں بھی بہت سے عوارض میں انار تجویز کیا جاتا ہے۔

انار کی جڑ کی چھال کا جوشاندہ جس میں ٹینک ایسڈ اور الکلائیڈ پیلا ٹریرین (Alkaloid pallatrierine) پائے جاتے ہیں پیٹ کے کیڑے، خصوصاً کینچوے، کدو دانے وغیرہ نکالنے کے لئے انتہائی مؤثر دوا ہے۔ یہی جوشاندہ تپ دق میں بھی مؤثر بتایا جاتا ہے۔

انار کے پھل کی بالائی موٹی چھال، پھل کو ایک لمبے عرصے تک محفوظ رکھتی ہے۔ چنانچہ چھ مہینے تک اسے باآسانی محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ چھال میں ٹینک ایسڈ کی خاصی مقدار یعنی 20% سے زیادہ پائی جاتی ہے، اس لئے بعض اوقات اس کو چمڑا رنگنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مشہور و معروف مراکشی اور ہسپانوی چمڑا ایک زمانے میں اناروں کی چھال سے ہی رنگا جاتا تھا۔

انار کے پھولوں کی بھی طب میں بڑی اہمیت ہے۔ کئی تکالیف میں اِن کا استعمال تجویز کیا جاتا ہے۔ اسقاطِ حمل روکنے کے لئے انہیں بہت مؤثر بتایا جاتا ہے۔ انار کے چمکیلے سرخ پھول اعلیٰ درجے کا قدرتی رنگ تیار کرنے میں بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انار کے بارے میں چند مزید باتیں: (از: مترجم)

انار کے متعلق محض اس قدر کہنا کافی نہیں کہ اس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اور یہ ایک بہت مفید پھل ہے خصوصاً طبی لحاظ سے۔ انار کی فضیلت اور پھلوں کی مجلس میں اس کے عالی مرتبت ہونے کی سب سے بڑی دلیل اور نشانی یہ ہے کہ یہ جنت کا پھل بھی ہے (ملاحظہ ہو سورۃ الرحمٰن کی آیت 68) اور یہ بات بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ دنیا میں پیدا ہونے والے وہ پھل جن کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ وہ جنت میں بھی ہوں گے صرف چند ہیں۔ انار ان چند پھلوں میں سے ایک ہے۔

مغربی زبانوں میں رائج انار کے نام کا مختصر جائزہ بھی ضروری ہے کیونکہ اس سے چند دلچسپ حقائق پر روشنی پڑے گی۔ قریب قریب ہر نام مرکب ہے اور اس میں ایک لفظ ''گراناٹا (Granata) یا ''گراناڈا (Granada) یا گرینٹ (Granate) وغیرہ شامل ہوتا ہے اور ہسپانوی میں تو اس کا نام ہے ہی ''گراناڈا''۔ یہ لفظ اس پھل کے متعلق اس تاریخی حقیقت کو منکشف کر رہا ہے کہ یہ یورپ کے دیگر ممالک میں ہسپانیہ سے گیا ہے جس کا اسلامی دور میں دارالحکومت غرناطہ (گراناڈا) ہوا کرتا تھا۔ یہی نام کسی قدر تبدیلی کے ساتھ آج بھی برقرار ہے۔ ظاہر ہے ہسپانیہ (اندلس) میں اس پھل کو شمالی افریقہ (مراکش وغیرہ) سے لے جانے والے مسلمان تھے۔ چنانچہ تاریخ کی انمٹ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کی یورپ میں آمد سے قبل، وہاں انار سے کوئی واقف نہ تھا، مسلمانوں نے پہلی دفعہ ہسپانیہ کے راستے، یورپ کو انار کے ذائقہ اور بے پناہ فوائد سے روشناس کیا، خواہ یورپ اس بات کو کتنے ہی پردوں میں چھپانے کی کوشش کرے۔ انہی پردوں میں ایک پردہ اس کا نباتاتی یا سائنسی نام ''پیونیکا گرینیٹم'' (Punica granatum) ہے۔ پیونیکا سے مراد ہے قدیم قرطاجنہ (کارتھیج) سلطنت کا علاقہ یا اس علاقے کی کوئی چیز۔ قرطاجنہ کی قوم فرانس اور اٹلی کے بالمقابل بحیرہ روم کے دوسرے کنارے پر شمالی افریقہ میں حکمران تھی۔ یہ تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے کی بات ہے۔ روم اور قرطاجنہ کے درمیان کئی خونریز جنگیں لڑی گئیں۔ ''گرینیٹم'' لاطینی زبان میں بہت زیادہ دانوں والی چیز کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہوئی کہ قرطاجنہ کے علاقے کی بہت سے دانوں والی کوئی چیز حالانکہ اُس وقت تک انار کا اس علاقے میں تعارف ہی نہیں ہوا تھا۔ یہ نباتاتی نام نتیجہ ہے سویڈن کے ماہر نباتات لینئس (Linnaeus) کی اٹھارویں صدی عیسوی میں پودوں کی مصنوعی ترتیب یا درجہ بندی کا۔ یہ ترتیب لاطینی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبان میں ہے اور حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتی۔ درحقیقت کسی پھل یا پودے کی اصلیت کی عکاسی اُس کے عوام الناس میں رائج نام سے ہوتی ہے۔ مثلاً انگریزی میں انار کے نام پومیگرینٹ (Pomegranate) کو لے لیں۔ اس مرکب نام کے پہلے حصے "Pome" کا معنی ہے ''سیب'' جب کہ دوسرے حصے سے، جیسا کہ دیگر یورپی زبانوں میں رائج اس کے نام سے بھی ظاہر ہے، مراد گراناڈا یا غرناطہ ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو کر اس طرح لکھا اور پڑھا گیا۔ گویا اس نام کا جو اکثر مغربی زبانوں میں رائج ہے مفہوم ہے، غرناطہ (اندلس۔ ہسپانیہ) کا سیب۔ سیب اس لئے کہا گیا کہ یہ سیب کی طرح گول، خوشنما اور سرخ و سفید تھا۔ ظاہری جسامت بھی سیب کے برابر تھی۔

جنت کا پھل ہونے کی وجہ سے انار میں کئی عجیب اور غیر معمولی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ ایک خصوصیت جس کا مصنف نے بھی ذکر کیا ہے وہ ہے اسکے لمبے عرصے تک محفوظ رہنے کی خصوصیت جس کے دوران نہ اس کا ذائقہ بدلتا ہے اور نہ رس میں کمی واقع ہوتی ہے حالانکہ اس کی بالائی جلد (چھال) میں ایسی کوئی بات دکھائی نہیں دیتی کہ اس پر بیرونی درجہ حرارت کا اثر نہ ہو سکتا ہو۔ دراصل، بالائی خول یا چھال کے علاوہ اس کے اندر بھی تو تحفظ کا بندوبست موجود ہے۔ یہ وہ ریشم کی طرح نرم جھلیاں ہیں جو الگ الگ تھیلیوں کی طرح انار کے موتیوں جیسے رس بھرے اور چمکدار دانوں پر کئی حصوں میں بٹ کر لپٹی ہوتی ہیں بالکل ایسے جیسے ماں کے پیٹ میں باریک جھلی کے اندر جنین محفوظ ہوتا ہے۔ قدرت کا یہ بھی گویا ایک شاہکار ہے جس کی کوئی مثال کسی دوسرے پھل میں نظر نہیں آتی۔ اپنی سخت چھال یا کھال اور دیگر بندوبست کی وجہ سے یہ پھل نہ صرف طویل عرصے تک محفوظ رہتا ہے (کھلی حالت میں) بلکہ اسے کوئی جانور بھی نہیں کھاتا بلکہ کھا ہی نہیں سکتا۔ چھال کا ذائقہ ہی جانوروں کو اس سے دور رکھتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے خاص انسان کے لئے بنایا ہے، بطور پھل بھی اور بطور دوا بھی۔

اسی طرح اس پھل پر کیڑے مکوڑوں کا حملہ بھی کم ہوتا ہے۔ ورنہ برسات میں کتنے ہی اچھے اچھے پھل کیڑوں اور بیماریوں کے حملے سے برباد ہو جاتے ہیں۔ انار کا سرخ یا گلابی پھول خوبصورتی اور کشش میں ثانی نہیں رکھتا۔ اس کی ایک حیران کن بات یہ ہے کہ یہ (پھول) ایک چھوٹی سی بچہ دانی کی طرح ہوتا ہے جس کا نشان پھل کے منہ پر بھی باقی رہتا ہے اور وہ انسان کی ناف کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ انسان کے ساتھ اس کی یہ مماثلت حیرت انگیز ہے۔ انار کی کلی (انارکلی) بھی اپنی جگہ خوبصورت اور پرکشش ہوتی ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کبھی عورتوں میں یہ نام (انار کلی) مقبول بھی تھا، لاہور میں اس نام سے ایک پرانا بازار مشہور و معروف ہے، دوسری طرف انار کلی کی ایک پرانی داستان بھی غلط یا صحیح بیان کی جاتی ہے۔

انار کے اور بھی کئی کمالات کتابوں میں منقول ہیں۔ حکیم محمد عبداللہ (''خواص انار'') لکھتے ہیں کہ انار ایک ایسا درخت ہے جس سے زہریلے اور موذی جانور (سانپ بچھو) دور بھاگتے ہیں جس کی وجہ سے یہ درخت پرندوں کے لئے امن و سلامتی کی ایک جگہ ہے اور پرندے انار کے درختوں میں شوق سے گھونسلے بنا کر رہتے ہیں۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر بھڑ وغیرہ کاٹ لے تو انار کے پتوں کا رس لگانے سے آرام آ جاتا ہے۔ فروٹ بیولوجی (Fruit Biology) کے مصنف وی۔ کولنسکوف کے مطابق انار اگرچہ چھوٹے قد و قامت کا پودا ہے لیکن کافی لمبی عمر پاتا ہے، یعنی ستر۔ اسی سال تک پھل پیدا کرنا جاری رکھتا ہے۔ انار میں انگور کی طرح ایک حیرت انگیز خوبی یہ ہے کہ پودا لگانے کے دو سال بعد ہی پھل دینا شروع کر دیتا ہے۔ عام طور پر نیم کوہستانی اور معتدل خطوں کا انار (جیسے ہمارے ہاں کوئٹے اور افغانستان کی قسم ''قندھاری'' ہے) اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے، لیکن یہ بابرکت درخت عموماً ہر قسم کی آب و ہوا اور زمین' خواہ گرم یا سرد یا مرطوب، قبول کر لیتا ہے۔ بعض اقسام کا پھل 800 گرام تک وزنی ہوتا ہے۔ تزک جہانگیری میں لکھا ہے (بحوالہ حکیم محمد عبداللہ) کہ بادشاہ جہانگیر کے پاس ایک بڑا انار لایا گیا جسے تولا گیا تو وزن آدھ سیر (نصف کلوگرام) سے زائد نکلا۔ وی۔ کولسنکوف کے مطابق انار کے ایک بڑے پھل میں چار سو سے سات سو تک دانے ہو سکتے ہیں جبکہ 41% تک رس نکل سکتا ہے۔ انار کی لکڑی بہت مضبوط ہوتی ہے اور لچکدار بھی۔ چنانچہ افغانستان وغیرہ ممالک میں اس کی لکڑی کی بہت مانگ ہے۔ انگور کی طرح انار کے درخت کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اسے انسانی ہاتھوں سے تربیت دی جا سکتی ہے، یعنی موزوں کانٹ چھانٹ جاری رکھ کر اسے من پسند شکل (جھاڑی یا درخت، گھنا پودا یا چند موٹی موٹی شاخوں پر مشتمل درخت) دی جا سکتی ہے۔ تاہم پودا بیس فٹ سے زیادہ بلندی عام طور پر حاصل نہیں کر سکتا۔

احادیث نبوی ﷺ میں انار کا ذکر کم ملتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ مدینے میں جو مال تجارت باہر سے آتا تھا اُس میں کشمش جیسے خشک پھل تو ہوتے تھے لیکن انار (جو ہمیشہ تازہ پھل کے طور پر ہی استعمال کیا جاتا ہے) نہیں ہوتا تھا۔ تاہم امام ابن قیم (طب نبوی) نے ایک مرفوع حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے یہ نقل کی ہے: ''تمہارا یہ انار جہاں کہیں بھی ہے، جنت کے انار کے دانہ سے قلم لگایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے۔'' امام صاحب نے حضرت علیؓ کا ایک قول بھی انار کھانے کے متعلق نقل کیا ہے: ''انار کو اس کے دانوں کے باریک چھلکوں کے ساتھ کھاؤ، اس لئے کہ یہ معدہ کی صفائی کرتا ہے۔'' امام ابن قیمؒ، انار کے طبی فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انار کے دانوں کا رس اگر دانوں کے باریک چھلکوں سمیت حاصل کیا جائے اور اس میں تھوڑا سا شہد شامل کر لیا جائے تو وہ آنکھوں کی متعدد بیماریوں میں کارگر ہے۔ بہر حال، انار کے طبی کرشموں (جس کے متعلق مصنف بھی دل کھول کر لکھ چکے ہیں) کے بارے میں صدیوں پرانا مقولہ دہرانا ہی کافی ہے: ''ایک انار سو بیمار'' (یک انار صد بیمار۔ فارسی میں)۔ اس کا ایک یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایک انار بھی ہو تو ایک سو مریض شفایاب ہو سکتے ہیں، اور یہ بھی کہ مریض اس قدر زیادہ لیکن علاج کے لئے صرف ایک ہی انار۔ لیکن اس سے انار کی زبردست طبی اہمیت یقیناً واضح ہوتی ہے۔

انار کو سرزمین شام و فلسطین سے خصوصی نسبت رہی ہے۔ مصر سے خروج کے بعد حضرت موسیٰؑ کی قیادت میں بنی اسرائیل صحرائے سینا کی پہنائیوں میں گھوم رہے تھے اور یہ طے کرنا تھا کہ کہاں جا کر آباد ہونا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا اور فرمایا کہ بنی اسرائیل کو ملک کنعان (فلسطین) عطا ہوگا، تب حضرت موسیٰؑ نے (بائبل کے مطابق) پیش قدمی سے قبل دریافتِ حال کے لئے کچھ آدمی کنعان بھیجے، انہوں نے ایک تو یہ بتایا کہ وہاں بڑے زور آور لوگ آباد ہیں جن سے لڑنے کی طاقت نہیں دوسرے یہ بتایا کہ وہ بڑا شاداب ملک ہے۔ چنانچہ وہاں سے وہ جن مقامی پھلوں کے نمونے حضرت موسیٰؑ کے پاس لے کر آئے ان میں انار بھی شامل تھا (ملاحظہ ہو ''کتابِ عدد'' ۔عہد نامہ قدیم)۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو صحرائے سینا میں گشت کے دوران مصر کی سبزیاں، دالیں اور میوے بہت یاد آئے، مصر کے جن پھلوں کو انہوں نے بار بار یاد کیا اُن میں انار بھی تھا (کتاب عدد۔ باب 20)۔ انہوں نے یہاں تک باغیانہ رویہ اختیار کیا کہ کہنے لگے: ''تم نے کیوں ہم کو مصر سے نکالا کہ اس جگہ لے آئے، ایسی خراب جگہ میں جس میں نہ کھیت ہیں نہ انجیر نہ انگور نہ انار۔'' بہر حال، ہمارے اِس اضافی مضمون کا مقصد یہ واضح کرتا تھا کہ بطور ایک جنتی میوے کے (جس کی طلب میں بنی اسرائیل مصر واپس جانے کی ضد کرنے لگے تھے) انار کا وجود بنی نوع انسان کے لئے ایک عظیم نعمت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ان گنت فوائد کی بنا پر) ایک نشانی ہے غور و فکر کرنے والوں کے لئے!

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طورِ سینا اور اس پر امن شہر (مکہ) کی، یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔" (القرآن۔95 : 1-4)

انجیر

(FIG)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجیر: وہ پھل جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسم کھائی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:6

انجیر

قرآنی نام:	التین
دیگر مروّج نام:	انجیر(اُردو، فارسی، ہندی، پنجابی، سندھی بنگالی، مرہٹی)
تین:	(عربی)
تینا:	(عبرانی)
انجور:	(کشمیری)
انجورو:	(تلنگو)
کاکودم بریکا:	(سنسکرت)
فگ Fig:	(انگلش)
فیگ Figue:	(فرنچ)
انجھر Injhir	(روسی)
فائکس کیریکا:	Ficus Carica (لاطینی)
فیکو Fico	(اطالوی)
سوئیکو Suico	(یونانی)
نباتاتی وسائنسی نام:	فائکس کیریکا Ficus Carica
نباتاتی خاندان:	Moraceae

قرآنی حوالہ

1: سورۃ 95 والتین، آیت: 1-4

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ○ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ○ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ○

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ O

ترجمہ:۔ ''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس پر امن شہر (مکہ) کی۔ یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا'' (95:1-4)

قرآن مجید میں ''تین'' کے نام کے تحت، انجیر کا صرف ایک بار ذکر ہوا ہے لیکن اس ایک بار ذکر کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ باری تعالیٰ انجیر، زیتون، طورِ سینا اور مقدس شہر (مکہ) کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ انسان کو روئے زمین پر بہترین ساخت اور بہترین حالت میں پیدا کیا گیا ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی (تفسیر قرآن) ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قسم کھانے کے لئے انجیر اور زیتون کا نام لینے کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ دونوں پھل انتہائی فائدہ بخش ہیں۔ آیت میں طور سینا کا ذکر اس لئے ہے کہ اسی جگہ پر حضرت موسیٰؑ نے خدائی احکام (شریعت) وصول کئے تھے۔ اسی طرح اس سورۃ میں مکہ مکرمہ کو جو شہر امن فرمایا گیا ہے وہ اس مقام کی حرمت اور اہمیت کو واضح کرنے کے لئے ہے کیونکہ یہیں حضرت محمد ﷺ نے بطور پیغمبر، اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچایا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن) کی رائے یہ ہے کہ اس سورۃ میں انجیر اور زیتون کی جو قسم کھائی گئی ہے وہ درحقیقت شام اور فلسطین کے دو شہروں کی طرف اشارہ کرتی ہے جہاں ان دونوں پھلوں کے بکثرت باغ تھے اور جہاں کئی پیغمبر مبعوث ہوئے تھے۔

مولانا عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر القرآن میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ''تین'' دراصل ایک شہر کا نام تھا جسے اب دمشق کے نام سے لوگ جانتے ہیں جبکہ ''زیتون'' یروشلم کا پرانا نام تھا۔ بعض دیگر دینی علما کا کہنا ہے کہ ''تین'' اور ''زیتون'' دراصل شمالی عرب میں واقع دو پہاڑیوں کے نام تھے۔ یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ ''تین'' سے مراد جنت کا وہ درخت (انجیر) ہے جس کے پتے آدمؑ اور حوا نے اپنے بدن ڈھانپنے کے لئے استعمال کئے تھے (یہ کسی شخص کا دعویٰ نہیں بلکہ بائبل میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام و حوا دونوں شیطان کے بہکاوے میں آ کر شجر ممنوعہ کا پھل کھا چکے تو: ''دونوں کی آنکھیں کھل گئیں اور اپنی عریانی محسوس کر کے انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی لیا اور اپنے لئے لنگیاں بنائیں۔'' کتاب تکوین: باب 3)۔ ایک اور رائے کے مطابق ''تین'' وہ مقام تھا جہاں حضرت نوحؑ کی کشتی آ کر ٹھہری تھی اور زیتون کی اہمیت کی وجہ یہ ہوئی کہ کشتی سے جو پرندہ، حضرت نوحؑ نے چھوڑا تھا وہ اپنی چونچ میں زیتون کی شاخ لئے واپس آیا جس سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہوتا تھا کہ زمین کی سطح اور روئیدگی سیلاب کے پانی سے باہر نکل آئی۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر قرآن میں لکھا ہے کہ بعض علما یہ کہتے ہیں کہ سورۃ والتین میں جن پودوں اور مقامات کا ذکر آیا ہے اُس سے اُس دور کے چار مذاہب کی اہمیت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ چنانچہ ''تین'' (انجیر) کے ذکر میں گوتم بدھ کے مذہب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہیں ایک درخت انجیر کے نیچے نروان حاصل ہوا تھا۔ زیتون کے حوالے سے مراد حضرت عیسیٰؑ کا دین ہے جنہوں نے اپنے پیغام کا اعلان زیتون کے درخت کے نیچے کیا تھا، طور سینا کے ذکر میں واضح طور پر حضرت موسیٰؑ کے دین کی طرف اشارہ ہے جب کہ مکہ کا مقدس شہر (البلد الامین) دینِ اسلام اور حضرت محمد ﷺ کی نمائندگی کرتا ہے۔ علامہ عبداللہ یوسف علی نے اپنی انگریزی تفسیر (The Meaning of Glorious Quran) میں چار مذاہب کے اس نظریے پر بحث کی ہے اور کہا ہے کہ مہاتما بدھ کو نروان (انجیر کے درخت کے نیچے نہیں) بلکہ برگد کے پیڑ کے نیچے حاصل ہوا تھا۔

خواہ، تین (انجیر) اور زیتون سے مراد درخت ہوں یا وہ مقامات جہاں یہ درخت اُگتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں ان کا ذکر اسی لئے آیا ہے کہ وہ انسان کے لئے اہم ہیں۔

انجیر (Ficus Carica) کا اصل وطن غالباً شام، فلسطین اور مصر کا علاقہ ہے جہاں یہ خودرو (جنگلی) حالت میں بھی ملتا ہے اور باقاعدہ کاشت بھی ہوتا ہے۔ درخت کی اوسط بلندی تیس فٹ تک ہوتی ہے اور یہ سال میں دو مرتبہ پھل پیدا کرتا ہے۔ پھل صرف وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں انجیر کی مخصوص چھوٹی چھوٹی بھڑیں پائی جاتی ہوں (یہ بھڑیں، عام کاٹنے والی بھڑوں سے مختلف ہوتی ہیں اور انجیر کے ٹنڈوں میں سوراخ کر کے باروری کا عمل سرانجام دیتی ہیں)۔ اگر یہ بھڑیں موجود نہ ہوں تو نہ زرخیزی ممکن ہوتی ہے اور نہ پھل حاصل ہوتا ہے۔ اگر کسی نئی جگہ پر انجیر کا باغ لگانا ہو تو وہاں کسی نہ کسی طرح اِن بھڑوں کو بھی منتقل کرنا پڑتا ہے ورنہ باغ بے ثمر رہے گا۔

انجیر غذائیت سے بھرپور پھل ہے۔ چونکہ اس میں کسی قسم کا ریشہ نہیں ہوتا اس لئے لمبی بیماری سے اٹھنے والے افراد کو خاص طور پر اس کا استعمال تجویز کیا جاتا ہے۔ خشک انجیر میں تقریباً 60% تک شکر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس میں سٹرک ایسڈ، میلک ایسڈ (Malic acid) اور متعدد غیر نامیاتی نمکیات بھی معقول مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ ایک اہم انزائم (Enzyme) جو Ficin کہلاتا ہے بھی اس میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہوتا ہے۔ درحقیقت، انجیر ایک ایسی مکمل اور متوازن غذا ہے جو آسانی سے ہضم ہو جاتی ہے۔ طب میں اس کے فوائد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ گردوں اور مثانے کی ریگ خارج کرنے میں بہت مؤثر ہے۔ بیماری کے ابتدائی اور درمیانی مرحلے میں، انجیر کا استعمال جگر اور تلی کے فعل میں رکاوٹ دور کرتا ہے۔ اسے بواسیر اور گنٹھیا میں بھی مفید پایا گیا ہے۔ عمر میں اضافے کے باوجود جگر چھوٹا رہ گیا ہو تو انجیر کے استعمال سے فائدہ ہوتا ہے۔ ایک حدیث رسول ﷺ جس کا ذکر ڈبلیو ایف کوپر W.F Cooper نے علامہ طبری کی تفسیر قرآن۔ جلد اول کے انگریزی ترجمہ (مطبوعہ آکسفرڈ یونیورسٹی پریس) میں کیا ہے، کے مطابق، حضرت محمد ﷺ نے بواسیر میں مبتلا مریضوں کو انجیر کے باقاعدہ استعمال کا مشورہ دیا تھا (جہاں تک ہمیں معلوم ہے صحاح ستہ میں شامل کسی بھی مجموعہ احادیث میں انجیر کے بارے میں کوئی حدیث موجود نہیں...... امام شمس الدین ابن قیم نے اپنی کتاب "طب نبوی" میں لکھا ہے کہ انجیر کے بارے میں کوئی مستند حدیث موجود نہیں اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ سرزمین مدینہ وحجاز میں انجیر کی کاشت نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہاں کی سرزمین اس پودے کی کاشت کے لئے موزوں نہیں تھی۔ مترجم)۔

اگرچہ انجیر کا آبائی وطن شام، فلسطین اور مصر کا علاقہ ہے، اٹلی میں یہ دو ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے متعارف کرایا جا چکا تھا جہاں کی زمین اور آب وہوا اس کو خوب راس آئی اور یہ جلد ہی جنوبی یورپ کے سارے خطے بشمول یونان پھیل گیا۔ افلاطون کے زمانے تک انجیر وہاں مقبول ترین پھل بن چکا تھا۔ افلاطون کو انجیر جنون کی حد تک پسند تھا۔ چنانچہ لوگوں نے اُسے فلوسوقوس (Philosokos) کہنا شروع کر دیا جس کا مطلب ہے انجیر (Sokos) کا عاشق (Philo) اور یوں ایک نیا لفظ فلاسفر (Philosopher) دنیا میں رائج ہوا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ انگریزی کے لفظ سکوفنٹ (syocophant) کی کڑیاں بھی انجیر (sokos) سے ملتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں کچھ لوگ یونان کے شہر کے اندر اور گردونواح میں انجیر کی موجودگی اور دستیابی کے متعلق خبریں فراہم کیا کرتے تھے جنہیں انجیر کے مخبر۔ یونانی زبان میں Sukophanti کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہ لفظ تھوڑے سے ردوبدل کے بعد انگیریزی میں Sycophant لکھا جانے لگا اور آج اِس سے مراد حد سے زیادہ کاسہ لیس اور خوشامد وتعریف کرنے والا شخص لیا جاتا ہے۔

انجیر (Ficus carica) ہندوستان کا عام پودا شمار نہیں ہوتا اگرچہ اس کی بعض خودرو اور دشتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقسام سارے ملک میں ملتی ہیں۔ اصلی انجیر کے لئے سنسکرت میں کوئی لفظ موجود نہیں جس کا واضح مطلب ہے کہ ہندوستان میں انجیر کی کاشت کے آغاز کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔

جیسا کہ انجیر کے نباتاتی نام Ficus carica سے ظاہر ہے اس کا بنیادی تعلق قبیلہ فائیکس (Ficus) سے ہے۔ اس قبیلے سے تعلق رکھنے والی چند دیگر انواع جو ہندوستان میں عام پائی جاتی ہیں یہ ہیں: فائکس بنگالنسس Ficus Bengalensis (اردو اور ہندی میں برگد یا بڑ) فائکس ریسموسا Ficus Racemosa (اردو اور ہندی میں گولر)، فائکس ریلیجوسا Ficus religiosa (اُردو اور ہندی میں پیپل) فائکس رمپھل Ficus Rumphil (ہندی میں پلکھ۔ پاکھڑ) اور فائیکس الاسٹکا Ficus elastica (ربڑ والا پودا)۔ اِس آخری درخت کو جو زیادہ تر آسام کے علاقے میں پایا جاتا تھا، سترھویں اٹھارھویں صدی تک بڑی اہمیت حاصل رہی کیونکہ اس سے ربڑ حاصل کیا جاتا تھا لیکن جب برازیل کے جنگلوں میں Hevea Brasiliensis کے نام سے موسوم ایک پودا دریافت ہوا جو بہتر قسم کے تجارتی ربڑ کا ذریعہ تھا تو آسام کے اس ربڑ والے درخت کی قدر اور اہمیت ختم ہوگئی۔ تاہم اس درخت کی بعض اقسام ''ربڑ پلانٹ'' کے نام سے آرائشی پودوں کے طور پر اب بھی کاشت کی جا رہی ہیں۔

یہ بات توجہ طلب ہے کہ مشہور و معروف حقیقی انجیر تو وہ ہے جس کا نباتاتی نام فائکس کیریکا (Ficus carica) ہے، لیکن فائکس برادری کے بعض دوسرے ارکان بھی انجیر ہی کہلاتے ہیں۔ ان میں بعض دشتی انجیر ہیں اور بعض ہندی انجیر وغیرہ۔ ہندوستان کے جس درخت کے نیچے گوتم بدھ کو نروان حاصل ہوا تھا وہ دراصل پیپل کا درخت (Ficus religiosa) تھا جب کہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے اپنی تفسیر میں غلطی سے اسے برگد کا پیڑ (Ficus indica) قرار دیا ہے۔ اگرچہ پیپل کا اصل علاقہ (جنم بھومی) ہندوستان ہے تاہم اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت مسیحؑ کے دور یا اس سے بھی پیشتر یہ درخت خطہ عرب میں پایا جاتا ہو۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ عربی لفظ ''تین'' جس کی جڑ سامی زبان میں ہے، فائکس (Ficus) کی تمام اقسام کے لئے استعمال کیا جاتا ہو۔ بہر حال، معاملہ جیسا بھی ہو، ایک ٹھوس حقیقت یہ ہے کہ ''تین'' (انجیر) فلسطین اور دیگر مقامات کا ایک اہم درخت تھا اور اس کی اسی اہمیت کی وجہ سے قرآن میں اس کا ذکر آیا ہے۔

ایک اہم حدیث

امام محمد بن احمد ذہبیؒ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ (انجیر) جنت کا پھل ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے کھایا کرو کیونکہ اس سے بواسیر کا علاج ہوتا ہے اور گنٹھیا میں بھی مفید ہے۔'' (ابن الثانی، ابونعیم)۔
(اس حدیث کی سند کے بارے میں تبصرہ کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ مترجم)

انجیر کے متعلق چند مزید اہم نکات۔ (از مترجم)

انجیر کے بارے میں حدیث جس کا مصنف نے اوپر حوالہ دیا ہے مستند نہیں، صحاحِ ستہ میں شامل کسی مجموعہ احادیث میں یہ موجود نہیں، بلکہ، امام ابن قیم نے تو واضح طور پر کہا ہے کہ ایسی حدیث مشکوک ہے۔ اس کے باوجود یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں لوگ انجیر جیسے اہم پھل سے، جس کی اللہ نے قسم کھائی ہے، واقف نہ تھے۔ یاد رہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب حضور ﷺ کے ارشاد اور ہدایات کے مطابق عمل میں آئی تھی اور اسی طرح سورتوں کو نام یا عنوان بھی (اللہ تعالیٰ کے اشارے کے مطابق) آپ ﷺ ہی کی ہدایات کے تحت دیئے گئے تھے۔ چنانچہ جس سورۃ میں اللہ پاک نے انجیر اور زیتون کی قسم کھائی ہے، اُس کا نام ''والتین'' (انجیر) اللہ کے حکم اور حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق رکھا گیا۔ لہٰذا ''انجیر'' کی اہمیت اور افادیت سے اُس زمانے میں سب لوگ بخوبی آگاہ تھے۔

عرب تہذیب وتمدن پر مشہور کتاب ''تمدنِ عرب'' (اصل کتاب فرانسیسی زبان میں 1884ء میں شائع ہوئی تھی، اس کا اردو ترجمہ بھی اُسی دور میں سید علی بلگرامی آف حیدر آباد دکن نے کیا تھا) کے مصنف ڈاکٹر گستاوَلی بان نے لکھا ہے کہ عربستان کے جنوبی حصے (یمن وغیرہ) میں قدیم زمانے میں انجیر، انگور، خوبانی اور معتدل آب و ہوا کے دیگر پھل پیدا ہو رہے تھے جنہیں برآمد بھی کیا جاتا تھا۔ (ملاحظہ ہو کتاب کا باب اول: ''عربستان کی پیدوار'')۔ ''اکنامک باٹنی'' کے ہندوستانی مصنف بی۔ پی پانڈے اور البرٹ ایف ہل دونوں نے یہ رائے دی ہے کہ انجیر کا مولد یمن کا علاقہ ہے۔

بات یہ ہے کہ یمن دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں کا گہوارہ رہا ہے۔ یہ اس قدر شاداب علاقہ تھا کہ اسے جنت عدن سے تشبیہ دی جاتی تھی اور بعض روایات کے مطابق تو حضرت آدمؑ وحوا کی جنت عدن تھی ہی یمن میں۔ یمن کی قریبی بندرگاہ ''عدن'' (جہاں کے موتی ایک زمانے میں مشہور رہے ہیں) کے نام کا تعلق بھی اسی روایت سے ہوسکتا ہے۔ خیر، کہنا یہ تھا کہ یمن سے قدیم زمانے میں جو مال تجارت مکہ اور مدینہ میں کاروانوں کے ذریعے آتا تھا اُس میں خشک میوے از قسم کشمش اور انجیر بھی لازماً ہوتے ہونگے کیونکہ جیسا کہ امام ابن قیم نے وضاحت کی ہے تب مدینے میں انجیر کی کاشت نہیں ہوتی تھی۔ یہی انجیر خشک حالت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کھایا بھی جاتا تھا اور بطور دوا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی لئے بنی نوع انسان کے لئے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

درحقیقت، قرآن حکیم میں جتنے بھی پھلوں کا ذکر ہوا ہے وہ انسان کے لئے نہایت اہم ہونے کے ساتھ ساتھ قدیم ترین بھی ہیں۔ یہی کیفیت (قدامت) انجیر کی ہے۔ اس کی قدامت کا اندازہ بائبل میں اس پھل کے ذکر سے لگایا جا سکتا ہے۔ ''کتاب سموئیل'' میں ہے کہ جب ابی جائل نے داؤد علیہ السلام کو اُن کے آدمیوں کے لئے خوراک فراہم کی تو اس میں دیگر اشیا کے علاوہ خشک انجیروں کی دو سوٹکیاں بھی شامل تھیں۔ اسی طرح ''کتاب اشعیا'' میں ہے کہ نبی اشعیا نے بادشاہ حزقیاہ کا تکلیف دہ پھوڑا (زخم) ٹھیک کرنے کے لئے اُس پر انجیر کی ٹکیہ (بطور پلستر) باندھنے کا نسخہ تجویز کیا تھا۔ (کتاب اشعیا۔ 38-21)

البرٹ ایف ہل نے لکھا ہے کہ یونانی فلسفی تھیوفریسطوس (Theophrastus) جو افلاطون کا شاگرد اور ارسطو کا دوست تھا نے پودوں اور ان کی اقسام پر اپنی کتاب ''پودوں کا جائزہ'' میں انجیر کی متعدد ورائٹیوں کے ذکر کے علاوہ اس کی کاشت کے فنی طریقوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

یہ بات بھی اس پھل کا ایک کمال ہے کہ یہ مختلف قسم کی زمینوں اور مختلف قسم کی آب و ہوا کے خطوں میں پھول پھل جاتا ہے، یمن سے لے کر یورپ جیسے ٹھنڈے علاقے تک۔ اس کے پھول ہوتے ہیں لیکن پھل کے اندر اور وہیں قدرتی طور پر یا مخصوص چھوٹی بھڑ کی وساطت سے جو پھل میں چھید کر کے داخل ہوتی ہے. اُن کی بارووری ہو جاتی ہے۔ مصنف کی یہ رائے درست نہیں کہ انجیر میں ہر حال میں بھڑوں کے ذریعے ہی سے بارووری ہوتی ہے اور اگر کسی علاقے میں یہ بھڑیں نہ ہوں تو پھل پیدا نہیں ہوتا۔ درحقیقت یہ بات انجیر کی چند معروف اقسام، جیسے سمرنا (Smyrna) اور کیپری فگ (Caprifig) وغیرہ ہیں، کے بارے میں بالکل درست ہے اور یہ واقعی انجیر کی انتہائی عمدہ اقسام ہیں، خصوصاً سمرنا، جو لاجواب پھل پیدا کرتی ہے۔ ان کا انحصار واقعی بھڑوں کے ذریعے عمل زیرگی پر ہوتا ہے۔ لیکن بہت سی دیگر اقسام ایسی ہیں جنہیں اس طرح سے عمل زیرگی کی ضرورت نہیں۔ مثلاً پاکستان میں انجیر کی جو ایک قسم کچھ عرصے سے متعارف ہے، اسے ہرگز بھڑوں کے ذریعے بارووری کی حاجت نہیں۔ یہ بھڑیں پاکستان میں موجود بھی نہیں۔ یہ ایک سیاہ رنگ کا انجیر ہے جس کی کوالٹی درمیانی ہوتی ہے اور یہ تازہ استعمال ہوتا ہے، خشک نہیں کیا جاتا۔ خشک کی جانے والی اقسام عموماً سفیدی مائل بھوری ہوتی ہیں۔ انہی اقسام میں شکر کا تناسب بھی زیادہ، یعنی 50-60% ہوتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر قسم کے انجیر کی کاشت بڑی آسانی سے بذریعہ قلم ہوتی ہے اور یہ بھی اس کے کمال کا ایک پہلو ہے کہ کاشت کے ایک دو سال بعد ہی پھل دینا شروع کر دیا ہے تا کہ انسان کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ بائبل میں جو یہ ذکر ہے کہ آدم وحوا نے جنت میں اپنی عریانی چھپانے کے لیئے انجیر کے پتے استعمال کئے تھے تو یہ بات یوں دل کو لگتی ہے کہ اس درخت کے پتے واقعی بہت چوڑے اور مضبوط ہوتے ہیں، آسانی سے تڑقتے بھی نہیں۔ بعض اقسام کے پتے اس قدر لمبے اور چوڑے ہوتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ اگر واقعی (بائبل کے بیان کے مطابق) اس درخت کے پتے آدم وحوا نے اپنے پہلے (ذاتی محنت سے تیار کئے گئے) لباس کے طور پر استعمال کئے تھے تو اس کے پتوں کی لمبائی چوڑائی اور مضبوطی دیکھ کر حیرت نہیں ہونی چاہیے۔

روسی مصنف کولنسکوف کے مطابق انجیر ایک طویل العمر درخت ہے اور سو سال سے زیادہ عرصے تک زندہ رہتا ہے۔ اس کی کافی ورائٹیاں ہیں (قریباً آٹھ سو تک) لیکن بہترین ورائیٹاں جن کا پھل اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے اور بین الاقوامی مارکیٹ میں بہت مہنگے داموں بکتا ہے، ترکی، ایران، وسطی ایشیاء، افغانستان، یمن، شام، اردن اور بحیرہ روم کے خطے میں ہوتی ہیں۔ دراصل جس علاقے میں زیتون ہوتا ہے اُسی علاقے میں انجیر بھی بہت اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے، شاید اسی لئے قرآن مجید میں دونوں کا اکٹھا ذکر آیا ہے (''والتین والزیتون'') ورنہ پیدا ہونے کو تو یہ لاہور اور امرتسر میں بھی ہو جاتا ہے۔

انجیر چھوٹا سا درخت ہوتا ہے لیکن پھل کافی لگتا ہے، ایک پودے سے ایک موسم میں ایک سو کلو گرام تک پھل حاصل ہو سکتا ہے، اگر بازار میں اس کی قیمت کو دیکھا جائے تو گویا ہر درخت مالک کو مالا مال کر دیتا ہے۔ پھل ایک سال میں دو بار تو ضرور لگتا ہے لیکن جن علاقوں میں سردی بہت کم پڑتی ہے وہاں تین فصلیں بھی ہو سکتی ہیں (بحوالہ البرٹ ایف ہل)۔ تاہم جن خطوں میں تین یا چار موسم ہوتے ہیں وہاں صرف موسم گرما کی ایک فصل ہی ہاتھ آتی ہے۔ دوسری فصل کے پکنے سے پہلے موسم خزاں اور پھر سرما شروع ہو جاتا ہے اور کچا پھل یا تو پت جھڑ میں ضائع ہو جاتا ہے یا پھر اگلے سیزن (گرما) میں نئے پھل کے ساتھ جا کر پکتا ہے۔ درخت کی ٹہنیوں پر گول گول سیاہ یا زردی مائل پھل ایک دلکش منظر پیش کرتا ہے۔ پرندوں کا یہ من بھاتا پھل ہے۔

انجیر انسان کا بہترین دوست پھل ہے، ہر اعتبار سے۔ البرٹ ہل کے کے مطابق، یہ تازہ کھایا جاتا ہے (اور فوراً ہضم ہوتا ہے)، خشک کیا جاتا ہے، بند ڈبوں میں محفوظ کیا جاتا ہے' مربے اور جیم بنتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، بیکری میں بہت استعمال ہوتا ہے۔ خشک انجیروں کو پیس کر ایک قسم کی مزے دار کافی بھی تیار کی جاتی ہے۔ گویا درجنوں انداز میں انسان اسے استعمال کرتا اور لطف اندوز ہوتا ہے۔ انجیر کا شربت، صرف مشرق میں نہیں، مغرب میں بھی صدیوں سے مقبول چلا آ رہا ہے اور خوش ذائقہ ہونے کے علاوہ گلے، پیٹ اور آنتوں کی کئی بیماریوں کا علاج ہے۔ اسے برٹش فارما کو پیا میں شامل کیا گیا ہے۔ پھل کی یہ بھی ایک خوبی ہے کہ اسے پورے کا پورا کھایا جاتا ہے، نہ چھلکا اتارنے کی ضرورت نہ کوئی گٹھلی نکالنے کی حاجت، پھر پھل کے فوائد۔ واہ واہ! فوائد کا گنجینہ کہہ لیجئے۔ اعلیٰ قسم کی خوراک اور غذا تو ہے ہی، انسانی صحت کے لئے اس کے کرشموں کے تذکرے سے طب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

طبی فوائد کا کچھ ذکر مصنف نے کیا ہے۔ ہم صرف یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ انجیر میں عفونت کو دفع کرنے کا مادہ (جیسے انٹی بائکس ادویات میں بھی ہوتا ہے) قدرتی طور پر پایا جاتا ہے اس لئے داخلی اور بیرونی دونوں استعمالات میں یہ عفونت، سوزش اور ورم کا علاج ہے۔ امام ابن قیم لکھتے ہیں: ''انجیر زہر سے محفوظ رکھتا ہے، تمام پھلوں سے زیادہ اس میں غذائیت پائی جاتی ہے۔ سینے، حلق اور سانس کی نالی کی خشونت میں نافع ہے، جگر اور طحال کی صفائی کرتا ہے، معدے سے خلط بلغم کو جلا دے کر نکالتا ہے اور بدن کو شاداب کرتا ہے......اس کا گودا بہت عمدہ ہوتا ہے، گرم مزاج والوں کے اندر تشنگی رفع کرتا ہے، مزمن کھانسی کے لئے مفید ہے، پیشاب آور ہے......'' ''کتاب المفردات'' میں حکیم فصیح الدین چغتائی نے انجیر کے طبی خواص کا خلاصہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ پھل، انسان کے معدے، گلے، جگر، اعصاب اور مثانے سے متعلق عوارض میں بے حد موثر ہے، یہاں تک کہ فالج میں بھی کارگر ہے۔ تنہا انجیر کے استعمال سے گلے کے بڑھے ہوئے غدودوں اور درد کی پرانی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جبکہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو چھپا رہی تھی۔ نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں"۔ (القرآن۔ 53:13-18)

سِدر (دیودار یا بیری کا درخت)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیودار: بعض لوگوں کے مطابق سدرہ کا مطلب دیودار بھی ہوسکتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سدرہ (بیری) قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے۔ جنت کی بیریاں بے خار ہوں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:7

سِدر (دیودار۔ یا بیری کا درخت)

قرآنی نام: سدر۔ سِدرۃ

دیگر مروّج نام: شجرۃ اللہ، ارز، ارزلرب، ارز البنان (عربی)

سرو آزاد: (فارسی)

سیڈر Cedar: (انگلش)

سیڈر Cedre: (فرنچ)

زیڈر Zedar: (جرمن)

سیڈرس Cedrus: (لاطینی)

سیڈرس، کیڈراس Cedros- Kedros: (یونانی)

ایرز۔ اہرازم Eraz- Ahrazim: (عبرانی)

(مضنف نے اس درخت (Cedar) کا اُردو یا ہندی نام نہیں رکھا۔ بہر حال اُردو، اور ہندی میں یہ درخت دِیار یا دیودار کہلاتا ہے۔ تاہم مصنف کا یہ نظریہ بحث طلب ہے کہ قرآن مجید میں ''سدرۃ'' نامی جس درخت کا ذکر آیا ہے اس سے مراد انگریزی والا Cedar ہے، یعنی دیودار۔ اس پر آگے چل کر بات ہوگی۔ مترجم)

نباتاتی وسائنسی نام: سیڈرس لبانی Cedrus Libani

نباتاتی خاندان: Pinaceae

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی حوالے

1: سورۃ 34،سبا،آیات:15-16۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ
كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ○
فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ
جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ○

ترجمہ:۔ ''سبا کے لئے اُن کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں اور بائیں۔کھاؤ اپنے رب کا رزق اور شکر بجالاؤ اُس کا، ملک ہے عمدہ، پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا۔مگر وہ منہ موڑ گئے۔آخر کار ہم نے اُن پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور اُن کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دے دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔'' (34:15-16)

2: سورۃ 53 النجم،آیات:7-18۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ
اَدْنٰى ○ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ○ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○
اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ○ عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهٰى ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○

ترجمہ:۔ ''اور وہ بلند آسمان کے کناروں پر تھا۔پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا۔پس وہ دو کمانوں کے بقدر فاصلہ پر رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی۔جو بھی پہنچائی۔دل نے جھوٹ نہیں کہا جسے (پیغمبر نے) دیکھا۔کیا تم جھگڑا کرتے ہو اس پر جو (پیغمبر) دیکھتے ہیں۔تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔سدرۃ المنتہٰی کے پاس اسی کے پاس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنت الماویٰ ہے۔ جب کہ سدرہ کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو چھپا رہی تھی۔ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں۔''
(18-7:53)

3: سورہ 56 الواقعہ، آیات: 27-34۔

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ○ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ○ وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ○ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ○ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ○ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ○ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ○ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ○

ترجمہ:۔ ''اور داہنے ہاتھ والے، کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے، وہ بغیر کانٹوں کی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں، اور بہتے ہوئے پانی، اور بکثرت پھلوں میں، جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں اا اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے۔ (34-27:56)

قرآن مجید میں لفظ ''سدرہ'' کا ذکر چار بار آیا ہے۔ سورۃ النجم میں اس کا ذکر دو مرتبہ ہوا ہے، جبکہ سورۃ الواقعہ اور سورۃ سبا میں ایک ایک دفعہ ہوا ہے۔ اِن چار حوالوں میں صرف ایک (سورۃ سبا) اِس دنیا سے تعلق رکھتا ہے جب کہ باقی تینوں حوالے جنت اور آسمانوں کے بیان کے ضمن میں ہیں۔

قرآن مجید کے مترجمین اور مفسرین کی اکثریت نے ''سدرۃ'' کو ایک پھل دار درخت قرار دیا ہے جسے ہندوستانی زبانوں (اور اردو) میں بیری اور یورپی زبانوں میں جو جوب (Jujube) یا ززلفیس (Ziziphus) کہتے ہیں۔ تاہم مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر قرآن میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ سورۃ النجم میں جس سدرۃ المنتہیٰ (بیری) کا ذکر ہے اُسے اِس دنیا کی بیری کی طرح خیال کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کس قسم کا درخت ہے جس کی جڑیں چھٹے آسمان میں ہیں اور شاخیں ساتویں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے اپنی تفسیر قرآن میں وضاحت کی ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ دراصل وہ سرحد ہے جو اس دنیا کو دوسری دنیا سے الگ کرتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں اوپر آسمانوں میں کسی ایسے درخت کا وجود تسلیم کرنے کے متعلق متذبذب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ایک یقینی بات ہے کہ پودوں سمیت اس دنیا کی بہت سی چیزیں جنت میں بھی ہیں۔ سورۃ الواقعہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالماجد دریا بادی نے بعض مفسرین کی اس رائے کا حوالہ دیا ہے کہ ''سدرہ'' کا مطلب ضروری نہیں کہ بیری کا درخت ہو، بلکہ کوئی دوسرا خوبصورت درخت بھی ہوسکتا ہے۔ مولانا عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو احکام الٰہی ایک بڑے ذی شان درخت کے پاس دیئے گئے تھے اسی طرح حضرت محمد ﷺ کو بھی اپنے رب کا دیدار ''سدرہ'' نامی ایک درخت کے پاس حاصل ہوا۔

لغت القرآن (عبدالرشید نعمانی وسید عبدالدائم جلالی۔ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی) میں ''سدرہ'' کی تعریف ایک ایسے درخت کے طور پر کی گئی ہے جو انسانی علم کی آخری حد کو ظاہر کرتا ہو۔ کچھ ایسا ہی مفہوم غلام احمد پرویز نے اپنی 'لغت القرآن'' میں بیان کیا ہے۔ اس کے مطابق، سدرۃ المنتہیٰ انسان کے ادراک کی ایک حد ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن) کہتے ہیں کہ سدرۃ المنتہیٰ در حقیقت ایک مقام ہے جہاں حضور ﷺ نے دوسری مرتبہ، فرشتہ جبرائیل کو اُن کی اصل صورت میں دیکھا اور ملاقات کی لیکن اس درخت (سدرہ) کی اصل حقیقت اور تفصیل جاننا مشکل ہے۔ بہر حال (ان کے خیال میں) یہ کوئی ایسی چیز تھا جسے بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانی زبان کے لفظ ''سدر'' کو ہی موزوں ترین سمجھا۔ ''ڈکشنری آف اسلام'' کا مصنف (Thomas Patrick Hughes) سدرۃ المنتہیٰ کو حدِ آخرین کا درخت سمجھتا ہے۔

علامہ عبداللہ یوسف علی نے اپنی انگریزی تفسیر قرآن میں ''سدرہ'' کی شناخت متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے مطابق یہ نباتاتی قبیلہ زِزِلفیس (Ziziphus) سے تعلق رکھنے والا بیری کا درخت ہے جو عرب میں خودرو حالت میں ملتا ہے اور کاشت بھی کیا جاتا ہے۔ باوجودیکہ کہ بیشتر مفسرین قرآن نے ''سدرہ'' کو ممکنہ طور پر بیری کا درخت قرار دیا ہے، یہ بات قابلِ غور ہے کہ ان کی اکثریت نے سورۃ النجم کا ترجمہ کرتے ہوئے، لفظ سدرۃ المنتہیٰ یا سدرہ کو برقرار رکھا ہے۔ این۔ جے داؤد نے اپنے انگلش ترجمہ قرآن (مطبوعہ پنگوئن بکس۔ یو۔ کے) میں سدرۃ المنتہیٰ کا ترجمہ ''شجر سدرہ'' اور ''سدر مخضود'' کا ترجمہ بے خار سدرہ کیا ہے۔

سدرہ کی اصل حقیقت اور صحیح شناخت طے کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس درخت کے متعلق قرآنی حوالوں کے مقصد کا بغور جائزہ لیں۔ لفظ سدرہ کے بارے میں چاروں حوالوں میں سے ایک بھی آیت ایسی نہیں جس میں اسکے پھل کے وجود کی طرف کوئی اشارہ ہو۔ علاوہ ازیں، ان میں سے کسی آیت میں سدر کا ذکر دیگر پھل دار درختوں کے ساتھ نہیں آیا، جیسے، مثلاً کھجور (نخل) زیتون، انجیر (تین)، انگور (عنب)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورانار (رمان)۔ان تمام پھلوں اور پھل دار درختوں کا بہت سی آیات میں متعدد مرتبہ اکٹھا ذکر کیا گیا ہے لیکن کہیں بھی سدرہ کا نام ان کے ہمراہ نہیں آیا۔ لہذا یہ بالکل واضح ہے کہ سدرہ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے پھل نہیں بلکہ صرف درخت کی خوبصورتی، پائیداری اور شان پر زور دیا ہے۔ مثلاً، سورۃ النجم اور سورۃ الواقعہ میں، سدرہ کے ذکر میں آسمانوں اور جنت کا شاندار منظر پیش کیا گیا ہے جبکہ سورۃ سبا میں، سدر اُن تین پائیدار درختوں میں سے ایک درخت بتایا گیا ہے جو عرم کے خوفناک سیلابوں کی تباہی سے بچ نکلے۔ دیگر دو درخت تھے فراش (اثل) اور ون (خمط)۔ (افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ محض ایک نیا خیال یا مفروضہ پیش کرنے کے لئے مصنف نے بعض واضح حقائق کو نظر انداز کر دیا ہے، درحقیقت، اس سلسلے میں وہ بائبل میں مذکور درختوں اور پودوں پر کتابیں تصنیف کرنے والے مغربی ماہرینِ نباتات سے زیادہ متاثر ہو گئے ہیں۔ بائبل کا جس قوم سے بنیادی تعلق ہے وہ کسی اور علاقے کی تھی (فلسطین اور لبنان کی) جب کہ قرآن جس پیغمبر پر اتارا گیا وہ کسی اور علاقے (صحرائے عرب) کی قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اس بات کو چھوڑ دیں۔ مصنف کا یہ دعویٰ کہ سدرہ کا ذکر قرآن مجید میں بطور ایک پھلدار درخت کہیں نہیں آیا اور صرف ایک بڑے، چھتنار اور شاندار درخت کے طور پر ذکر آیا ہے، قرآنی مفہوم اور حقائق کے سراسر برعکس ہے۔ یہ بات بھی درست نہیں کہ کچھ بیکار مگر پائیدار درخت، سدّ مارب تباہ کرنے والے سیلاب سے بچ نکلے تھے اور دوبارہ سرسبز ہو گئے تھے جن میں سے سدر بھی ایک تھا۔ قرآن مجید کی آیت کے مفہوم سے بھی یہ دعویٰ مطابقت نہیں رکھتا۔ مصنف کی تگ و دو دراصل اس خیال پر مرکوز ہے کہ قرآن مجید میں مذکور سدرہ کو انگریزی کا سیڈر (Cedar) درخت ثابت کیا جائے، یعنی دیار یا دیودار کا درخت، خواہ آغاز اسلام سے اب تک تمام مفسرین کی رائے اور متعلقہ آیات اور احادیث کا مقصد و منشا کچھ بھی ہو۔ یقیناً مصنف نے اپنا یہ نیا خیال پیش کرنے میں بڑی محنت کی ہے جس کی داد دینا چاہئے لیکن جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ ہے بہرحال غلط۔ دوسری ناانصافی مصنف سے یہ سرزد ہو گئی ہے کہ ''سدرہ'' کو Cedar ثابت کرنے کے شوق میں، اس اہم پھل (بیری) کی افادیت اور انسان کے لئے زبردست اہمیت پر کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ مصنف کا یہ دعویٰ بھی عقلاً درست نہیں کہ چونکہ سدرہ کا ذکر کسی جگہ بھی دوسرے پھلوں کے ہمراہ نہیں آیا لہٰذا وہ پھل کے مقام پر فائز ہونے کا مستحق نہیں، آخر کھجور کا ذکر بھی تو کئی جگہ تنہا آیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک مفصل نوٹ، اس مضمون کے ترجمہ کے خاتمے پر لکھا جا رہا ہے۔...... مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی سدرہ کی شناخت ثابت کرنے سے پہلے ہمیں اُن لوگوں کی رائے کا جائزہ لینا چاہیے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سدرہ سے مراد بیری کا درخت ہے جو زیفس Ziziphus کی جنس سے تعلق رکھتا ہے۔ پیکسٹن بوٹانیکل ڈکشنری (Paxton Botanical Dictionary) کے مصنف سیموئل ہیرمین Samuel Hereman کے مطابق، لفظ ززلفیس (Ziziphus) دراصل عربی لفظ زیزوفون سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے خاردار جھاڑی۔ درحقیقت ززیفس کی جنس سے تعلق رکھنے والی تمام انواع، کانٹے دار ہوتی ہیں اور ان کی جڑیں زیادہ گہری نہیں جاتیں (اپنے اس دعویٰ کی کہ بیری کے درخت کی جڑیں گہری نہیں ہوتیں، مصنف نے کوئی سند پیش نہیں کی، حقیقت جبکہ برعکس ہے، اپنی گہرائی تک جانے والی اور کافی گہری سطح پر پانی حاصل کر سکنے کی صلاحیت رکھنے والی جڑوں کی وجہ سے ہی تو یہ درخت خشک صحرا میں جہاں بہت کم بارش ہوتی ہے زندہ و سلامت رہتا ہے۔ مترجم)

ززلفیس کی تین اقسام جو عرب میں پائی جاتی ہیں، وہ ہیں: ززلفیس موریطیانا جو برصغیر میں بھی عام ملتی ہے اور بیر پیدا کرتی ہے، ززیفس لوٹس (Z.Lotus) جس کے پھل کو عناب کہتے ہیں، اور ززلفیس سپائنا کرسٹی (Z.Spina christi) جس کے نام کی وجہ تسمیہ یہ مسیحی روایت ہے کہ اس کے کانٹوں سے حضرت عیسیٰؑ کو پہنانے کے لئے "تاج" بنایا گیا تھا۔ یہ تمام اقسام عام طور پر چھوٹے قامت کی خاردار جھاڑیاں ہوتی ہیں لیکن بعض اوقات چھوٹے درخت کے برابر بھی ہو جاتی ہیں (مصنف کی یہ بات بھی درست نہیں، راقم الحروف کے ذاتی مشاہدے میں بیریوں کے انتہائی بلند قامت درخت بھی آ چکے ہیں۔ مترجم) بیری کی یہ سب قسمیں، کھانے کے لائق پھل پیدا کرتی ہیں اگرچہ وہ مزے میں اُن دیگر پھلوں کی طرح عمدہ نہیں ہوتا جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے، یعنی کھجور، انگور، انجیر، انار اور زیتون۔ بیری کی یہ تینوں اقسام ایندھن کا بڑا ذریعہ ہیں لیکن کسی طرح بھی موزوں عمارتی لکڑی فراہم نہیں کرتیں۔ یہ سب پودے افریقہ اور ایشیا کے گرم میدانی علاقوں میں پائے جاتے ہیں اور سرد آب و ہوا کے پہاڑی خطوں میں نہیں ہوتے۔ صرف بیریوں پر مشتمل باقاعدہ باغات نہیں لگائے جاتے۔ یہ پودے عام طور پر خودرو یا ٹکڑیوں میں کاشت کئے ہوئے یا دوسرے باغات کے اردگرد حفاظتی باڑھ کی صورت میں لگے ہوئے ملتے ہیں۔

اب اگر بیری کی مندرجہ بالا خصوصیات کو سامنے رکھیں تو ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جس سدرہ کا قرآن پاک میں ذکر ہے وہ ان تینوں میں سے بیری کی کسی قسم سے تعلق نہیں رکھتی۔ سورۃ النجم اور سورۃ الواقعہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سدرہ درختوں کی خوبصورتی بیان کی گئی ہے جبکہ سورۃ سبا میں، یمن کے پہاڑی علاقے کے سطح سمندر سے چار ہزار فٹ بلند ٹھنڈے ماحول میں اس کی موجودگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ (بحوالہ ''ارض القرآن''۔ سید سلیمان ندوی)۔ سطح سمندر سے اس قدر بلندی پر بیری کے پودے کم از کم خودرو حالت میں، پروان نہیں چڑھ سکتے۔ (مصنف کا یہ دعویٰ بھی محض ایک مفروضہ ہے۔ حقائق سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ مترجم)۔ اسی طرح، بیری کو ایسا دلکش اور مفید درخت بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنت کے متعلق آیات میں تذکرے کی مستحق بنے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اِن آیات میں سدرہ کے پھل کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اِن حالات میں اُن اصحابِ علم کی آرا کا تجزیہ ضروری ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سدرہ کوئی ''دوسرا اچھا درخت'' بھی ہوسکتا ہے۔ یہ صورت حال ہمیں ممکنہ طور پر لبنان کے سیڈر (دیودار لبنانی) کو قرآن کا حقیقی سدر تسلیم کرنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ یہ پرشکوہ درخت، جس کا نباتاتی نام سیڈرس لبانی (Cedrus libani) ہے، عربی میں ارزالرب، یا شجرۃ اللہ یا ارز البنان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف عرب کا انتہائی خوبصورت اور بارعب درخت ہے بلکہ غالباً پورے عالم نباتات میں اس جیسا شاندار دکھائی دینے والا درخت اور کوئی نہیں۔ (اگر سرزمینِ عرب سے مراد سرزمین نزول قرآن، یعنی حجاز ہے تو ہماری معلومات کے مطابق یہ درخت وہاں کبھی موجود نہیں ہوا۔ ارضِ لبنان، تاریخ میں فلسطین کا حصہ رہی ہے جہاں کی آب و ہوا کوہستانی اور سرد ہے۔ مصنف کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ پورے عالمِ نباتات میں دیودار جیسا حسین کوئی اور درخت نہیں۔ بھلا کھجور کے حسن و جمال کے بارے میں مصنف کا کیا خیال ہے؟...... مترجم)۔ لبنانی دیودار بڑا اونچا درخت ہوتا ہے، ڈیڑھ سو فٹ تک بلندی حاصل کر لیتا ہے، تنے کا قطر اکثر آٹھ فٹ جبکہ گھیر چالیس فٹ تک دیکھنے میں آیا ہے۔ باہوں کی طرح باہر کو پھیلی ہوئی شاخوں اور گہرے سبز پتوں کی گھنی افزائش کے ساتھ ایک شاندار منظر پیش کرتا ہے۔ ذرا فاصلے سے دیکھا جائے تو درخت اپنے قطار بر قطار پتوں کے ساتھ ایک بڑے مخروطی مینار کی طرح وقار اور شان و شوکت کا ایک مجسمہ دکھائی دیتا ہے۔ مولڈنکے (Plants of the Bible) نے درست کہا ہے کہ انسان دیودار کے درخت (یا اس کے جنگل) کو دیکھتے ہی اس کے حسن سے مبہوت ہو جاتا ہے۔ دیودار کا نظارہ مسحور کن ہونے کے علاوہ مخمور کن بھی ہوتا ہے۔

دیار کا درخت اعلیٰ درجے کی عمارتی لکڑی پیدا کرتا ہے۔ یہ لکڑی چمکیلی، وزن میں ہلکی، پائیدار اور دیودار کی مخصوص رال (تیل) کی موجودگی کی وجہ سے خوشبودار ہوتی ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر ولادت مسیحؑ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قبل بڑے بڑے معبد دیودار کی لکڑی سے بنائے جاتے تھے۔ ایسی عمارات کی صفائی اور دھلائی کے لئے زیادہ تردد کی ضرورت نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے عظیم الشان قصر کی تعمیر اسی حیرت انگیز درخت کی لکڑی سے ہوئی تھی اور اس مقصد کے لئے ایک لاکھ اسی ہزار مزدوروں کو استعمال کیا گیا تھا جو بڑے بڑے درختوں کو کاٹتے اور انہیں دارالسلطنت یروشلم منتقل کرتے تھے۔ (یہاں مصنف نے بائبل کی ''کتاب اخبار'' اور اسرائیلی روایات پر انحصار کیا ہے جب کہ قرآن مجید کی سورۃ ''ص'' اور سورۃ ''سبا'' میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ طاقتور جنات جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے اور تعمیر کے کام میں مہارت رکھتے تھے، اُن کے ذریعے محل اور قلعے تعمیر کروائے گئے تھے۔ مترجم)۔ فراعین کے دور میں بھی لبنان کے دیودار کے بڑے بڑے جنگلات کاٹے جاتے رہے اور اُن کی عمارتی لکڑی مصر منتقل کی گئی جہاں صدیوں تک باقی رہنے والے محلات اور عبادت خانے تعمیر کئے گئے۔ دیودار کے درخت اتنی کثرت سے کاٹے گئے کہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ درخت بالکل کمیاب ہو گئے اور بعض علاقوں میں ان کی کٹائی اور بربادی پر تنقید اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا جانے لگا۔

لبنان کے اس مشہور زمانہ درخت کا بائبل میں ایرز کے نام سے ذکر کیا گیا جس کا ترجمہ، یونانی اور دیگر یورپی زبانوں کی بائبل میں، کیڈراس، سیڈرس، سیڈرو، سیڈروس وغیرہ، کیا گیا ہے۔ یہ دعویٰ بھی کیا گیا ہے کہ اس درخت کا عبرانی نام ''ایزز'' اور اس کا عربی میں متبادل ''ارز'' دونوں ہی سامی زبان سے نکلے ہیں (بحوالہ: دی ڈکشنری آف بائبل: ولیم سمتھ اینڈ جے۔ ایم فلر (انگلش۔) یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے، شام، فلسطین اور عراق کے وسیع وعریض علاقے یونانی اور اطالوی سلطنتوں کے دائرہ اثر میں تھے۔ چنانچہ تلفظ اور شکل میں تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ، پودوں کے بہت سے رومن اور یونانی نام عربی زبان میں بھی اپنا لئے گئے۔ چنانچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ عربی کا ارز اور عبرانی کا ایرز، سیڈرس اور سیڈرو سے اخذ ہونے کے بعد عربی میں سدر یا سدرہ کہلایا جانے لگا ہو۔ تاہم جب اصلی سیڈر (دیودار) یعنی قرآن میں مذکور سدرہ خود اپنے وطن، (لبنان اور شام) میں بھی ناپید ہونے لگا تو لوگوں نے دوسرے درختوں کو سدرہ کہنا شروع کر دیا۔ (افسوس کہ اس قسم کی نرالی منطق سے متفق ہونا بہت مشکل ہے۔ گویا اگر کسی جگہ کوئی پودا کسی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ناپید ہو جائے تو لوگ دوسرے کسی موجود پودے کا نام بدل کر اُس ناپید پودے کے نام سے موسوم کر دیں گے۔ اس نظریے میں جو سطحیت اور خامی ہے وہ بالکل واضح ہے...... مترجم)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال کے طور پر حجاز کے پہاڑی علاقوں اور عرب کے دیگر بلند مقامات پر ڈھوپ کے درخت (Juniperus) پائے جاتے تھے جنہیں ارز (سدر) کے نام سے پکارا جاتا تھا حالانکہ ان کا اصل عربی نام عرعر تھا۔ جب ان ڈھوپ کے درختوں کو بھی، لبنان کے بدقسمت دیودار کی طرح کاٹ کاٹ کر ختم کر دیا گیا (کیونکہ انسانی آبادی کی عمارتی لکڑی اور ایندھن کے لئے بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو بھی تو پورا کرنا تھا) تو بعض دوسرے درختوں، بالخصوص ''ززیفس'' (بیری) کو سدرہ کہا جانے لگا۔ اس لئے بھی کہ بیری کی متعدد قسمیں، جیسے ززیفس لوٹس (عناب) اور ززفیس سپائنا کرسٹی (جھڑ بیری) جزیرہ نمائے عرب میں خودرو پائی جاتی ہیں (بحوالہ: Flora Arabica and Aden- by:E: Blatter)۔ چنانچہ اس طرح اصلی سدرہ، یعنی لبنانی دیودار (ارزالرب) کو پیچھے اندھیرے میں دھکیل دیا گیا اور اس کی جگہ یہی نام عام بیری پر چسپاں کر کے عوام الناس میں مقبول و مشہور کر دیا گیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پودوں کے دیسی اور مقامی ناموں میں اس قسم کی تبدیلیاں کسی ملک کے نباتاتی اثاثوں یا لسانی خطوں میں کوئی انوکھی بات نہیں۔ مثال کے طور پر رال پیدا کرنے والے قینو، قوپل اور ٹیک وغیرہ کا اطلاق متعدد ایسے پودوں پر کیا جاتا ہے جو بالکل مختلف نباتاتی قبیلوں اور خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہم آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ حقیقی سدرہ، لبنانی دیودار (Cedurs Libani) ہی تھا اگرچہ ڈھوپ اور بیری جیسے درختوں کو بھی لوگ ''سدرہ'' کہتے رہے ہیں۔

لبنان کے اصلی دیودار کی تصویر دیکھنے سے ہی قرآن میں مذکور درخت، سدر کی شان و شوکت، پائیداری، بلندی اور وسعت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پرشین، انگلش، ڈکشنری کے مصنف ایف سٹینگیس (F.staingas) نے فارسی لفظ ''سدرۃ قامت'' کے معنی ''دراز قد'' لکھے ہیں جن سے اس درخت کی بلند قامتی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ درحقیقت ایک زمانے میں دیودار کو درختوں کا شہنشاہ کہا جاتا تھا۔ بائبل میں کئی مقامات پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسے شجر خداوند بھی کہا گیا ہے اور بائبل کی ''کتاب مزامیر'' میں اس کی شان اور خوبصورتی کا ذکر احترام سے یوں کیا گیا ہے: ''خداوند کے درخت سیراب ہیں، یعنی لبنان کے وہ دیودار جو اس نے لگائے ہوئے ہیں (16:104)'' ...... بائبل کی اسی کتاب (مزامیر) میں ایک اور جگہ اس درخت کا ذکر اس طرح آیا ہے: ''اُس کے سائے سے پہاڑ اور اس کی شاخوں سے خدا کے دیودار ڈھانپے گئے۔ (11:80)''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات دلچسپی سے نوٹ کرنے والی ہے کہ عربی میں دیودار کو شجر اللہ یا شجر الرب بھی کہا جاتا ہے اور سنسکرت اور ہندی زبانوں میں بھی دیودار کا مطلب خدا کا درخت ہے۔(بحوالہ: Wealth of India- Raw Materials)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، حضرت عیسیٰؑ کے دور سے ظہورِ اسلام تک، یونانی اور دیگر یورپی زبانوں میں ''الازر'' کے لئے جو الفاظ مستعمل تھے وہ لفظ ''سدرہ'' سے کافی ملتے تھے۔ چنانچہ اگر ہم ارز البنان کو قرآن کا سدرہ مان لیں تو قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں سدرہ کا ذکر آیا ہے بالکل واضح اور اس پودے کے عین مطابق دکھائی دیتی ہیں۔

چھٹے اور ساتویں آسمان پر موجود درخت سدرہ (سورۃ النجم) اس علاقے کا بلند ترین درخت اور خدا کی خوبصورت ترین مخلوقات میں سے ایک تھا۔ چنانچہ کئی انبیاء نے اس درخت کی شان اور خوبصورتی کا ذکر کیا ہے۔ ایک اور سورۃ (الواقعہ) میں، جہاں جنت کا منظر بیان کیا گیا ہے، اس کا نام ''سدر مخضود'' آیا ہے، جس کا مطلب ہے بے خار سدرہ کیونکہ اسی سورۃ کے اگلے جملے میں ایک اور درخت ''طلح'' کا ذکر ہے جس سے مراد ہے ایک کانٹے دار درخت۔ یعنی ببول (Acacia saiyyal)۔ (مصنف کی یہ رائے، مفسرین قرآن کی اکثریت کی رائے کے مطابق نہیں، بظاہر، قرآنی متن بھی لفظ ''طلح'' کے اس مفہوم کی تائید نہیں کرتا۔ مفسرین کے مطابق، ''طلح'' سے مراد کیلے کا پودا ہے، جو کانٹوں سے خالی اور جس کا منظر نظر نواز ہوتا ہے۔ مترجم)۔

سورۃ سبا میں مذکور ''سدرہ'' کا مفہوم یوں واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں کہا گیا ہے کہ وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے سیل عرم کی زد سے صرف تین قسم کے درخت بچ سکے تھے، ورنہ تو سب باغات مکمل طور پر ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ یہ تین درخت تھے: خمط (Salvadora Persica)، اثل (Tamarix aphylla) اور سدرہ (Cedrus libani) چونکہ درختوں کی یہ تینوں اقسام مضبوط اور گہری جڑوں والی ہوتی ہیں اس لئے مآرب کے مقام پر سیل عرم کے دوران اِن کا زندہ اور برقرار رہنا ایک منطقی اور قدرتی امر تھا۔ (مصنف کی اس عجیب وغریب تھیوری بلکہ مفروضے پر سر پیٹنے کو دل چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سورۃ سبا کی متعلقہ آیات کے مطابق سیل عرم ایک بڑا عذاب خداوندی تھا جس کے نتیجے میں ایک بھی درخت یا پودا سلامت باقی نہیں رہا تھا، چنانچہ یہ کہنا کہ کچھ لمبی جڑوں والے درخت بچ گئے تھے قرآن مجید کے بیان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف ایک جسارت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نباتاتی حقائق کی رو سے کسی بڑے سیلاب سے لمبی یا گہری جڑیں کسی پودے کو محفوظ رکھنے میں کوئی خاص کردار ادا نہیں کرتیں۔ البتہ اگر سیلاب کا پانی چند دنوں کے بعد زمین کو چھوڑ دے تو اکثر بڑے اور اونچے درخت محفوظ رہتے ہیں لیکن اگر کچھ عرصے تک زمین پر پانی کھڑا رہے تو درخت گہری جڑوں کے باوجود ''دم گھٹ کر'' مر جاتے ہیں۔ سیل عرم ایسا سیلاب تھا کہ اُس نے علاقے کے تمام باغات اور درخت ختم کر دیئے تھے۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد اُن پھل دار درختوں کی جگہ خودرو جھاڑیاں اور پودے اُگ آئے اور ایسے تباہ کن سیلاب کے نتیجے میں عموماً ایسے ہی ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل، موجودہ مضمون کے ترجمے کے بعد پیش کی جائے گی...... مترجم)

مآرب کے مقام پر لبنانی دیودار کے درختوں کی موجودگی کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بلند کوہستانی علاقہ (تقریباً 4000 فٹ تک بلند) ہونے کی وجہ سے وہاں کی آب و ہوا سرد تھی اور دیودار اسی قسم کی آب و ہوا اور ماحول کا درخت ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ تب لبنانی دیودار یمن میں موجود ہوتا ہوگا جو اُس دور میں ایک نہایت خوشحال اور مہذب سلطنت تھی۔

جزیرہ نمائے عرب کی نباتات کے متعلق مختلف ماہرین نے انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں جو لٹریچر تحریر کیا ہے اُس سے واضح ہوتا ہے کہ بیری کی تینوں اقسام، دھوپ کی متعدد اقسام اور فراش کی چند اقسام کو ابھی تک مقامی طور پر سدر اور ارز کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ (بحوالہ: Flora of Aden and Flora of Arabia از E. Blatter)۔ اس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ظہور اسلام کے وقت حقیقی ''سدر'' لبنانی الارز (دیودار) ہی تھا اگرچہ دھوپ اور بیری کے بعض دیگر درختوں کے لئے بھی یہی دو نام، یعنی سدر اور ارز، استعمال کئے جا رہے ہونگے۔ تاہم یونانی، اطالوی اور دیگر زبانوں میں، جن کا شمالی عرب پر بہت اثر تھا۔ سیڈرس، سیڈر، سیڈرو وغیرہ سے مراد فقط لبنانی دیودار (Cedrus libani) تھا نہ کہ بیری (ززیفس۔Ziziphus)۔

حضرت محمد ﷺ کی بعض احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآنی سدر، بلند و بالا دیودار ہی ہو سکتا تھا اور نہ کہ بیری جیسی کوئی کانٹے دار جھاڑی۔ مثال کے طور پر صحیح ابوداؤد میں ایک حدیث ہے جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ لوگ جو سدر کو کاٹتے ہیں انہیں سر کے بل جہنم میں داخل کیا جائے گا۔''
اسی مجموعہ احادیث (ابوداؤد) میں شامل ایک اور حدیث کے مطابق، آپ ﷺ نے سدرہ کاٹنے والوں پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعنت فرمائی تھی۔ روایت کے مطابق، آپ ﷺ کے علم میں مکہ کے بعض لوگوں کی یہ حرکت لائی گئی تھی کہ انہوں نے گھروں کے دروازے بنانے کے لیے سدرہ کی لکڑی استعمال کی تھی جو کہ ایک بدعت تھی (اس حدیث کی رو سے تو مصنف کے دعویٰ کی تردید ہوتی ہے کیونکہ دیودار کی لکڑی تو ہمیشہ عمارتی کاموں میں استعمال ہوتی رہی ہے، اس سے دروازے بنانا کوئی نئی بات نہیں ہوسکتی تھی، ہاں البتہ، بیری جیسے کسی پھل دار درخت کو گھر کے دروازے بنانے کی لکڑی حاصل کرنے کے لئے کاٹنا ایک قابلِ اعتراض حرکت ہوسکتی تھی، چنانچہ اِن دونوں احادیث سے جن کا حوالہ مصنف نے دیا ہے، مفسرینِ قرآن کے اس قول کی مزید تصدیق ہوتی ہے کہ سدرہ، جس کا ذکر قرآن میں ہے، سے مراد بیری کا پھلدار درخت ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ دیودار کا درخت نہ تو مکّہ میں اُگتا تھا اور نہ مدینہ میں، لہٰذا وہاں اسے کاٹنے یا محفوظ رکھنے کا کوئی سوال نہ تھا۔ ہاں، بیری کا درخت، صحرائے عرب کا خاص پھلدار درخت ہے، جس کی قدر کی جاتی ہے۔ مترجم)۔ ان حدیثوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ سدرہ ہی الارز (دیودار) درخت تھا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اِن درختوں کو کاٹنے اور تباہ کرنے کے خلاف تنبیہہ سے مقامی نباتاتی دولت کی حفاظت اور ماحولیاتی توازن برقرار رکھنے کے سلسلے میں آپؐ کے سائنسی رویے کی عکاسی ہوتی تھی۔ کہا جاسکتا ہے کہ اگر لبنان اور شام میں آج بھی دیودار کے کچھ ذخیرے باقی ہیں تو اس کی بنیادی وجہ اِن درختوں کے کٹنے کے خلاف مسلمانوں کا عمومی رویہ ہے۔ ورنہ اگر کبھی اِن کے جنگلات کاٹنے کی عام اجازت دے دی گئی ہوتی تو آج وہاں دیودار کا ایک درخت بھی کھڑا دکھائی نہ دیتا۔ مندرجہ بالا احادیث کا اطلاق درخت ''الارز'' پر ہوتا ہے، بیری پر ہرگز نہیں۔ خودرو اور جھاڑی جیسے بیری کے درخت کو کاٹنا کوئی بڑا گناہ شمار نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے برعکس، بیری کے پرانے درختوں کی کاٹ چھانٹ ان کی تیز رفتار افزائش نو میں ممد ثابت ہوتی ہے۔ یہ خیال کہ حضور ﷺ نے صرف مدینہ یا مکّہ کے بیری کے درختوں کو کاٹنا ممنوع یا ناپسندیدہ قرار دیا تھا، معقول معلوم نہیں ہوتا۔

(مصنف کے اس مفروضہ خیال کی سطحیت اور تضاد ہم پہلے واضح کر چکے ہیں، دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ان احادیث سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپؐ نے لوگوں کو دیودار کے درخت کاٹنے سے منع کیا تھا، خصوصاً جبکہ وہاں یہ درخت پائے ہی نہ جاتے تھے۔ اپنے خودساختہ نظریے کی تقویت کے لئے، ایک پیغمبر کے ساتھ جس کا مشن لوگوں کو صراطِ مستقیم کی طرف بلانا تھا، ماحولیاتی توازن اور سائنسی رویے وغیرہ جیسی نئی مغربی اصطلاحات منسوب کرنا بھی عجیب سی بات لگتی ہے۔ مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری میں منقول ایک حدیث کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے واقعہ معراج کا ذکر کرتے ہوئے صحابہ کو بتایا کہ سدرۃ المنتہیٰ ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح معلوم ہوتے تھے جب کہ پھل ہجر کے مٹکوں جیسا تھا۔ اب اگر (جیسا کہ دیودار کی تصویر سے دکھائی دیتا ہے) اس درخت کا اس کی شاخوں اور مخروطی پھل (Cone) کے ساتھ قریب سے جائزہ لیا جائے تو اس کی شکل و صورت کی وضاحت کے لیے جو تشبیہ حدیث میں استعمال کی گئی ہے وہ دل کو لگتی ہے۔

صحیح بخاری، ترمذی اور احادیث کی دیگر کتابوں میں منقول کئی احادیث میں لوگوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مردوں کو نہلانے کے لئے گرم پانی میں سدر کے پتے شامل کیا کریں۔ یہاں دیودار اور دھوپ کے پتے زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ ان میں ایک قسم کا نہایت موثر جراثیم کش اور دافع عفونت تیل پایا جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ دونوں درخت دستیاب نہ ہوسکیں تو بیری کے پتے قدرتی طور پر ایک عمدہ متبادل ہیں۔ چنانچہ ان تینوں میں سے کسی بھی درخت کے پتے (بشرطِ دستیابی) میت کے غسل میں استعمال کرنا درست ہو گا۔ (افسوس کہ مصنف نے غسلِ میت کے لئے بیری کے پتوں کو محض ایک متبادل ذریعہ قرار دیتے ہوئے بڑی دلیری سے حدیث کے واضح الفاظ اور دوٹوک مفہوم کو اپنی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے جو کسی طرح بھی روا قرار نہیں دی جاسکتی۔ حدیث میں تو واضح طور پر صرف بیری کے پتوں کا ذکر ہے۔ دیودار وغیرہ کے پتوں کے استعمال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اگر غسلِ میت کے لیے جراثیم کش پتوں کا استعمال ضروری شرط ہوتا تو پھر دیودار کے پتوں سے زیادہ موثر جراثیم کش، درخت یوکلپٹس کے پتے تھے جبکہ یہ درخت بھی صحرائے عرب کا درخت نہیں ہے۔ مترجم)

اوپر بیان کردہ حقائق کی روشنی میں قرآنی سدرہ دراصل لبنان کا دیودار ہی ہے اور اسے بیری کے درخت کے ساتھ ملانا ایک ایسا تاریخی مغالطہ ہے جو پودوں کے مقامی اور دیسی ناموں کی وجہ سے آج تک برقرار ہے۔

اہم احادیث:

(1) ''عبداللہ بن حبشیؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر کوئی شخص ''سدر'' کو کاٹے گا (کاٹ کر برباد کرے گا) تو اللہ اُسے سر کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔''

(صحیح ابوداؤد)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(2) ''حسان بن ابراہیمؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن عروۃ سے سدر کے کاٹنے سے متعلق دریافت کیا جب وہ عروہ کے گھر کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اُس نے کہا: کیا تم ان دروازوں کو نہیں دیکھتے ہو؟ انہیں عروہ کی سدر سے بنایا گیا تھا جسے عروہ اپنی زمین سے کاٹا کرتا تھا۔ اس نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ حمید اس پر یہ اضافہ کرتے ہیں۔ اے عراقی تم نے بدعت کا کام کیا ہے۔ اس نے کہا۔ اس پر میں نے کہا یہ بدعت تو تم سے ہوئی ہے۔ میں نے مکہ میں کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا: رسول اللہ ﷺ نے اُس شخص پر لعنت فرمائی جو سدر کو کاٹتا ہے۔ تب اُس نے باقی ماندہ روایت اُسی انداز میں بیان کی۔'' (صحیح ابوداؤد)

اہم اضافی نوٹ: مترجم

(سدرہ'' عمارتی لکڑی والا پہاڑی درخت نہیں' ایک پھل دار جنتی درخت ہے۔ چند حقائق)

ایک ایسی نئی بات یا انوکھی تھیوری ثابت کرنے کے لئے جس کا (قرآن اور احادیث کی روشنی میں) حقیقت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں، مصنف نے واقعی بڑی محنت کی ہے اور تحقیق کی خاصی مشقت برداشت کی ہے۔ تاہم اس قدر محنت اور ٹیکنیکل قسم کی بحث (لسانیاتی حوالے وغیرہ) کے باوجود بات بنی نہیں۔ بظاہر مصنف، کتاب The Plants of the Bible سے خاصے متاثر ہیں اور اس کے نتائج کا اطلاق قرآن مجید میں مذکور ایک پھل دار درخت پر بھی کرنا چاہتے ہیں، یہ کچھ ایسی ہی صورت حال ہے جیسے علامہ اقبال نے کہا تھا: تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پازند۔ ''پازند'' کو پارسی مذہب کے لوگ اپنی الہامی کتاب مانتے ہیں)۔ قرآن مجید اور عربی زبان میں بیری یا بیر کے درخت کو سدر یا سدرہ کہتے ہیں جو انگریزی اور چند یورپی زبانوں کے لفظ سیڈر Cedar یا سیڈرس Cedrus سے صوتی خصوصیات میں ضرور ملتا ہے لیکن دونوں کے معانی مختلف ہیں، مصنف چاہتا ہے کہ ایک لمبی چوڑی لیکن بے بنیاد تاویل کر کے دونوں کے معانی و مفہوم میں بھی تطبیق پیدا کر دے حالانکہ مختلف زبانوں کے کئی ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو تلفظ میں مماثل ہونے کے باوجود معانی میں سراسر برعکس ہوتے ہیں۔ انگریزی کے لفظ ''سیڈر'' کا مطلب یقیناً دیودار ہے، یہ بھی درست ہے کہ بائبل میں لبنان کے سیڈر (دیودار) کی بڑی شان بیان ہوئی ہے لیکن وہ عرب اور قرآن کا سدر یا سدرہ نہیں جس کا مطلب ہے بیری کا درخت۔ ارز یا عرعر وغیرہ سے بھی اس کا کوئی تعلق نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک ہمیں معلوم ہے کسی مفسر قرآن یا عربی دان نے آج تک قرآن مجید کے لفظ سدرہ کو یورپ اور بائبل کا سیڈر ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ احادیث میں جس سدرہ کے پتوں کو غسل میت میں استعمال کرنے کی ہدایت ہے، اس سے صاف صاف مراد بیری کا درخت ہے کیونکہ عرب مکے اس علاقے میں جہاں اسلام طلوع ہوا دیودار کا کوئی وجود نہیں تھا (جب کہ بیریاں وہاں عام تھیں اور اب بھی ہیں) اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ آپ ﷺ اپنے پیروکاروں کو ایسے درخت کے تازہ پتے استعمال کرنے کی ہدایت فرماتے جو وہاں اُگتا ہی نہ ہو۔

مصنف کا اصل مخمصہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیری کو ایک بھدا اور معمولی قسم کا پودا سمجھتا ہے جو ایک خودرو، خاردار، بے وقعت جھاڑی کے طور پر تو کہیں نہ کہیں اُگ سکتا ہو لیکن ایک جنتی اور پھلدار پودے کے طور پر ایک الہامی کتاب میں ذکر کے لائق نہ ہو اور چونکہ دیودار (بالخصوص پر شوکت لبنانی دیودار، جس کی ایک خوبصورت تصویر بھی کتاب میں شامل کی گئی ہے) ایک طویل القامت، جسیم، چھتنار اور شاہِ اشجار کا لقب پانے والا مشہور و معروف درخت ہے اور اس کا انگریزی نام (سیڈر) بھی سدرہ سے ملتا ہے لہٰذا قرآن کا سدر یا سدرہ بھی وہی (دیودار) درخت ہونا چاہیے۔ مصنف کے نزدیک کم از کم سدرۃ المنتہیٰ تو یقینی طور پر دیودار ہی ہوسکتا تھا کیونکہ دیودار کی طرح وہ بھی ایک عظیم الشان اور بلند قامت درخت تھا۔ درحقیقت یہ سب باتیں مفروضوں اور غلط نتائج پر مبنی ہیں۔

قرآن مجید میں سدرہ کا ذکر تین بار آیا ہے۔ ایک تو سورۃ النجم میں سدرۃ المنتہیٰ کے نام سے ذکر ہے۔ ہمیں اس درخت کی تفصیل کے لئے کسی قیاس آرائی کی ضرورت نہیں۔ یہ بیری کا ہی درخت ہے لیکن اس دنیا یا جنت کی بیری سے سراسر مختلف۔ حضور ﷺ نے خود اس کے متعلق وضاحت فرمادی تھی کہ اس درخت کی شاخیں سونے کی، پھل مٹکوں کی طرح اور پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح دکھائی دیتے تھے اور اس کے اوپر سونے کے پروانے چھا رہے تھے۔ ان حدیثوں کے راوی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (صحیح مسلم)، حضرت انسؓ (صحیح مسلم) اور حضرت اسما بنت ابی بکرؓ (صحیح ترمذی)۔ گویا درخت، دیودار کے مماثل ہرگز نہیں (دیودار کے نہ پتے اس طرح ہوتے ہیں اور نہ پھل، بلکہ کھانے والا پھل ہوتا ہی نہیں، ''کون'' (Cone) ہوتے ہیں)، یہ بیری کی طرح ضرور ہے اور نام بھی وہی ہے، البتہ کسی اور دنیا کا درخت ہے جو ہمارے شعور اور ادراک سے ماورا ہے۔ سورۃ الواقعہ میں بھی بیری کا ہی ذکر ہے۔ یہ ''سدر مخضود'' (بغیر کانٹوں کے بیری) ہے، جنت کا ایک پھل دار درخت۔ اگر اس پھل کا تنہا ذکر آ بھی گیا ہے تو کیا حرج ہے؟ اس کے ساتھ کیلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(طلح) کا بھی ذکر ہے وہ بھی تو ایک پھل ہی ہے، مصنف کا اصرار ہے کہ طلح سے مراد کیکر یا ببول ہے، بہر حال اس پر بات موقع آنے پر ہوگی۔ فی الحال یہ وضاحت کرنا مقصود ہے کہ سورۃ الواقعہ میں بیری کے جس پھلدار درخت کا ذکر ہے وہ جنت کی بیری ہے اور کانٹوں کے بغیر، کیونکہ جنت میں تکلیف دینے والی کوئی چیز نہیں ہو گی، جب کہ کانٹے خواہ پھلدار پودے یا گلاب کے ہوں وہ تکلیف اور اذیت کا باعث ہوتے ہیں۔ مصنف کے ذہن میں چونکہ ایک بات بیٹھی ہوئی ہے کہ بیری کوئی اعلیٰ پھل نہیں (بلکہ کبھی اس کو غریب آدمی کا پھل بھی کہا جاتا تھا) لہٰذا وہ اسے جنت کا پھل تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جنت میں تو ہر پھل اس دنیا کے اُسی قسم کے پھل سے اعلیٰ تر ہوگا ہی، اس دنیا میں بھی ایک نوع کے پھل کی ادنیٰ اور اعلیٰ اقسام ہوتی ہیں۔ مثلاً آم کی اقسام میں چونسہ ثمر بہشت یا انور رٹول کا مقابلہ لنگڑا یا سندھڑی وغیرہ نہیں کر سکتے۔ یہی معاملہ بیری کا ہے۔ سورۃ الواقعہ کی اسی آیت کی تشریح میں سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن۔ جلد پنجم) لکھتے ہیں:

''ایک شخص تعجب کا اظہار کر سکتا ہے کہ بیر ایسا کون سا نفیس پھل ہے جس کے جنت میں ہونے کی خوشخبری سنائی جائے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جنت کے بیروں کا تو کیا ذکر خود اِس دنیا کے بھی بعض علاقوں میں یہ پھل اتنا لذیذ، خوشبودار اور میٹھا ہوتا ہے کہ ایک دفعہ منہ کو لگنے کے بعد اسے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور بیر جتنے اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں ان کے درختوں میں کانٹے اتنے ہی کم ہوتے ہیں۔ اس لئے جنت کے بیروں کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے کہ ان کے درخت بالکل ہی کانٹوں سے خالی ہوں گے''۔ جب جنت میں اس قدر لذیذ پھل والی بے خار بیریاں ہوں گی تو باری تعالیٰ اُن کا ذکر کیوں نہ فرمائیں۔ راقم الحروف کا یہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ پھل کے انتہائی خوشنما لذیذ اور شیریں (سیب سے بھی بڑھ کر) ہونے کے علاوہ بیریوں کی بعض اقسام کے درخت نہایت قدآور، خوش منظر، شاداب، وسیع وعریض اور بہت کم خاردار ہوتے ہیں۔

لڑکپن میں ایسے کئی درختوں کی چوٹی تک پہنچ کر بیر توڑنا یاد ہے۔ اِن درختوں پر ہم اس لئے آسانی سے کسی ضرر کے بغیر چڑھ جاتے تھے کہ ان کی شاخوں پر کانٹے کم ہوتے تھے یا بالکل نہیں ہوتے تھے۔ بیری کے درخت کا پھیلاؤ بھی مشہور ہے اور بعض اوقات کافی وسیع رقبے کو گھیر لیتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور دوسری سدرہ یا بیری وہ ہے جس کی پہچان کانٹوں سے خالی جنتی پھل (سدر مخضود) کے طور پر ہوتی ہے۔

ایک انتہا پر بیری کا وہ اعلیٰ ترین، لذیذ ترین اور خوشبودار ترین پھل ہے جو جنت میں دوسرے اعلیٰ درجے کے نفیس پھلوں (مثلاً کھجور، انجیر، انگور، انار وغیرہ) کے برابر باوقار انداز میں کھڑا ہے اور دوسری انتہا پر وہ انتہائی خاردار خودرو قسم کی جھڑ بیری ہے جس کا ذکر سورۃ سبا میں آتا ہے۔ دراصل یہی وہ بے وقعت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھاڑی ہے جو مصنف کے ذہن میں اُلجھن پیدا کر رہی ہے اور جس کی وجہ سے وہ ''سدر مخضود'' کا اعلیٰ وارفع مقام بھی لبنانی دیودار کے سپرد کرنے پر تل چکے ہیں۔ (اس دنیا اور بالخصوص عرب میں بیری کے نارمل درخت کا ذکر آخر میں کریں گے)۔ سورۃ سبا میں جس قسم کی معمولی یا جنگلی بیریوں کا ذکر ہے وہ چند دیگر ادنیٰ پودوں کی طرح سیلاب عرم کے اثرات ختم ہونے کے کچھ عرصہ بعد مآرب (یمن) کے مقام پر اُگ آئی تھیں اور چونکہ قوم سبا کے لئے سیلاب عذابِ الٰہی کا کوڑا تھا اس لئے سیلاب کے بعد اُن کے پچھلے دو شاداب و سرسبز باغوں کی جگہ اِسی قسم کے گھٹیا اور ادنیٰ پھلوں نے سنبھالی۔ مصنف کا یہ کہنا کہ یہ ادنیٰ پودے پہلے سے موجود تھے اور سیلاب میں اپنی گہری جڑوں کی وجہ سے نابود ہونے سے بچ گئے، درست نہیں۔ قرآن مجید اس مفروضے کی نفی کرتا ہے۔ سد مآرب کے ٹوٹنے اور تباہ کن سیلاب سے قوم سبا کے باغات برباد ہونے کی کہانی، عبرت انگیز ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں انتہائی مستند اور مفصل معلومات حال ہی میں شائع ہونے والی دو اہم تحقیقی کتابوں میں دی گئی ہیں۔ یہ ہیں: ''اطلس القرآن'' از دکتور شوقی ابوخلیل۔ اردو ترجمہ از شیخ الحدیث حافظ محمد امین۔ مطبوعہ دارالسلام۔ اور ''تباہ شدہ اقوام'' از ہارون یحییٰ۔ اردو ترجمہ از ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، مطبوعہ، اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان۔ اِن معلومات کا چھوٹا سا خلاصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

قوم سبا، جزیرہ نمائے عرب کے جنوبی علاقے یمن میں آباد تھی۔ اس قوم یا تہذیب کا زمانہ 950 ق م سے 550 عیسوی تک ہے۔ ملکہ سبا (بلقیس) کا تعلق اسی قوم سے تھا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات کی تھی اور اُن کی دعوت توحید بھی قبول کی تھی۔ اس قوم کا دارالحکومت مارب یمن کے موجودہ دارالحکومت صنعا سے 175 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا، یہ شہر آج کل یمن کے ایک صوبے کا مرکزی شہر ہے۔ اُس زمانے میں یہ شہر اپنی جغرافیائی اہمیت کی بنا پر بہت خوشحال اور ترقی یافتہ تھا۔ اہلِ سبا نے اپنی تہذیب کے آغاز میں ہی مآرب کے قریب جہاں ایک دریا گزرتا تھا ایک اہم ڈیم تعمیر کیا تھا۔ مآرب کے نزدیک بلق نامی پہاڑ میں ایک وادی تھی جس کے دہانے پر اہلِ سبا نے مٹی کی ایک بہت موٹی دیوار (ڈیم۔ سد مآرب) کھڑی کی تھی جس کی لمبائی 1800 فٹ اور بلندی 42 فٹ تھی۔ بند یا دیوار کی دونوں جانب پانی کے اخراج کے راستے تھے۔ اس طرح وہ لوگ بارش اور پہاڑی ندی نالوں کا کثیر پانی دو پہاڑوں کے درمیان روک کر نچلی سطح پر واقع کم از کم 27 ہزار ایکڑ میدانی زمینوں کو سیراب کرتے تھے۔ سورۃ سبا میں دائیں اور بائیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانب دو باغوں کا ذکر ہے۔ یہ دو الگ الگ میدان تھے اور ڈیم سے نکلنے والی دو نہروں سے سیراب ہوتے تھے۔ ان میدانوں یا باغوں میں انگور اور دوسرے پھل بکثرت تھے۔ اہل سبا ایک عرصہ تک اسلام اور توحید پر قائم رہے لیکن ہر قسم کی نعمتوں خصوصاً زرعی خوشحالی نے آہستہ آہستہ ان میں تکبر پیدا کر دیا اور انہوں نے کفر و سرکشی کی راہ اختیار کی۔ انہوں نے وہ راستہ اپنایا جس سے ان کی خوشحالی محرومی میں بدل گئی۔ انہوں نے یہ تصور کیا کہ ساری خوشحالی، زرخیزی، پھلوں کی فراوانی، آبپاشی کا بہترین نظام ان کے اپنے فن اور ہنرمندی کا نتیجہ ہے اور ''وہ اللہ سے دور ہو گئے۔'' قرآن حکیم نے اہل سبا کو دی جانے والی سزا کو سیل العرم قرار دیا جس کا معنی ہے۔ ڈیم یا بند کا سیلاب، یعنی وہ سیلاب جو بند ٹوٹنے سے آیا۔ یہ واقعہ 542ء میں پیش آیا۔ ہوا یہ کہ مآرب کے قریبی پہاڑوں پر کئی دن تک مسلسل طوفانی بارش ہوتی رہی اور پانی کا دباؤ اور بلندی دونوں بڑھتے گئے۔ پانی بند کے اوپر سے بہنے لگا مگر بارش تھمنے کا نام نہیں لیتی تھی، بالآخر کثیر پانی کے مسلسل دباؤ سے بند کے پیر اکھڑ گئے۔ بارش پہلے ہی کھیتوں، باغوں اور گھروں کو پانی سے بھر چکی تھی، اس پر بند ٹوٹنا قیامت ہو گیا۔ گویا یہ ایک چھوٹا طوفانِ نوح تھا۔ اس سیلاب سے برپا ہونے والی تباہی کے نتیجے میں شہر مآرب اور اسکے اطراف میں علاقے سرسبز کھیتوں، نفیس پھلوں اور خوشبودار درختوں سے محروم ہو گئے۔ باشندوں کی اکثریت نے منتشر ہو کر شام، عراق اور حجاز کا رخ کیا۔ انگور کے باغ، زرخیز میدان کلیتاً تباہ ہو گئے۔ قوم سبا کی تہذیب اور خوشحالی ڈیم کی تباہی کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ قانونِ خداوندی کے عین مطابق۔ ایک آباد و شاداب سرزمین ویران صحرا میں بدل گئی۔ کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب سیلاب کا پانی مکمل طور پر خشک ہوا تو ''پورے علاقے میں باغوں کی جگہ جھاؤ کے درخت، جنگلی بیریاں اور پیلو کے درخت اُگ آئے۔'' یہ ادنیٰ پھلدار درخت اور بدمزہ میوے اُن دو میدانوں میں اُگے جہاں پہلے نفیس اور عمدہ پھلوں کے باغات ہوا کرتے تھے۔ یہ تھا سیل عرم کا قصہ۔

مصنف فرماتے ہیں کہ سیل عرم میں مکمل تباہی سے بچ نکلنے والوں میں بیریاں نہیں بلکہ گہری جڑوں والے لبنانی دیودار کے درخت تھے جو مصنف کے نزدیک بڑی شان اور عزت والا درخت ہے، جبکہ قرآن مجید کے مطابق سیلاب کے بعد وہاں صرف ادنیٰ قسم کے پودے اُگے تھے۔ گویا مصنف اپنے مفروضے کی خود ہی تردید کر رہے ہیں۔ بہرحال، قرآن مجید کے بیان اور دیگر شواہد سے صاف ظاہر ہے کہ یمن کے اُس علاقے میں ایک بڑے اور تباہ کن سیلاب کے بعد ادنیٰ قسم کے پودے اُگ آئے تھے جن میں خودرو اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کانٹوں والی بیریاں بھی تھیں۔ یہ پودے میدانی اور صحرائی علاقوں میں عام ملتے ہیں اور دیگر پودوں کی طرح بیج سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ گویا سیلاب کے پانی میں پیلو، جھاؤ اور خاردار جنگلی بیریوں کے بیج کہیں سے تیرتے ہوئے اُس علاقے میں پہنچے اور سیلاب اترنے کے بعد وہاں پھوٹ پڑے۔ مآرب کی آب و ہوا (میدانی آب و ہوا) ان پودوں کے لئے سازگار تھی اس لئے یہ اُگ آئے۔ یہ تھی دوسری انتہا والی بیری، یعنی وہ ادنیٰ بیریاں جو شاندار اور نفیس پھلوں کے باغات کی بربادی کے بعد اہلِ سبا کے علاقے میں سیلابی پانی میں بہہ کر آنے والے بیجوں سے پیدا ہو گئی تھیں۔

اب بیری کی اعلیٰ ترین قسم (سدر مخضود) تو وہ ہوئی جس کا ذکر سورۃ الواقعہ میں ہے، ادنیٰ ترین وہ ہے جس کا ذکر سورۃ سبا میں ہے۔ تیسری اور نارمل قسم دونوں کے درمیان آتی ہے۔ یہ وہ قسم ہے جس کی دنیا میں باقاعدہ کاشت کی جاتی ہے، بلکہ سورۃ سبا میں بھی یہ اشارہ موجود ہے کہ سیلاب سے پہلے وہاں اعلیٰ قسم کی بیریاں باغوں میں موجود تھیں، اسی لئے اُن کی جگہ (بطور سزا) سیلاب کے بعد گرے پڑے یا بہہ کر آنے والے بیجوں (گٹھلیوں) سے عام قسم کی اور ادنیٰ بیریاں پیدا ہو گئیں۔ یعنی گو پھلدار پودوں کی جگہ کچھ پھل دار پودے ہی اُگے لیکن تھے غیر اہم۔ یہ ایک نباتاتی حقیقت ہے کہ کسی اعلیٰ درجے کی ورائٹی کے بیجوں سے ویسی خصوصیات کے حامل پودے (پھلدار) پیدا نہیں ہوتے۔ یہی معاملہ مآرب کے پھلوں کے ساتھ ہوا لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ وہاں سیلاب سے قبل جو باغ تھے وہاں عمدہ قسم کی بیریاں بھی پائی جاتی تھیں۔ اِن بیریوں کو انگریزی میں جوجوب (Jujube) کہتے ہیں اور اِن کی افزائش نسل (عمدہ خصوصیات کو برقرار رکھنے کے لئے) پیوند یا چشمہ چڑھانے کے طریقے سے ہوتی ہے۔ اکثر دیگر پودوں کے برعکس بیری کے پتے موسم گرما میں جھڑ جاتے ہیں اور سردی کے آغاز میں نرم و نازک پھولوں کے ساتھ خوبصورت اور چمکیلے پتے نمودار ہوتے ہیں۔ جتنی عمدہ قسم اتنے ہی چوڑے اُس کے پتے اور کانٹے کم۔ ادنیٰ اقسام کے پتے چھوٹے چھوٹے، پھل چھوٹا گولیوں کی طرح، گلے کو پکڑنے والا اور کانٹوں کی بھرمار ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں اِن ادنیٰ اقسام کا قد بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ بیری کے پھولوں سے مخصوص مہک آتی ہے جو دور دور سے شہد کی مکھیوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ کسی بھی دوسرے پودے کی نسبت شہد کی مکھیاں، بیری کے پھولوں کی طرف زیادہ راغب ہوتی ہیں۔ ستمبر۔ اکتوبر میں جب بیریوں پر بور آتا ہے، شہد کی مکھیاں بھی دور دراز جگہوں سے نقل مکانی کر کے وہاں پہنچ جاتی ہیں بلکہ یوں سمجھیں کہ بیریوں کو ڈھانپ لیتی ہیں (سدرۃ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المنتھٰی پر سونے کے پروانوں کے چھانے کا تصور کریں)۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ بیری کے پھولوں کا رس چوسنے والی مکھیوں کا شہد دنیا کا بہترین، شفا بخش ترین، خوشنما ترین اور اعلیٰ ترین شہد ہوتا ہے۔ بے شمار تکالیف میں بیری کا شہد انسان کو شفا دیتا ہے۔ اس لئے بھی کہ خود بیری کے پھل میں قدرت نے کئی امراض کی شفا رکھی ہے جبکہ شہد تو ہوتا ہی سراسر شفا ہے۔(''اس (شہد) میں لوگوں کے کئی امراض کی شفا ہے۔ بے شک سوچنے والوں کے لئے اس میں بھی نشانی ہے۔'' سورۃ النحل:69)

البرٹ ایف ہل (Economic Botany) کے مطابق، بیری کی اصل جنم بھوی ملک چین ہے، جہاں اس کا شمار پانچ اہم ترین پھلوں میں ہوتا ہے اور گزشتہ چار ہزار برس سے وہاں اس کی باقاعدہ کاشت ہو رہی ہے۔ کھجور، انار، انجیر، انگور اور زیتون کی طرح بیری کا شمار بھی دنیا کے قدیم ترین پھلوں میں ہوتا ہے۔ نہ صرف گرم، گرم مرطوب بلکہ معتدل آب و ہوا کے خطوں میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔ صحرائے عرب کا بھی یہ خاص پھل ہے۔ بیری کی ایک منفرد خوبی یہ ہے کہ اس پر بیماریوں کا حملہ بہت کم ہوتا ہے۔ کھجور، انگور اور انجیر کی طرح اس کی یہ بھی خوبی ہے کہ اسے تازہ، خشک اور محفوظ تینوں حالتوں میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چین میں اس کا استعمال مختلف ڈشوں، جیم اور مٹھائیوں میں بھی ہوتا ہے کیونکہ اس کی کئی اقسام اس قدر شیریں اور لذیذ ہوتی ہیں کہ بہترین قسم کا سیب بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا، شاید اسی وجہ سے اسے ''چینی کھجور'' بھی کہا جاتا ہے۔(بحوالہ۔ بی۔ پی۔ پانڈے)

چین اور برصغیر ہندو پاک میں بیری کی جو مختلف اعلیٰ اقسام بذریعہ پیوند کاشت کی جا رہی ہیں وہ نباتاتی نام ''ززیفس موریطیانا'' (Ziziphus mauritiana) کے تحت آتی ہیں۔ انہیں میں سے ایک قسم جو چین میں پیدا ہوتی ہے، کا خشک پھل ''عناب'' کے نام سے پنساریوں اور حکیموں کے ہاں دیسی نسخوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ روسی ماہر نباتات۔ وی۔ کولیسنکوف (Fruit Biology) کے مطابق، بیری کی پچاس انواع اور سیکڑوں اعلیٰ ورائٹیاں پائی جاتی ہیں اور یہ درخت سخت گرم سے لے کر وسطی ایشیا اور ترکی کی معتدل بلکہ قدرے سرد آب و ہوا میں بھی خوب پھلتا پھولتا ہے۔ اس کی عمر طویل ہوتی ہے اور ایک صدی سے زیادہ پرانے درخت بھی پھل دیتے رہتے ہیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بیری بہت زیادہ پھل دینے والا درخت ہے۔ کولیسنکوف کے مطابق بیر میں قدرت نے کئی شفا بخش حیاتین اور معدنی عناصر رکھ دیئے ہیں۔ میٹھے بیروں میں 55% سے زائد شکر اور معقول مقداروں میں پروٹین، ایش، وٹامن اے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وٹامن بی، وٹامن سی، فولاد، فاسفورس اور دیگر عناصر پائے جاتے ہیں۔ پھل جو عموماً گول، مخروطی یا لمبوترا ہوتا ہے، فروری، مارچ میں پک جاتا ہے۔ پکنے پر اس کا رنگ زرد یا سرخ ہو جاتا ہے۔ تب یہ بہت خوشنما اور پرکشش نظر آتا ہے۔

اب یہ غریبوں کا پھل بھی نہیں رہا بلکہ کافی مہنگا ہونے کی وجہ سے امیروں کا پھل بن چکا ہے۔ اس کی معاشی اہمیت کی وجہ سے اسے وسیع پیمانے پر باقاعدہ باغ کی صورت میں کاشت کرنے کا رواج بڑھ رہا ہے۔ یہ درخت خشک سالی کا خوب مقابلہ کرتا ہے۔

بیری یا بیر کا درخت بے شمار فوائد رکھتا ہے۔ اس کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے اور دیسی زرعی آلات بنانے میں استعمال کی جاتی رہی ہے۔ دروازے وغیرہ بھی بن سکتے ہیں۔ غسل میت میں (حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں) اس کے پتوں کے استعمال کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ بیری کے پتوں کے نچلے حصے پر سفید سفوف سا ہوتا ہے، پتوں کو اُبال کر پانی سے سر کے بال دھوئے جائیں تو کہا جاتا ہے بالوں کی سکری اور خشکی رفع ہوتی ہے۔ امام ابن قیم (طب نبوی) نے اسکے پھل کی اہمیت کے بارے میں ایک مرفوع حدیث یہ نقل کی ہے: ''حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو آپ نے زمین کے پھلوں میں سب سے پہلا پھل جو کھایا وہ بیر تھا۔'' اس حدیث سے اس پھل کی قدامت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ عربی میں بیری کے پھل کو ''نبق'' کہتے ہیں۔ امام ابن قیم کے مطابق نبق، معدے کی مختلف تکلیفوں کا علاج ہے۔ قبض ہو تو قبض دور کرتا ہے، اسہال ہوں تو اُن کا علاج بھی ہے۔ گلے کے امراض، زکام اور کھانسی میں اس کے خشک پھل (عناب) کو ہر جوشاندے میں شامل کیا جاتا ہے۔ صفرا، پیاس کی زیادتی اور آنتوں کے زخم میں مفید ہے۔ اپنی ظاہری شکل وصورت، لمبوتری گٹھلی، زرد و سرخ رنگ اور میٹھے گودے کی بنا پر، بیر، کھجور کے پھل سے زبردست مشابہت رکھتا ہے۔ شاید اسی لئے یہ دونوں صحرائی ماحول اور گرم آب وہوا کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا کھجور کو بیر کی بہن بھی کہا جا سکتا ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مگر وہ منہ موڑ گئے (اللہ سے)۔ آخر کار ہم نے اُن پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور اُن کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دے دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔"

(القرآن۔16:34)

جھاؤ (Tamarisk)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

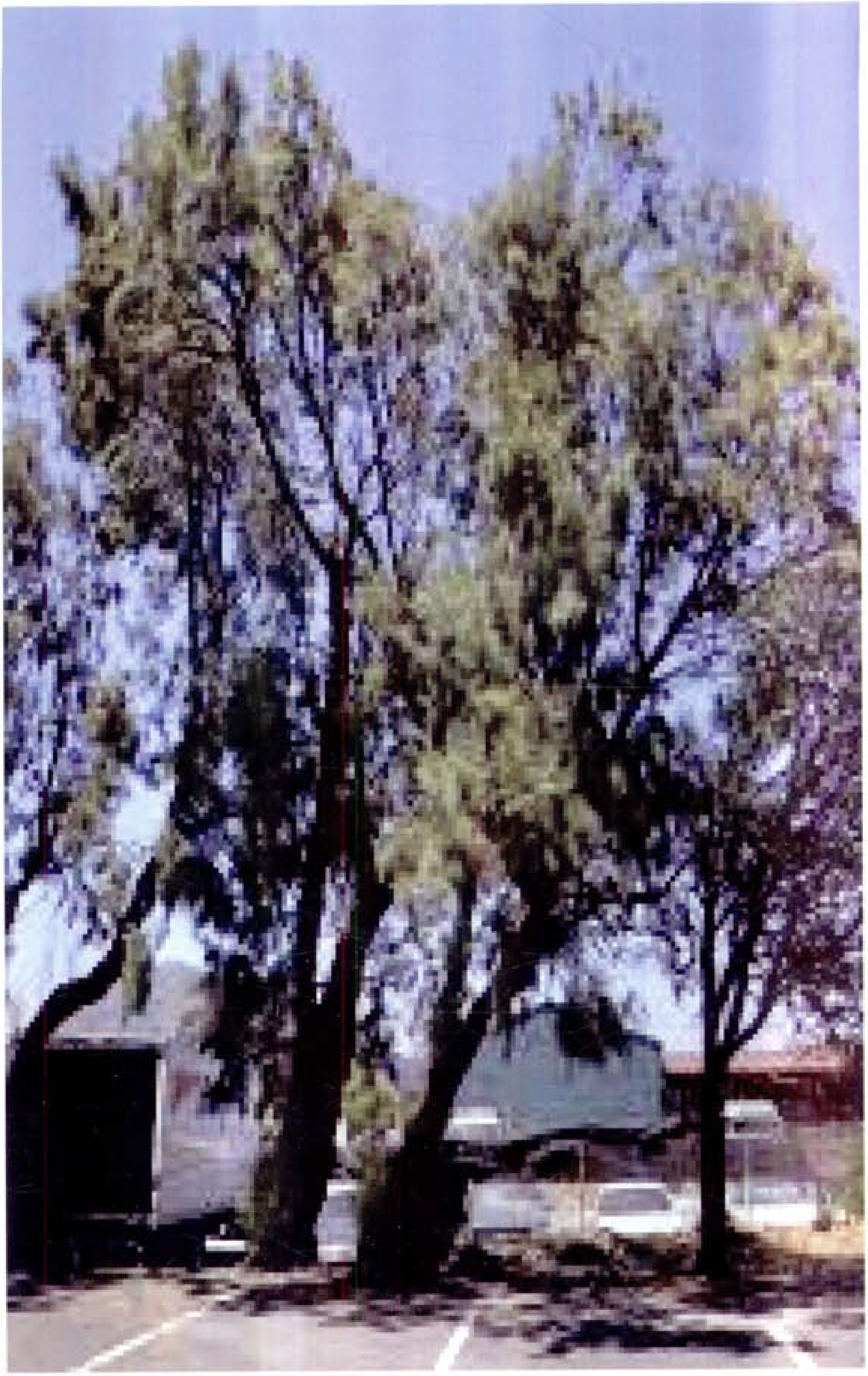

جھاؤ کا درخت: سیلاب عرم کے بعد قوم سبا کے باغوں کی جگہ جو بیکار پودے اگ آئے ان میں قرآن مجید کے مطابق جھاؤ کے درخت بھی تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 8

جھاؤ

قرآنی نام: اثل

دیگر مروّج نام:

تمرسک: Tamarisk (انگلش، لاطینی، جرمن، روسی، فرنچ)

جھاؤ: (ہندی، پنجابی، اُردو)

اثل، طرفا، غاز، عبل: (عربی)

غاز۔گاز: (فارسی)

جھاؤک۔شاؤکا: (سنسکرت)

جھاوچ: (بنگالی)

(جنوبی پنجاب، سندھ اور پوٹھوہار وغیرہ علاقوں میں اس پودے کو لئی، سرخ لئی اور اس کی ایک قسم جو کافی بلند قد حاصل کرتی ہے، اُردو میں فراش یا فرواں کہلاتی ہے۔ یہاں قرآن کے حوالے سے جس پودے کا ذکر کیا جارہا ہے وہ بہرحال جھاؤ یا لئی ہے۔مترجم)

نباتاتی وسائنسی نام: تمرِیکس ایفیلا Tamarix aplylla

تمریکس آرٹی کولیٹا Tamarix articulata

(بعض کتابوں میں اس پودے کا نباتاتی نام تمریکس انڈیکا۔ Tamarix indica بھی لکھا ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس کا مولد برصغیر ہندو پاکستان کا علاقہ ہے۔مترجم)

نباتاتی خاندان: Tamaricaceae

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآنی حوالہ

1: سورۃ 34 سبا، آیت: 15-16۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِىْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ
كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ○
فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ
جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَىْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَىْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ○

ترجمہ:۔ ''سبا کے لئے اُن کے اپنے مسکن ہی میں ایک نشانی موجود تھی، دو باغ دائیں اور بائیں۔ کھاؤ اپنے رب کا رزق اور شکر بجالاؤ اُس کا، ملک ہے عمدہ، پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش فرمانے والا۔ مگر وہ منہ موڑ گئے۔ آخر کار ہم نے اُن پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور اُن کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دے دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔'' (34:15-16)

خطۂ سبا جو اَب یمن کہلاتا ہے، کسی زمانے میں جنوبی عربستان کا انتہائی خوبصورت، خوشحال اور زرخیز علاقہ ہوا کرتا تھا۔ اس ملک کا دارالحکومت مآرب کوہستانی علاقے میں سطح سمندر سے 3900 فٹ کی بلندی پر واقع تھا۔ (بحوالہ: ارض القرآن، سید سلیمان ندوی)۔ چونکہ وہاں (دائمی) دریا نہیں تھے اس لئے بڑے بڑے بند تعمیر کیے گئے تاکہ بارشوں کا پانی آبپاشی کے مقصد کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے۔ ایسا ہی ایک بڑا بند قدیم دور میں مآرب کے مقام پر بنایا گیا تھا جو انجینئرنگ کا شاہکار تھا۔ اس بند کے پانی سے سبا کے وسیع علاقوں میں کھیت اور باغ باغیچے سیراب ہوتے تھے۔ ظہورِ اسلام سے کچھ سال قبل 542ء میں یہ بند اچانک ٹوٹ گیا جس کے نتیجے میں کھجوروں، انگوروں اور دیگر پھلوں کے تمام باغات کا عملاً صفایا ہو گیا۔ روئیدگی کے نام پر وہاں جو کچھ بچ رہا وہ خمط (پیلو۔ درختِ مسواک)، اثل (جھاؤ) اور سدر (لبنانی دیودار) کے چند سخت جان درختوں پر مشتمل تھا۔ تباہی (سیلاب) کے اس واقعہ کا ذکر سورۃ سبا کی مندرجہ بالا آیات میں کیا گیا ہے۔ (سیلِ عرِم کے متعلق بہتر اور زیادہ مستند تفصیلات ہم گزشتہ مضمون کے آخر میں، چند عرب مصنفین کی حال ہی میں چھپنے والی کتابوں کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں۔ مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسرین قرآن کی اکثریت نے لفظ ''خمط'' کا ترجمہ ''پیلو''، ''اثل'' کا ترجمہ ''جھاؤ'' اور ''سدر'' کا ترجمہ ''بیری'' کیا ہے۔ قرآن مجید کے انگریزی تراجم میں بھی اِن الفاظ کے اسی مفہوم کو اپنایا گیا ہے اور اکثر ان الفاظ کے معانی ''تلخ میوہ'' جھاؤ (Tamarisk) اور بیری (Lote Tree) لکھے ہیں۔ تاہم پچھلے باب میں ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ سدر کا حقیقی مطلب دیودار کا درخت ہے نا کہ بیری کا درخت۔ لفظ ''خمط'' سے مراد ''شجرِ مسواک'' ہے جیسا کہ اگلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔ (''سدر'' کو سیڈر یا دیودار قرار دینے کے مصنف کے نظریے کی تردید مکمل شواہد کے ساتھ ہم گزشتہ مضمون کے آخر میں اپنے تحقیقی نوٹ میں کر چکے ہیں جسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مترجم)

عمومی طور پر، عربی نام ''اثل'' کا اطلاق جھاؤ کی کئی اقسام پر کیا جاتا ہے لیکن اس درخت کی ایک قسم، تمریکس ایفیلا (Tamarix Aphylla) کو خاص طور پر یہی نام دیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جھاؤ کی یہ قسم جزیرہ نمائے عرب میں عام پائی جاتی ہے اور کافی سخت جان گنی جاتی ہے کیونکہ اس کی لمبی جڑیں زمین میں بیس فٹ گہرائی تک چلی جاتی ہیں۔ اثل کے علاوہ بھی جھاؤ کے عربی میں بہت سے نام مشہور ہیں، جیسے طرفا، غاز وغیرہ۔

جھاؤ یقینی طور پر ایک نہایت مضبوط اور سخت جان درخت ہے اور اسی وجہ سے مآرب کے عظیم سیلاب کے باوجود یہ درخت خمط اور لبنانی دیودار کی طرح اپنے پاؤں پر جم کر کھڑا رہا۔

اضافی تصریحات۔ از مترجم

مصنف کے اس مختصر مضمون (جھاؤ) میں کئی باتیں تشنہ رہ گئی ہیں جن کی وضاحت ضروری ہے۔

جیسا کہ ہم پچھلے مضمون پر اپنے اضافی نوٹ میں وضاحت کر چکے ہیں، سیل عرم ایک انتہائی تباہ کن سیلاب تھا جس میں قوم سبا کے دونوں وسیع و عریض میدانی باغ اور انسانی محنت سے لگے ہوئے درخت برباد ہو گئے تھے کیونکہ وہ سب ایسے میدانی علاقے میں تھے جہاں سیلاب کا پانی کھڑا ہو گیا تھا۔ لہٰذا مصنف کا یہ اصرار کہ جھاؤ اور خمط جیسے کچھ سخت جان پودے محفوظ رہے تھے قطعاً درست نہیں۔ سورۃ سبا کی آیت (نمبر 16) میں متبادل باغوں یا درختوں کا ذکر ہے (''اُن کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دے دیئے'') جن کے پھل گھٹیا تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ادنیٰ درخت سیلاب کے بعد اُگے تھے اور اِن کے پھل وغیرہ ایسے نکلے تھے کہ انسانوں سے زیادہ جانوروں کے لئے موزوں تھے، لیکن چونکہ پچھلے (نفیس) پھلدار پودے باقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہے تھے وہاں مقیم رہ جانے والوں (اہل سبا کی اکثریت نقل مکانی کر گئی تھی) کو مجبوراً کھانا پڑتے تھے، اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ گویا سیلاب سے ہونے والی تباہی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک سزا اُن کے لئے تھی۔ اللہ کا قانون عقوبت کچھ اس طرح سمجھ آتا ہے کہ ایک قوم جس خاص بنیاد پر سرکشی اختیار کرتی ہے اُسی بنیاد یا کیفیت کے مطابق اُسے سزا دی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید (سورۃ الشعرا) میں ہے کہ قوم عاد کے لوگ بڑے قد آور اور طاقتور تھے، کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، اونچے مقامات پر پر تکلف محل تعمیر کرتے تھے۔ جسمانی طور پر بے پناہ طاقت کے گھمنڈ نے انہیں سرکش بنا دیا تھا اور انہوں نے اپنے پیغمبر (حضرت ہود علیہ السلام) کو جھٹلایا۔ اُن پر خوفناک آندھی بھیجی گئی جس نے انہیں زمین سے اٹھا اٹھا کر پٹخا، اور وہ کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح اکھڑ کر رہ گئے۔ بھاری تن و توش اور طوفانی ہوا کی مزاحمت کرنے کی بنا پر چوٹ کی شدت بھی زیادہ تھی اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اُن کی جسمانی قوت و ہیبت کہاں گئی؟ اُن کے زور سے طوفان کا زور زیادہ نکلا۔ ثمود بھی بڑے تگڑے تھے، اس قدر زور والے کہ پہاڑوں کو مٹی کے ٹیلے سمجھ کر گھر اور محل تراش لیتے تھے۔ جسمانی طاقت کے غرور نے انہیں سرکش بنا دیا۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا، خدا کی بھیجی ہوئی اونٹنی کو مار دیا۔ ایک ہولناک آواز (چنگھاڑ) نے ہی انہیں بھسم کر دیا۔ اُن کے کلیجے پھٹ گئے۔ ثابت ہوا کہ اُن کی جسمانی قوت ایک چیخ کی تاب بھی نہیں لا سکتی تھی۔ چنانچہ سزا کی نوعیت (برائے عبرت) اُن کی سرکشی کے سبب کے مطابق تھی۔ یہی کچھ اہلِ سبا کے ساتھ پیش آیا۔ اُن کی سرکشی اور گھمنڈ کا باعث اُن کا آبپاشی کا سسٹم (سدِ مآرب) اور شاندار و نفیس پھلوں پر مشتمل وسیع باغات تھے۔ سزا یہ ملی کہ یہ دونوں نہ رہے۔ ڈیم بھی ٹوٹا اور باغ بھی ملیامیٹ گئے۔ نہ وہ دوبارہ ڈیم بنا سکے اور نہ باغات اُگا سکے۔ وہ علاقہ ہی صحرا میں تبدیل ہو گیا۔ کچھ لوگ سیلاب کے ریلے کی زد میں آ کر ضرور ہلاک ہوئے ہونگے لیکن کافی بچ بھی گئے تاکہ عبرت حاصل کر سکیں۔ وہ لوگ اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ ایک بڑی تعداد نے وہ علاقہ ہی چھوڑ دیا اور دور دراز مقامات پر جا کر آباد ہو گئے۔ جو لوگ علاقہ چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے اُن کے نصیب میں محرومی کے سوا کچھ نہ تھا اور انہیں سرسبز و شاداب پرانے باغات کے مقام پر سیلاب کے پانی میں بہہ کر آنے والے بیجوں سے پیدا ہونے والے ادنیٰ جنگلی پودوں کے پھلوں اور پتوں پر انحصار کرنا پڑا جنہیں عموماً جانور کھایا کرتے ہیں۔ یہ ہوا اعلیٰ اور فراواں رزقِ مسلسل میسر ہونے پر ناشکری، کفرانِ نعمت اور سرکشی کا انجام۔

اب آتے ہیں جھاؤ کی طرف۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر ایک کمتر اور ادنیٰ پودے کی حیثیت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا ہے (جیسا کہ سورۃ سبا کی آیت نمبر 16 کے الفاظ سے واضح ہے)۔ جھاؤ (Tamarisk) یقینی طور پر پھل دار پودا نہیں ہے۔ زمینوں پر پودے تین مقاصد کے لئے لگائے جاتے ہیں: پھل کے لئے، عمارتی لکڑی کے لئے، سائے اور خوشبو (ماحول کی بہتری) کے لئے۔ مآرب میں جو پہلے دو بڑے باغ تھے اُن میں ان تینوں مقاصد کے لئے درخت لگائے گئے ہونگے۔ سیلاب کے نتیجے میں نہ پھلوں والے درخت باقی رہے، نہ اعلیٰ قسم کی لکڑی والے اور نہ سایہ و خوشبو والے۔ وہاں جھاؤ جیسے خودرو اور جنگلی درخت نمودار ہو گئے۔ جھاؤ ایسا پودا ہے جو ہر ویران مقام پر پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا باریک بیج ہوا میں اُڑ کر یا پانی میں بہہ کر آسانی سے دور دور تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک صدی سے مسلسل زیر کاشت رہنے والے رقبے کو صرف ایک سال تک خالی چھوڑ دیا جائے تو وہاں جھاؤ کے پودے اُگ آئیں گے خواہ قرب و جوار میں ان کا نام و نشان نہ ہو۔ اگر جھاؤ پھلدار پودا نہیں ہے تو کیا یہ سایہ دار درخت ہے؟ نہیں! اس کے نباتاتی نام (جو کہ نصف لاطینی اور نصف یونانی ہے) تمریکس افیلا (Tamarix aphylla) کا مطلب ہے بہت کم پتوں والا جھاؤ، یعنی سایہ فراہم نہ کر سکنے والا پودا۔ گویا اہلِ سبا کو ایک سزا یہ بھی ملی کہ وہاں ایسے جنگلی یا صحرائی درخت اگ آئے جو خوشگوار یا ٹھنڈا سایہ بھی فراہم نہیں کرتے تھے۔ اس پودے پر سرخ یا گلابی پھول صرف برسات میں آتے ہیں گچھوں کی شکل میں جو قطعاً خوبصورت نہیں ہوتے۔ اس کی لکڑی عموماً صرف ایندھن کے طور پر استعمال ہو سکتی ہے۔ وہ بھی اگر مکمل خشک نہ ہو تو جلتے وقت ناگوار بو پیدا کرتی ہے (بحوالہ: J.L.Stewart)۔

لیکن وہ جو کہتے ہیں کہ دنیا میں پیدا ہونے والی کوئی چیز مکمل طور پر بے سود یا فضول نہیں ہوتی وہ جھاؤ کے بارے میں بھی صحیح ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس کی خشک لکڑی ایندھن کا عمدہ ذریعہ ہے، کوئلے اچھے بنتے ہیں۔ اس کے کافی سایہ فراہم نہ کر سکنے والے سوئی نما پتے نمکین ذائقہ رکھتے ہیں جنہیں بعض غریب لوگ پانی میں بھگوتے اور اُس پانی سے آٹا گوندھتے ہیں، اس طرح روٹی کا ذائقہ بہتر ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ: J.L Stewart)۔ مزید برآں اس کے کچھ طبی فوائد بھی ہیں۔ اس کے پتے اور پھول دستوں کی بیماری اور گلے کی خرابی میں مفید بتائے جاتے ہیں۔ اس کی ایک قسم کی شاخوں پر گول آبلے سے نمودار ہوتے ہیں جنہیں پنجاب اور دوسرے علاقوں میں ''مائیں'' کہا جاتا ہے۔ اسے قدیم زمانے سے کپڑوں کا رنگ پکا کرنے میں استعمال کیا جاتا رہا ہے اور غالباً یہ جو ہندوستان اور پاکستان میں دلہنوں کو زرد، سرخ یا دوسرے رنگ کے کپڑے پہنا کر ''مائیوں بٹھانے'' کا رواج چلا آ رہا ہے یہ اسی پودے کی ''مائیں'' یاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلاتا ہے کیونکہ پہلے زمانے میں کپڑے رنگنے میں مائیں لازماً استعمال ہوتی تھی۔ اس درخت کی چھال جو سرخ ہوتی ہے، کیکر کی چھال کے متبادل کے طور پر چمڑا رنگنے میں استعمال ہوتی رہی ہے۔ اس کی لکڑی سے معمولی قسم کے آلات بھی بنائے جاسکتے ہیں۔ اس کا ایک بڑا فائدہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔ وہ یوں کہ ریگ رواں کے تودوں کو اپنی جگہ قائم رکھنے کے لئے یہ پودا ایک نعمت ثابت ہوا ہے۔ اس کی جڑیں ایسی ہوتی ہے کہ ہر مرتبہ آندھی میں جگہ بدلنے والے ریت کے تودوں کو باندھ کر رکھتی ہیں، پھر اس پودے کو پھیلنے پھلنے کے لئے نہ زرخیز زمین کی ضرورت ہے اور نہ کسی خاص آبپاشی کی۔ اسی پودے کی ایک قسم (Tamarix mannifera) پر صحرائے سینا اور مشرق وسطیٰ کے بعض دیگر علاقوں میں میٹھا من بھی پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال یہ من والا پودا وہ نہ تھا جو سیل عرم کے بعد اہل سبا کی خرابہ زمینوں پر اُگ آیا تھا۔ جھاؤ ایک چھوٹے قد کا پودا ہے جسے درخت کے بجائے جھاڑی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ماہرین کے مطابق اس کی دنیا میں نوے اقسام پائی جاتی ہیں۔ ایک قسم ان میں Tamarix aphylla یا قرآن میں مذکور اہل سبا والا جھاؤ ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

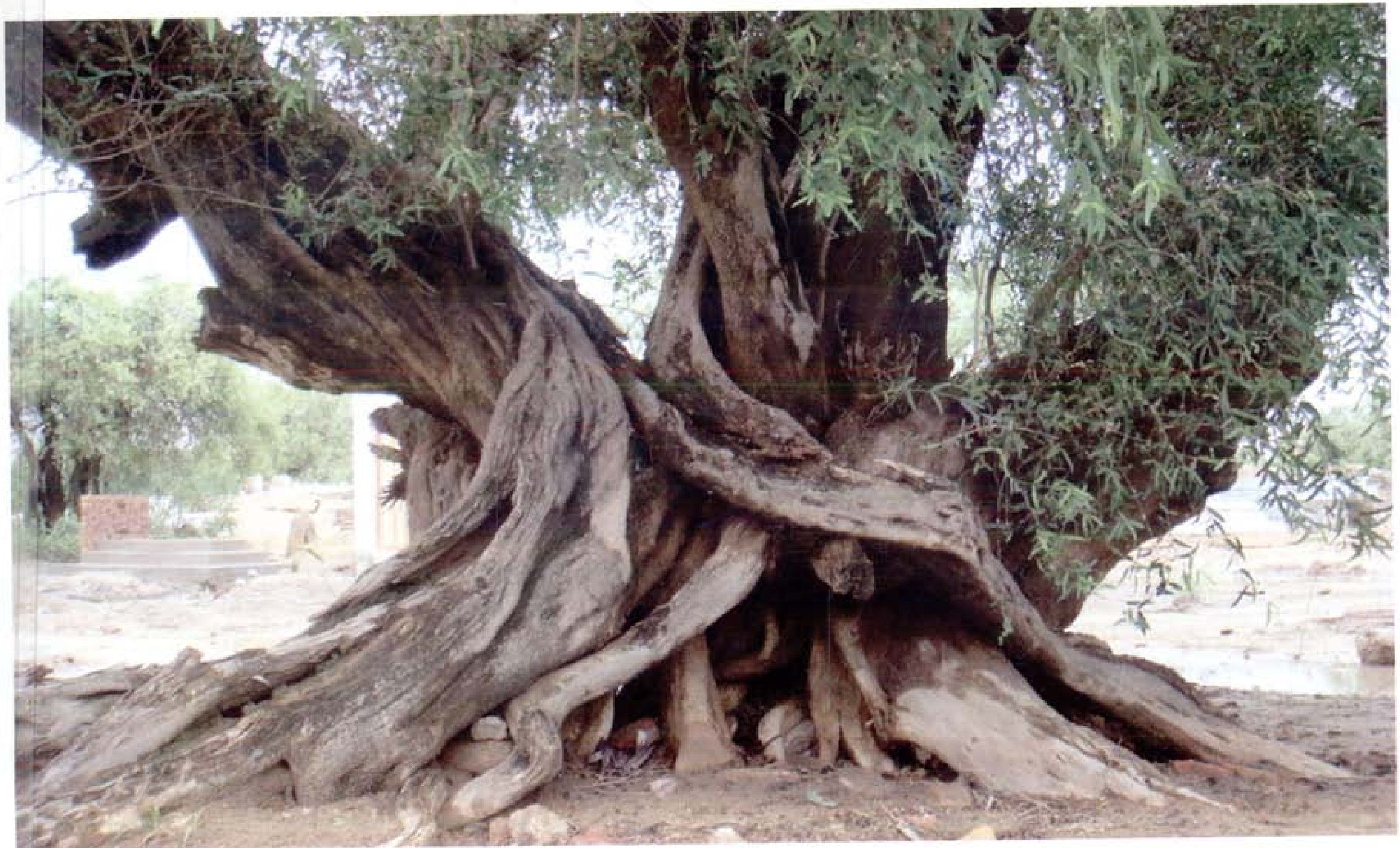

پیلو: یہ درخت بہت مضبوط اور لمبی عمر والا ہے۔ اس کا بھی قرآن میں ذکر ہے۔ اس کا پھل کھایا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مگر وہ (اللہ سے) منہ موڑ گئے۔ آخر کار ہم نے اُن (اہل سبا) پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور اُن کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دے دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل (خمط) اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں"۔

(القرآن:16:34)

مِسواک والا درخت۔ پِیلو کا درخت

(TOOTH BRUSH TREE)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:9

مسواک والا درخت۔ پیلو کا درخت

قرآنی نام: خمط

دیگر مروّج نام: شجر المسواک، ارک، خردل (عربی)

درخت مسواک: (فارسی)

پیلو۔ ارک: (ہندی، اردو، سنسکرت، بنگالی)

سیرو کلروا : (تامل)

مسٹرڈ ٹری: Mustard tree (انگلش)

نباتاتی و سائنسی نام: سلواڈورا پرسیکا Salvadora Persica

نباتاتی خاندان: Salvadoraceae

(برصغیر ہندو پاک کے درختوں اور پودوں کے بارے میں انگریز ماہرین بڑی تحقیق کر گئے ہیں، یہاں تک کہ انیسویں صدی عیسوی میں ان کی تحریر کردہ کتابیں ابھی تک مستند مانی جاتی ہیں۔ سی۔ جے۔ بیمبر C.J.Bamber اور جے۔ ایل۔ سٹیورٹ J.L.Stewart کی اسی سلسلے میں پنجاب کے پودوں پر تحقیقی کتابیں مشہور ہیں۔ چونکہ زیر بحث پودا پنجاب اور ہندو پاک کے دیگر علاقوں میں بھی ہزاروں سالوں سے موجود ہے انہوں نے اس کے متعلق کافی معلومات فراہم کی ہیں۔ اُن کے مطابق اس پودے کا برصغیر میں ایک نام تو پیلو یا پیل کا درخت ہے، اور بھی کئی ناموں سے یہ پودا مشہور ہے، مثلاً ون، کوڑی ون، جال، میٹھی جال، کوڑی جال، جھت وغیرہ۔ جنوبی پنجاب میں اس کی گھنے پتوں والی قسم کو ملہہ بھی کہتے ہیں۔ ''پیلو'' دراصل اس کے پھل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نام ہے۔ تھل روہی کے صوفی شاعر خواجہ فرید کی ایک کافی میں اس کا ذکر یوں آتا ہے "پیلو پکیاں نی، پکیاں نی، آ چنوں رل یار" (اے یار، پیلو کا پھل جال کے درختوں پر پک چکا ہے، اب آ بھی جاؤ تا کہ اکٹھے مل کر یہ پھل توڑیں اور کھائیں)۔ ناموں کے بارے میں یہ وضاحت اس لئے اِس موقع پر ضروری تھی کہ مصنف نے اس درخت کے دو زیادہ مشہور ناموں، یعنی جال اور ون کا ذکر نہیں کیا۔ مترجم)

قرآنی حوالہ

1: سورۃ، 34 سبا، آیت: 16۔

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ○

ترجمہ:۔ "مگر وہ (اللہ سے) منہ موڑ گئے۔ آخر کار ہم نے اُن پر بند توڑ سیلاب بھیج دیا اور اُن کے پچھلے دو باغوں کی جگہ دو اور باغ انہیں دے دیئے جن میں کڑوے کسیلے پھل (خمط) اور جھاؤ کے درخت تھے اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔" (16:34)

سورۃ سبا کی اس آیت پر ہم سدر اور جھاؤ پر اپنے گزشتہ مضامین میں بحث کر چکے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، اس آیت میں موجود قرآنی لفظ "خمط" کا ترجمہ عام طور پر "کڑوے کسیلے یا بدمزہ یا ردی پھل" والا درخت کیا جاتا ہے لیکن بہت سے عربی، فارسی اور اُردو تراجم اور تفسیروں میں اس کے معنی ارک (عربی۔ فارسی) اور پیلو (اردو) بھی بیان کیئے گئے ہیں۔ الارک، جسے ماہرین نباتات بطور "سلواڈورا پرسیکا" (Salvadora persica) شناخت کرتے ہیں اور جسے عربی میں عموماً "شجر المسواک" کے نام سے پکارا جاتا ہے، عرب کا ایک اہم درخت ہے جس کی ٹہنیوں اور جڑوں کو اکثر مسواک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں بہت سی یورپی اور امریکی کمپنیوں نے اپنے اپنے برانڈ کے ٹوتھ پیسٹوں میں اس درخت کی لکڑی کا ست شامل کرنے کے لئے اس درخت سے فائدہ اٹھانے میں بڑی دلچسپی دکھائی ہے۔ (پاکستان میں ہمدرد دواخانہ سمیت کئی اداروں نے پیلو کی لکڑی سے حاصل کردہ جوہر پر مبنی ٹوتھ پیسٹ بنا بھی لئے ہیں جو عوام میں خاصے مقبول ہیں۔ مترجم)۔ پیلو کی لکڑی کے ست میں ایسے بہت سے نمکیات اور رال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے مواد کی موجودگی کا پتہ چلا ہے جو دانتوں کی صفائی، چمک اور صحت کے ضامن سمجھے جاتے ہیں۔

الارک (پیلو) کا گول گول پھل کھایا جاتا ہے۔ اس پھل میں رائی کے تیل کا ذائقہ ہوتا ہے چنانچہ اسی بنا پر اس کو انگریزی میں رائی کا درخت (Mustard tree) اور عربی میں خردل کہا جاتا ہے۔ تاہم اصلی خردل بہرحال مشہور و معروف کھانے کے تیل یا اچار والی رائی ہوتی ہے جس کا نباتاتی نام ہے: Brassica nigra۔

پیلو کا پھل قبض کشا ہے، بھوک لگاتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ پودا بواسیر، تلی کی سوزش، بخار، جذام اور پیٹ کے کیڑوں کے علاج میں کارگر ہے۔

دیودار اور جھاؤ کی طرح، پیلو کے درخت بھی، بالخصوص پرانے اور بڑے تنوں والے، کافی سخت جان ہوتے ہیں۔ اس لئے سیلابوں اور طغیانیوں میں ان کے زندہ و سلامت رہ جانے کے بھرپور امکانات ہوتے ہیں اور یہی وہ حقیقت ہے جو قرآن حکیم سورۃ سبا میں بیان کر رہا ہے۔

کئی حدیثوں کے مطابق آنحضرت ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو روزانہ مسواک سے دانت صاف کرنے کی تلقین کی۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

"تمہیں (مسواک سے) منہ صاف رکھنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔"

حضور ﷺ کو منہ کی صحت و صفائی کا اس قدر زیادہ خیال تھا کہ آپؐ نے اپنے پیروکاروں کو بار بار تلقین کی کہ وہ باقاعدگی اور لگن کے ساتھ مسواک سے دانت صاف کیا کریں۔

مسواک کے فائدے بہت ہیں۔ اس سے دانت صاف اور منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے۔ دانت اور مسوڑے مضبوط ہوتے ہیں۔ دماغ میں چستی اور حافظے میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔ صفرا اور بلغم کی زیادتی دور ہوتی ہے۔ نظر تیز اور بھوک جاگ اُٹھتی ہے۔ قبض دور ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ: "Plants Used for Teeth Cleaning" By' M.E Lewis

ایک اہم حدیث:

"ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اس بات کو اپنی اُمت پر دشوار نہ جانتا تو اُس کو میں یہ حکم دیتا کہ وہ عشا کی نماز دیر سے پڑھیں اور ہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نماز کے لیے مسواک کریں۔'' (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اضافی توضیحات۔ازمترجم

قرآن مجید میں ''خمط'' (پیلو کا درخت یا کوئی بھی بدمزہ یا ردی پھل والا درخت) کا ذکر جس سیاق و سباق یا پس منظر میں آیا ہے اُس کے مطابق بھی اس موضوع پر کچھ بحث ہونی چاہیے تھی مگر مصنف نے اس اہم پہلو کو چھوڑ کر اس درخت کی مسواکوں کے فوائد پر توجہ دینا زیادہ مناسب سمجھا ہے۔لہٰذا ہم اس پہلو کو لیں گے اور اس موضوع سے متعلق بعض دیگر یا ضمنی پہلوؤں پر بھی بات کریں گے۔

سورۃ سبا کی آیت (نمبر 16) میں لفظ ''خمط'' استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ زیادہ تر مفسرین اور مترجمین نے کڑوے، بدذائقہ، ناخوشگوار یا ردی پھل والے درخت، کیا ہے، جب کہ اس کا ترجمہ ''پیلو کا درخت'' بھی عربی زبان میں اس لفظ کے مفہوم کی رو سے صحیح ہے۔ چنانچہ ہم مصنف کے موقف کے مطابق چلتے ہوئے اسے پیلو یا مسواک کا درخت قرار دیتے ہیں لیکن معاملہ درخت کی شناخت کے تعین پر ختم نہیں ہوتا۔قوم سبا کو تو بہت بڑی سزا ملی تھی، جیسا کہ اسی سورۃ (سبا) کی ایک اور آیت (نمبر 17) کے الفاظ سے واضح ہے: ''انہیں (اہل سبا کو) یہ سزا اُن کی ناشکر گزاری کے سبب دی اور ہم ایسی سزا بڑے ناشکر گزاروں ہی کو دیا کرتے ہیں۔'' اسی سورۃ کی آیت نمبر 19 میں ہے: ''اور انہوں (اہل سبا) نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا اور اُن کو بالکل تتر بتر کر دیا۔'' سیل عرم کی چوٹ ایسی سخت تھی کہ اہل سبا سنبھل نہ پائے۔ایک طرف کھیتیاں، باغات اجڑنے، وسائل آبپاشی ختم ہونے سے ان کی زمین بنجر ہو گئی، وہاں ایسے پودے اُگ آئے جو شور اور کلراٹھی زمینوں پر اُگتے ہیں، جن کے پھل ناکارہ اور ناگوار ہوتے ہیں جنہیں مہذب اور شہری کلچر والے لوگ عموماً استعمال نہیں کرتے (گویا وسائل رزق جو پہلے فراواں میسر تھے ناپید یا انتہائی قلیل ہو گئے)۔ویسے بھی وہ لوگ اتنے بڑے سیلاب اور اُس کی وسیع تباہ کاری سے سخت دہشت زدہ ہوئے۔ یہ سزا انہیں ان کی نافرمانی اور لگاتار ناشکری کے باعث ملی (بحوالہ آیت نمبر 17)۔لہٰذا اُن کی اکثریت تتر بتر ہو کر محض ایک داستان بن گئی (بحوالہ آیت نمبر 19)۔مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ مدینہ میں انصار کے جو دو بڑے قبیلے اوس وخزرج تھے وہ اُنہی یمنی اہل سبا کی اولاد تھے جو سیل عرم کے بعد خوفزدہ ہو کر اپنا علاقہ چھوڑ کر مدینے میں آباد ہو گئے تھے اور چونکہ عذاب الٰہی کا یہ واقعہ حضور ﷺ کے اعلان نبوت سے کوئی ساٹھ ستر برس پہلے پیش آیا تھا اور اوس وخزرج کے حافظے میں محفوظ ہو گا وہ قریش مکہ کی نسبت قبول حق کے لئے جلدی آمادہ دکھائی دیئے۔انصار کو یہ بھی احساس ہو گا کہ خود اُن کے آباؤ اجداد بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو کبھی جلاوطن ہو کر مدینے میں آباد ہوئے تھے۔ چنانچہ مکہ سے آنے والے مہاجرین کو انہوں نے اپنا بھائی بنایا اور اپنے درمیان کھلے دل سے جگہ دی۔ جس کی بنیادی وجہ بہر حال اُن کا جذبۂ ایمان اور محبتِ اسلام تھی۔

دوبارہ خمط کی طرف آتے ہیں (مولانا عبدالماجد دریابادی نے بھی مختلف حوالوں سے تصدیق کی ہے کہ خمط سے مراد پیلو کا درخت ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی اُردو تفسیر۔ صفحہ 863)۔ جب یہ بات سورۃ سبا کے مطابق طے ہے کہ قوم سباء کو سزا میں عمدہ رزق کی جگہ گھٹیا رزق فراہم کیا گیا تو پھر خمط یا پیلو بھی جو اُن کے پچھلے باغوں کی جگہ پیدا ہوئے اچھے پھل والے ہرگز نہیں ہو سکتے تھے۔ مصنف نے اس درخت کا نباتاتی نام سلواڈورا پرسیکا Salvadora persica لکھا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہرین بناتات کے مطابق اس درخت کا اصلی مولد یا وطن ایران کا خطہ ہے اور وہاں سے یمن اور عرب سمیت دوسرے ملکوں میں پھیلا ہے۔ لیکن بعض ماہرین (مثلاً سٹیورٹ) کے نزدیک اس درخت کا اصل وطن برصغیر ہندو پاک بھی ہو سکتا ہے اور وہ اس کا نباتاتی نام Salvadora indica بتاتے ہیں۔ خیر جو بھی اس کا حقیقی علاقہ ہو، ایک قدیم زمانے سے یہ درخت ماسوائے سخت ٹھنڈے اور بلند پہاڑی علاقوں کے دنیا کے ہر خطے میں موجود ہے، خصوصاً ایشیا اور افریقہ میں۔ ہمارے ہاں قبرستانوں اور کھنڈرات میں عموماً یہی درخت اپنی سفید یا بھوری ٹہنیوں اور گہرے سبز پتوں کے ساتھ نظر آتا ہے۔ بلکہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ویرانوں اور قبرستانوں سے اس کو خاص نسبت ہے۔ شاید اسی لئے اہلِ سبا کے برباد اور سیلاب کی وجہ سے ویران علاقے میں بھی نمودار ہو گیا تھا۔ جے۔ ایل سٹیورٹ نے اس درخت کی دو بڑی اقسام کا ذکر کیا ہے (ویسے تو کئی اقسام ہیں جن کے پھل مختلف رنگوں میں ہوتے ہیں)۔ ایک میٹھی اور دوسری کڑوی کسیلی قسم۔ یہ دونوں اقسام عموماً اکٹھی پائی جاتی ہیں اور پیلو چننے والوں یا والیوں کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ کونسی قسم میٹھی ہے اور کونسی کڑوی یا بدمزہ۔ وہ پیلو کے درخت (جال) کے پتوں اور لکڑی کے رنگ سے یہ فرق پہنچانتے ہیں۔ بظاہر دونوں ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جنوبی پنجاب کے بعض علاقوں، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، بہاولپور اور بلوچستان میں، اس درخت کے باقاعدہ وسیع جنگل ہوتے تھے۔ راقم الحروف کو ان جنگلوں میں جانے اور وہاں پیلو کی متعدد اقسام کا پھل توڑنے اور کھانے کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔ کچھ ایسے بھی جنگل ہوتے ہیں جہاں کڑوی قسم کے پودے (پیلو) زیادہ پائے جاتے ہیں۔ انہیں مقامی طور پر ''کوڑے'' (کڑوے) جنگل کہا جاتا ہے۔ ایسے پودوں کا پھل کسیلا اور گلے کو پکڑنے والا ہوتا ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ سیلاب کے اترنے کے بعد اہل سبا کے علاقہ مآرب میں بھی اسی قسم کے بدمزہ پھل والے پیلو کے درخت پیدا ہو گئے ہونگے کیونکہ لفظ ''خمط'' کا ایک مطلب بدمزہ یا ردی یا ناقص پھل بھی ہے۔ جب اہل سبا عمدہ اور نفیس پھلوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فراوانی اور زمین سے ملنے والے رزق کی ریل پیل کے باوجود سرکشی اور ناسپاسی پر اتر آئے تو پھر سزا میں انہیں، پچھلے باغوں کے خاتمے کے علاوہ خراب اور بدمزہ پھل (خمط وغیرہ) ہی تو ملنے تھے۔

لہٰذا ہم اس ناگزیر نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہرے بھرے اور اعلیٰ درجے کے پھلوں کے عادی اہلِ سبا کے لئے، سیل عرم کے بعد اُسی مقام پر گھٹیا، ناقص اور بدذائقہ پھل پیدا کر دیئے گئے۔ پیلو کے کافی درخت اُگ آئے لیکن اُن کا پھل بہر حال ناقص تھا۔ بدمزہ پھل کے حامل پیلو کے پتے نسبتاً چوڑے اور پھل سبزی مائل زرد ہوتا ہے اگرچہ میٹھے پیلو کا پھل بھی بعض اوقات زرد یا سنہری ہوتا ہے۔ بالکل باریک کشمش کی طرح گول یہ پھل اگر غلطی سے کھالیا جائے تو پیٹ میں مروڑ شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کا درخت چھوٹے قد کا اور زمین پر پھیلا ہوا ہوتا ہے، دیکھنے میں خوفناک اور بھدا نظر آتا ہے، اس کو اکثر علاقوں میں ''جال'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ کسی جال کی طرح دکھائی دیتا ہے، یعنی زمین پر شکاریوں کے جال کی طرح پھیلا ہوا، بچھا ہوا اور اردگرد سے تقریباً بند۔ عموماً سانپ، اژدہے یا جنگلی جانور سرنگ بنا کر اس کے نیچے پڑے رہتے ہیں، باہر سے دکھائی نہیں دیتے۔ اس کے برعکس میٹھے پیلو کا درخت پندرہ بیس فٹ تک اونچا اور سایہ دار ہوتا ہے۔ اس کے پھل کا رنگ سرخ، گلابی، عنابی یا زرد ہوتا ہے، ذائقے میں میٹھا اور انگور کی طرح رس دار لیکن اس کے سیاہ بیج جو کالی مرچ جیسے ہوتے ہیں اگر پھل کھاتے ہوئے نگلے جائیں تو پیٹ میں گڑبڑ کرتے ہیں۔ یہ پھل بہر حال قبض کشا ہوتے ہیں اور خشک کر کے انہیں محفوظ بھی کیا جا سکتا ہے۔ بالکل لال رنگ کا قدرے بڑا پھل بہترین شمار ہوتا ہے لیکن یہ پھل جتنا بھی اچھا ہو وہ کاشت کئے جانے والے پھلوں (انگور، کھجور وغیرہ) کا پاسنگ بھی نہیں ہوتا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انسان نے وہ تمام پھل کاشت کے لئے اپنا لئے ہیں جو اُس کے لئے کوئی اہمیت رکھتے تھے۔ ہم نے نہیں سنا کہ کسی جگہ پیلو کے درخت کی کاشت ہوتی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر یہ قبرستانوں، کھنڈروں، ویرانوں، اُجڑے ہوئے مقاموں میں نظر نہ آتا۔ لہٰذا ہے یہ مستقل طور پر ایک جنگلی اور خودرو درخت۔

پیلو کا درخت طویل عرصے تک زندہ رہتا ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اوپر سے درخت سوکھ کر مردہ ہو جائے تو اس کی جڑوں سے دوبارہ ایک نیا درخت اُگنا شروع ہو جاتا ہے۔ کافی عرصہ پہلے ہم نے پاکپتن میں حضرتِ بابا فریدؒ شکر گنج کے مزار کے پاس ایک ایسا ہی سالخوردہ پیلو کا درخت دیکھا تھا جس نے کافی جگہ گھیر رکھی تھی، اس درخت کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس کے پتے چبانے میں مولی جیسا ذائقہ دیتے تھے۔ وہاں کے لوگوں کے نزدیک یہ صاحبِ مزار کی کرامت تھی (واللہ اعلم!) بہر حال یہ ایک عجیب بات تھی، ورنہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخت کے پتے اونٹوں کے سوا کوئی جانور پسند نہیں کرتا اور اگر پیلو کے پتوں کو چرنے کے بعد اونٹ کسی جگہ جگالی کررہا ہوتو بدبو کی وجہ سے وہاں کھڑے رہنا محال ہوتا ہے۔اس کے یوکلپٹس کے پتوں سے مماثل پتوں میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ اپنے اندر رس یا پانی جمع رکھیں اور عمل تبخیر میں (سخت گرمی کے باوجود) بھاپ نہ بننے دیں۔اس لئے یہ درخت شدید گرمی اور خشک سالی کو خوب برداشت کرتا ہے۔سبا کے علاقے میں اس کے پیدا ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ہوگی کیونکہ سیل عرم کے واقعے کے بعد وہاں بظاہر طویل خشک سالی اور امساکِ باراں کا دور شروع ہوگیا تھا جس میں صرف جھاؤ، پیلو اور جھڑ بیریوں جیسے درخت ہی پنپ سکتے تھے۔

پیلو کا درخت اپنی مڑی تڑی، بے ڈھب اور جنگلہ نما شاخوں کے ساتھ خاصا بدصورت دکھائی دیتا ہے اور اس کی یہ بدصورتی تنے سے بھی نمایاں ہوتی ہے جو بعض اوقات کھوکھلا ہوکر کئی حصوں میں منقسم شکاری کے جال کی طرح نظر آتا ہے۔جے۔ایل۔سٹیورٹ کے مطابق بعض درختوں کے تنے کا محیط 14 فٹ تک ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسے درخت کئی سو سال پرانے ہوسکتے ہیں۔اس کی سفید یا بھوری لکڑی کی خاص بات یہ ہے کہ اسے کبھی دیمک یا دوسرا کیڑا نہیں کھاتا۔اسے اس کی خوبی سمجھ لیں یا برائی۔خوبی اس طرح ہے کہ اگر اس کی بے ڈھنگی لکڑیوں کی شہتیریاں کسی طرح بنالی جائیں تو مکان کی چھت کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا کیونکہ لکڑی دیمک وغیرہ سے محفوظ رہتی ہے۔برائی اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ اس کی خشک یا تر لکڑی بھی اس قدر کڑوی اور بدذائقہ ہوتی ہے کہ کیڑے اور دیمک جیسے حشرات بھی کنارہ کش رہتے ہیں۔بایں ہمہ، اس کی شاخوں اور خصوصاً جڑوں کے مسواک دنیا میں اعلیٰ ترین سمجھے جاتے ہیں اور اس کی وجہ بھی غالباً یہی ہے کہ اِن کے اندر جراثیم اور مسوڑھوں کے گندے بیکٹریا کو ہلاک کرنے کا جوہر (رس) ہوتا ہے۔اس طرح دانت نہ صرف صاف اور چمکدار ہوتے ہیں بلکہ بیماریوں، ماخورہ اور کیڑا لگنے سے محفوظ رہتے ہیں۔مسواک کی تاکید اور اس کے فوائد کے بارے میں کئی احادیث ہیں۔مصنف بھی ان کا ذکر کرچکے ہیں۔ایک حدیث کے مطابق مسواک کا حکم حضور ﷺ کو خصوصی طور پر جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے پہنچایا گیا تھا۔احادیث کے مطابق آپؐ جب بھی سو کر اُٹھتے، دن ہو یا رات مسواک ضرور کرتے اور عموماً نمازوں سے پہلے بھی مسواک کرتے۔ زیادہ خیال یہی ہے کہ وہ مسواکیں، پیلو کے درخت کی ہوتی تھیں۔عربی زبان میں پیلو کے پھل کو ''کباث'' کہا جاتا ہے۔امام ابن قیمؒ (طب نبوی) کہتے ہیں کہ ایک حدیث کے مطابق بہترین پھل وہ ہوتا ہے جو سیاہی مائل سرخ ہو اور یہ کمر درد، بندش پیشاب اور معدے کی بعض تکالیف میں مفید ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگریزی میں پیلو کے درخت کو مسٹرڈ ٹری (Mustard tree) یا رائی کا درخت کیوں کہا گیا ہے؟ اس کی ایک وجہ تو بائبل (عہد نامہ جدید۔ انجیل متی۔ باب 13: 31-32) میں حضرت عیسیٰ کی بیان کردہ یہ تمثیل ہے کہ آسمان کی بادشاہی (نیک عمل کا صلہ) رائی کے دانے کی مانند ہے جو بہت چھوٹا ہوتا ہے لیکن پوداا س کا اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ پرندے اس کی شاخوں میں بسیرا کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلسطین میں سیاہ رائی کا پودا کافی بڑا ہو جاتا ہے، لیکن پھر بھی یہ ایک سبزی یا گھاس ہی ہے اور درخت نہیں بنتا۔ چنانچہ بائبل کے شارحین نے پیلو کے درخت کو ہی بائبل میں مذکور رائی کا درخت قرار دیا ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پیلو کا بیج رائی کی طرح باریک نہیں ہوتا۔ رائی کی پیلو کے ساتھ مماثلت کی بڑی وجہ دراصل دونوں کے پتوں کا ذائقہ ہے۔ پیلو کے درخت کی کئی اقسام کے پتے واقعی رائی یا سرسوں کے بیجوں جیسا تیز ذائقہ رکھتے ہیں۔ (جیسا کہ پاکستان کے درخت کی پیچھے مثال دی جا چکی ہے)۔ ممکن ہے کہ فلسطین کے علاقے کے پیلو واقعی اس طرح کا ذائقہ رکھتے ہوں۔ ہوسکتا ہے پیلو کے بیجوں کا ذائقہ بھی چبانے پر ایسا ہی ہو۔ بہر حال پیلو کے پھل کا ذائقہ تو رائی کی طرح نہیں ہوتا۔

آخر میں ایک دلچسپ بات اس پودے کے متعلق۔ وہ یہ کہ بیری اور جھاؤ کی طرح، پیلو کے درخت پر بھی جنّات کا اکثر بسیرا ہوا کرتا ہے، اس سلسلے میں کئی واقعات مشہور ہیں ویسے بھی یہ تینوں قبرستانوں، ویرانوں اور اہل سبا کی اجڑی بستیوں کے درخت ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ صرف انہی یا ان درختوں پر جہاں بھی یہ ہوں ہمیشہ جنّات ہوتے ہیں۔ اس نادیدہ مخلوق کے بارے میں معلومات رکھنے والوں کا خیال ہے کہ بسیرا کرنا ہو تو عموماً ایسے ہی درخت اس مخلوق کو پسند ہوتے ہیں کیونکہ ان کے پاس ویسے بھی لوگ کم ہی جاتے ہیں۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''نیک لوگ (جنت میں) شراب کے ایسے ساغر پئیں گے جن
میں آبِ کافور کی آمیزش ہوگی'' (القرآن۔5:76)

حنا یا کافور

Henna or Camphor

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کافور: قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ جنت میں کافور کی آمیزش والی یا کافور کے پیالوں میں پاکیزہ شراب پلائی جائے گی۔

حنا: مصنف نے خیال ظاہر کیا ہے کہ قرآن میں جس کافور کا ذکر ہے اس سے مراد حنا کا پودا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:10

حنا یا کافور

قرآنی نام: کافور

دیگر مروّج نام: مصری بوٹی۔ حنا Egyptian Privet. Henna (انگلش)

کوفر: Kopher- Copher(عبرانی)

حینی Henni: (فرنچ)

حنا۔ حنان۔ یورنہ: (عربی)

پنا۔ حنا: (فارسی)

مہندی: (ہندی، اردو، گجراتی، بنگالی، سندھی، مرہٹی)

مانض۔ مانز: (کشمیری)

کراوہ۔ رگربھا (سنسکرت)

کفروس: (یونانی)

نباتاتی وسائنسی نام: لاسونیاانرمس Lawsonia inermis

نباتاتی خاندان: Lythraceae

(مضمون کا ترجمہ شروع کرنے سے پہلے قارئین کو یہ بتانا ضروری ہے کہ مصنف نے درخت ''کافور'' کے جتنے نام بھی (مختلف زبانوں میں رائج) اوپر لکھے ہیں وہ یہ فرض کر کے لکھے ہیں کہ یہ پودا دراصل مہندی یا حنا کا پودا ہے۔ چنانچہ نباتاتی نام سمیت اس فہرست میں شامل تمام نام کافور کے نہیں بلکہ صرف مہندی کے ہیں جو درخت نہیں بلکہ چھوٹی سی جھاڑی ہوتی ہے۔ جہاں تک کافور کا تعلق ہے اُس کا نباتاتی نام اور ہے، یعنی Cinnamomum Camphora اور یہ ایک دراز قد اور عظیم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشان درخت ہوتا ہے۔اس سلسلے میں تفصیل پر مبنی نوٹ مضمون کے ترجمے کے اختتام پر سپرد قلم ہوگا۔مترجم)۔

قرآنی حوالہ

1: سورۃ،76 الدھر،آیت:5۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا۝

ترجمہ:۔ ''نیک لوگ (جنت میں) شراب کے ایسے ساغر پئیں گے جن میں آبِ کافور کی آمیزش ہوگی۔''

(5:76)

مندرجہ بالا آیت میں، جنت میں رہنے والوں کے پینے کے لیے ایک ایسی شراب کا ذکر ہے جس میں کافور کا ذائقہ شامل ہوگا۔اسی طرح، اسی سورۃ (الدھر) کی آیت نمبر 17 میں جنتیوں کے لئے ایک اور شراب کا ذکر ہے جس میں زنجبیل (ادرک) کی آمیزش ہوگی۔

قرآن حکیم کی تقریباً ساری تفاسیر اور تراجم میں ''کافور'' کو حقیقی کافور قرار دیا گیا ہے۔تفسیر ماجدی میں، کافور کی خوبیوں اور خصوصیات کے ذکر کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت میں جو کافور ہوگا وہ اس دنیا کے کافور سے مختلف ہوگا جس کے کوئی مضر اثرات نہیں ہوں گے۔سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن میں یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ جنت کی شراب میں کافور کی ٹھنڈک اور صفائی ہوگی لیکن یہ کوئی کافور ملا ہوا پانی نہیں ہوگا۔اس سے ملتے جلتے ہوئے نظریات اور خیالات، مولانا عبدالحق حقانی کی تفسیر حقانی، مولانا شبیر احمد عثمانی کی تفسیر عثمانی، مولانا اشرف علی تھانوی کی تفسیر بیان القرآن، اور مولانا ثناءاللہ عثمانی کی تفسیر مظہری میں بھی پیش کیے گئے ہیں۔بعض مفسرین کے مطابق، قرآن میں مذکور کافور ایک چشمے کا نام ہے جو شراب سے بھرا ہوگا۔ عبداللہ یوسف علی نے اپنی انگریزی تفسیر میں لکھا ہے کہ کسی بھی مشروب میں کافور کی ہلکی مقدار خوشگوار ذائقہ پیدا کرتی ہے اور اس بنا پر جنت کی شراب میں کافور کی آمیزش ہوسکتی ہے۔محمد مارماڈیوک پکتھال نے اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں اصل لفظ کافور رہنے دیا ہے جب کہ آرتھر جے آربری نے اس لفظ کا انگریزی میں ترجمہ کیمفر (Camphor) کیا ہے۔

عربی زبان کی مختلف لغات، المنجد اور لسان العرب وغیرہ میں کافور کے متعدد معانی دیئے گئے ہیں۔مثلاً کافور کا مطلب کافور بیان کرنے کے علاوہ بعض لغات میں اس کے معانی میں کچے انگوروں اور کچی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھجوروں کے خوشوں پر چڑھائے جانے والے لفافے اور بعض قسم کے ہرنوں سے حاصل ہونے والی خوشبو (مشک نافہ) کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

قرآن میں مذکور کافور کے حقیقی پودے کی شناخت کی کوشش سے پہلے اگر ہم آج کل دستیاب کافور کی تاریخ کی پڑتال کرلیں تو یہ زیادہ مفید ہوگا۔ قدیم ایام سے بازار میں بکنے والا کافور دو قسم کے پودوں سے حاصل کیا جاتا رہا ہے۔ ایک پودا تو ملائشیا کا Dryobalanops Aromatica ہے اور دوسرا چین کا Cinnamomum camphora۔ ملائشیا کے درخت سے ملنے والے کافور کو ہندوستان میں قیسری کاپور (کافور) کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ملائشیا کے علاقے قیصر یا قنصر سے درآمد کیا جاتا تھا۔ ملائشیا کا یہ کافور بعد میں چین سے درآمد کئے جانے والے کافور کے مقابلے میں بہت مہنگا تھا۔ تیرہویں صدی عیسوی میں ملائیشا کے کافور کی قیمت سونے کے برابر تھی۔ انیسویں صدی کے آخر تک بھی اس کافور (بھیم سینی کافور) کی ہندوستان میں قیمت 80 روپے فی پاؤنڈ تھی جبکہ اُس وقت چینی کافور ایک روپے کا دو پاؤنڈ مل رہا تھا۔ عربوں کو، جن کے ہندوستان کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑی دیر سے چلے آرہے تھے، اپنی اس تجارت کے ذریعے ملائشیا کے اس کافور کا ممکنہ طور پر علم تھا۔ لیکن اہم سوال تو وہ وقت اور دور ہے جب عربوں کو اس کافور سے شناسائی ہوئی۔ یہ بات تو واضح اور طے ہے کہ قدیم یونانی طب یا مصر یا روم کی قدیم تہذیب میں کافور کے متعلق قطعاً کوئی حوالہ موجود نہیں۔

ارسطو، افلاطون، پلائنی، دیو سقرائیڈیز (Dioscorides) تھیو فریطوس (Theophrastus) وغیرہ جیسے زمانہ قبل مسیح کے کسی عالم نباتات وحیوانات نے اپنی کتابوں میں کافور کا تذکرہ نہیں کیا۔ علم طب پر لکھی جالینوس کی مشہور کتابوں میں بھی اس کا کوئی حوالہ موجود نہیں۔ مختصراً یہ بات اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے کے دور میں اور اُن کے بعد بھی چند صدیوں تک ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا جو یہ ظاہر کرتا ہو کہ جنوبی یورپ، مصر اور عرب کے پرانے تمدن اس اہم نباتاتی پیداوار سے واقف تھے۔ فلپ۔ کے ہٹی نے اپنی کتاب ''عربوں کی تاریخ'' میں ابتدائی عرب مسلمانوں کی کافور سے لاعلمی کا قوی ثبوت فراہم کیا ہے۔ ہٹی لکھتا ہے کہ جب مسلم فوج نے حضرت سعد بن وقاصؓ کی قیادت میں 637ء میں عراقیوں اور ایرانیوں کو شکست دے دی تو فارس کے کسی علاقے میں عرب سپاہیوں نے ایک سفید سفید سا مادہ دیکھا جسے انہوں نے غلطی سے نمک خیال کیا لیکن جو دراصل کافور تھا۔'' انہیں اس کے متعلق پہلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کوئی علم نہیں تھا۔'' یہی واقعہ زیادہ تفصیل کے ساتھ ابن طباطبا فخری اور ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ کی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ واقعہ کچھ یوں بتایا جاتا ہے کہ 637ء میں عراق و ایران میں جنگی مہمات کے دوران کئی عرب مجاہدوں کو ایک تھیلی ملی جس میں سفید رنگ کا مواد تھا۔ انہوں نے اسے نمک سمجھا لیکن اس کے استعمال سے پہلے ہی کسی نے انہیں بتایا کہ وہ چیز طب میں کام آنے والا ایک مواد تھا جسے فارسی زبان میں کافور کہا جاتا تھا۔ انہوں نے وہ کافور دو درہم میں خرید لیا اور واقعہ کی اطلاع مدینہ میں خلیفہ حضرت عمرؓ کو ارسال کر دی۔

کافور کے بارے میں عرب میں سب سے پہلا حوالہ نویں صدی عیسوی کے آخر میں غالباً مشہور طبیب اسحاق ابن امان کے ہاں نظر آتا ہے۔ (بحوالہ: اے ڈکشنری آف اکنامک پروڈکس آف انڈیا (جارج واٹ)۔ یہ وہی دور ہے جب مشہور جغرافیہ دان خرداد باہ نے بھی ہندوستان کے کافور کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کئی عرب مصنفین کے ہاں کافور کا تفصیلی ذکر ملتا ہے لیکن اِن سب کی کتابوں میں اس کا حوالہ ملائشیا کے ایک پودے کی پیداوار کی حیثیت سے ہے۔ اس سلسلے میں ایک اہم حقیقت جسے پیش نظر رکھنا چاہیے یہ ہے کہ اُس وقت تک چینی کافور کو کوئی نہیں جانتا تھا۔ سب سے پہلے تیرہویں صدی عیسوی میں مارکو پولو نے اپنے سفرنامہ میں چین کے کافور پیدا کرنے والے درختوں کا تفصیل سے حال بیان کیا۔ یقینی طور پر چینی کافور کے بارے میں یہ اولین حوالہ تھا۔ وہ کافور جو بعد میں یورپی تجارت کا ایک اہم جزو بن گیا۔ لہٰذا ہم واضح طور پر نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ نویں صدی عیسوی کے آخر اور بعد میں عرب اطباء اور حکمانے جس کافور کا ذکر کیا وہ درحقیقت ملائشیا کا کافور تھا اور گمان غالب یہ ہے کہ وہ اسے ہندوستان اور ایران کے رستے حاصل کیا کرتے تھے۔ ہندوستان میں اسے کاپور یا کارپورا کہا جاتا تھا اور ایران میں اسے کافور پکارتے تھے۔ لہٰذا لفظ کافور، ہندوستانی (سنسکرتی) لفظ کاپور یا کارپورا کا فارسی روپ ہے اور یہ عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔ سٹینگیس (Steingass) نے بھی اپنی ''پرشین۔ انگلش ڈکشنری'' میں کافور کو فارسی لفظ قرار دیا ہے۔

کافور کی تاریخ سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے عرب یقینی طور پر کافور کے متعلق کوئی خاص علم نہیں رکھتے تھے۔ نہ بذریعہ ہندوستانی تجارت اور نہ بذریعہ یونانی طب۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے دوران خود ہندوستان میں بھی اس کے بارے میں آگاہی اور اس کے عام استعمال کا کوئی پکا ثبوت نہیں ملتا۔ تاہم نویں صدی کے بعد عرب اس اہم پیداوار سے کافی مانوس ہو چکے تھے۔ اب سوال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ اگر عرب، نزولِ قرآن کے وقت آج کل کے کافور سے شناسا نہیں تھے تو پھر قرآن میں جس چیز کو کافور کہا گیا ہے وہ کیا تھی؟ لیکن اس سوال پر غور کرنے سے پہلے ہمیں کافور کی ملائشیائی اور چینی (یا جاپانی) دونوں اقسام کے کیمیائی اور طبی خواص کا جائزہ لینا چاہیے۔

کافور ایک سفید ٹھوس مادہ ہے جس کا ذائقہ اور خوشبو تیز ہوتی ہے (بحوالہ: The extra pharmacopaeia (N.w Blacow)۔ ملائشیا کے پودے (Dryobalanops aromatica) سے حاصل ہونے والے کافور کا بڑا اجزاء D- Borneol ہے جسے درخت کے تنے اور ڈالیوں پر نمودار ہونے والے گوند نما مادے کو کھرچ کر حاصل کیا جاتا ہے۔ تاہم چین کے پودے Cinnamomum camphora سے کافور حاصل کرنے کے لئے اس کی لکڑی کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈالا جاتا ہے اور اس طرح لکڑی کا جو جوہر حاصل ہوتا ہے اُسے عمل تصعید کے ذریعے صاف کرلیا جاتا تھا۔ اس میں تارپین نما کافوری مادہ کیمفنون (camphanone) ہوتا ہے۔ کافور کی یہ دونوں اقسام خواص اور اثرات میں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ چونکہ کافور کی تیز بو پسند نہیں کی جاتی اس لئے اسے کھانے والی چیزوں میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں، طب میں بھی، اس کا استعمال، اندرونی یا بیرونی، ہمیشہ احتیاط چاہتا ہے۔ یہ تاکید کی جاتی ہے کہ جن ادویہ میں کافور شامل ہوانہیں بچوں سے دور رکھا جائے کیونکہ اس کا استعمال بلکہ اس کی بو بھی سر چکرانے، قے، متلی، پیٹ میں درد اور خال خال کیسوں میں فالج کا سبب بن سکتا ہے۔ کافور، بیرونی مالش سے درد دور کرنے والی بہت سی مرہموں کا ایک اہم جزو ہے۔ اعصابی تکالیف اور جوڑوں کے درد میں مفید ہے۔ دوسرے لفظوں میں، ہم کہہ سکتے ہیں کہ کافور، بطور دوا، استعمال خواہ داخلی ہو یا خارجی، بڑا ہی موثر ہے لیکن کھانے کی کسی چیز میں ڈالنے یا آمیزش سے کسی مشروب میں ذائقہ پیدا کرنے کے لئے موزوں نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر پانی میں کافور کی برائے نام آمیزش بھی ہو تو اسے نہیں پیا جا سکتا۔ لہٰذا ہم اس امکان کو رد کرتے ہیں کہ کسی زمانے میں عرب میں یا دنیا کے کسی اور علاقے میں، شراب میں یا کسی دوسرے مشروب میں کافور شامل کر کے لوگ پیتے ہونگے۔

کافور کے بارے میں تاریخی اور جانے پہنچانے مسلمہ کیمیائی حقائق کے پیش نظر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ آیا قرآن میں مذکور کافور حقیقت میں آج کل والا کافور یا کوئی اور چیز ہے؟ اگر قرآن کی آیت میں لفظ "مزاجها" کا مطلب ایسا آمیزہ ہے جس میں کافور کا ذائقہ ہے تو پھر یہ قرآنی کافور کوئی مختلف چیز ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے اگر ہم بائبل کی کتاب "نشید الاناشید" (سلیمانؑ کا گیت) کی طرف رجوع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں جس کے باب اول (آیت 14) اور باب چہارم (آیت 13) میں لفظ کوفر -Copher) (Kopher یوں استعمال ہوا ہے:

''میرا محبوب میرے لئے عین جدی کے تاکستانوں میں کوفر (حنا) کا ایک گلدستہ ہے''۔ ''تیری ندیوں سے پیدا ہوتے ہیں انار کے باغ، نفیس نفیس پھل، کوفر (حنا) اور سنبل''

بائبل کے پرانے تراجم میں لفظ کوفر (Copher) کا مطلب کافور لکھا جاتا تھا۔ تاہم، کافی تحقیق اور مطالعہ کے بعد ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں (اصلی) کافور سے کوئی واقف نہ تھا اور یہ کہ سامی زبان میں لفظ کوفر درحقیقت حنا(Lawsonia inermis) کا نام تھا۔ یہ پودا (مصری بوٹی۔Privet) عرب اور مصر میں عام پایا جاتا تھا اور سب اس سے واقف تھے۔ چنانچہ، آگے چل کر بائبل کے مختلف تراجم، جیسے موفٹ، گڈ سپیڈ اور جیسٹر وغیرہ میں لفظ کوفر کا مترادف، کافور کے بجائے حنا لکھا گیا ہے۔ یہ بھی ایک اہم حقیقت ہے کہ قدیم یونانی لٹریچر میں حنا کو ''کفروس''(Kufros) کہا جاتا تھا۔ (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو، مصری مصنف، کمال حسن کی کتاب ''انسائیکلو پیڈیا آف اسلامک میڈیسن'' (انگلش)۔

اب جو اصل سوال ہے وہ یہ ہے کہ آیا قرآنی لفظ'' کافور''، بائبل کے لفظ کوفر اور یونانی زبان کے لفظ کفروس پر مبنی ہے یا ہندوستانی لفظ کاپور (کارپورا) کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ میری حقیر رائے میں تو قرآنی کافور کی جڑ عبرانی کے کوفر یا یونانی زبان کے کفروس میں ہے جس سے مراد ہے حنا اور نہ کہ کاپور (سنسکرت) جس کا مطلب ہے کافور۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قرآن مجید میں مذکور کئی پودوں، پھلوں اور بیجوں کے ناموں کا مخرج ومنبع سامی اور یونانی زبانیں ہیں۔ لہٰذا متعدد ایسے قرآنی پودے ہیں جن کے نام بائبل میں مذکور ناموں سے ملتے ہیں۔ اس باہمی مماثلت کی بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) مسور کیلئے قرآنی لفظ عدس ہے جب کہ بائبل میں (عبرانی) لفظ عدشا ہے۔

(2) انار کے لئے قرآن میں لفظ رمان آیا ہے اور بائبل میں اس پھل کا نام (عبرانی) رمون ہے۔

(3) زیتون کا قرآنی نام زیتون ہے جب کہ بائبل میں اس کے لئے لفظ زیت ہے۔

(4) انگور کے لئے قرآن کا لفظ عنب ہے اور بائبل میں اس کا مترادف عنو ہے۔

(5) ککڑی اور کھیرے کے لئے قرآن میں لفظ قثا ہے اور بائبل میں اس کے لئے لفظ ہے قثوم۔

(6) منّ کے لئے قرآن اور بائبل دونوں میں ایک ہی لفظ ہے، یعنی ''منّ''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(7) پیاز کے لئے قرآنی نام بصل اور بائبل میں ملتا جلتا نام بلصل ہے۔

(8) انجیر کے لئے قرآن میں لفظ ''تین'' آیا ہے اور بائبل میں اسے ''تیناہ'' کہا گیا ہے۔

اب اگر مندرجہ بالا الفاظ اور بہت سے دوسرے الفاظ بھی قرآن اور بائبل میں ایک دوسرے کے قریب یا بالکل ایک جیسے ہیں تو پھر یہ بالکل ممکن ہے کہ قرآنی لفظ کافور بائبل کے کوفر سے تعلق رکھتا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسلام سے پہلے حنا یا عطر حنا کو عربی میں کافور کہا جاتا ہو لیکن جب بعد میں، ساتویں سے نویں صدی کے دوران کافور کے لئے فارسی کے خاص لفظ (کافور) کو عربی میں اپنا لیا گیا تو مہندی (Lawsonia inermis) کو صرف حنا کے نام سے پکارا جانے لگا۔ عربی زبان پر فارسی اور فارسی پر عربی کا اثر پڑنا ایک منطقی اور سمجھ میں آنے والی بات تھی کیونکہ ظہور اسلام کے فوراً بعد عربوں اور ایرانیوں کے درمیان قریبی روابط استوار ہوگئے تھے۔ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں قرآن مجید پر ایران میں کئی اہم تفاسیر لکھی گئیں اور ان سب میں، غالباً مغالطے کی بنا پر، قرآنی کافور کو فارسی کافور قرار دے دیا گیا۔

یہ بات اہم ہے کہ اسلام سے قبل، دیوسقرائیڈیز (Dioscorides) جیسے بڑے مشہور عالم نباتات نے اپنی کتاب ''رسالہ طبعی سائنس'' (Treatise on Natural Science) میں حنا کے لئے لفظ کفروس (Kufros) ہی استعمال کیا ہے۔ (بحوالہ: انسائیکلو پیڈیا آف اسلامک میڈیسن از کمال حسن (انگلش)۔ چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے دوسرے الفاظ کی طرح کافور بھی سامی یا یونانی زبان سے آیا ہے اور مسلم علما کے عام خیال کے برعکس اس کا کوئی تعلق کسی ہندوستانی زبان سے نہیں ہے۔

حنا یا مہندی (Lawsonia Inermis) عرب میں پیدا ہونے والا ایک عام پودا ہے اور نامعلوم زمانے سے اس کی خوشبو (عطر) جو اس کے پھولوں سے کشید کی جاتی ہے، بناؤ سنگھار کے ایک اہم جزو کے طور پر استعمال کی جاتی رہی ہے۔ حنا کے پھولوں کی تاثیر ٹھنڈی اور فرحت انگیز ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کہے کہ فلاں شراب میں حنا کا ذائقہ ہے تو اس کا یہ بیان سائنسی طور پر صحیح ہوگا۔ حنا کا سرخ رنگ (جو اس پودے کے پتوں سے نکلتا ہے) بھی بہت دلکش ہوتا ہے اور کسی بھی شراب سے منسوب کیا جاسکتا ہے۔ جارج واٹ (اے ڈکشنری آف اکنامک پروڈکٹس آف انڈیا (بزبان انگلش) کے مطابق، عربی شاعر، امرأالقیس (چھٹی صدی عیسوی) نے سب سے پہلے اپنی شاعری میں لفظ کافور استعمال کیا تھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اُس نے اس سے مراد اصلی کافور لیا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ امرأالقیس کے ذہن میں بھی کافور کا مطلب حنا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناکہ کافور۔لیکن آگے چل کر آٹھویں صدی عیسوی کے عربی شعراء الحجاج اور الراعی نے جو اپنے کلام میں کافور کا ذکر کیا ہے (اور جس کا حوالہ عربی لغت،لسان العرب میں ہے) اُس سے مراد آج کے زمانے کا کافور ہو سکتا ہے کیونکہ ان دونوں شاعروں کے دور میں عرب مسلمان طب اور سائنسی علوم کی دیگر شاخوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر چکے تھے۔ چنانچہ یہ بات یقینی معلوم ہوتی ہے کہ اُس وقت تک طب کی ایک اہم دوا کے طور پر کافور کا عرب معاشرے میں تعارف ہو چکا تھا اور لوگ عمومی طور پر اس سے واقف تھے۔

اسلام میں اس سائنسی انقلاب کے بعد ہی، قرآن مجید کی تفسیروں میں جو زیادہ تر ایرانی علما نے لکھی تھیں، قرآنی کافور کو حقیقی کافور سمجھ لیا گیا۔ یہاں ایک اور اہم چیز بھی نوٹ کرنے کے لائق ہے۔ وہ یہ کہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں شائع ہونے والی انگریزی زبان کی تمام اہم لغات میں، جیسے اکسفرڈ ڈکشنری ہے یا کیمبرج ڈکشنری، لفظ کیمفر (Camphor) یا کیمفائر (camphire) کے تین الگ الگ مطالب لکھے ہیں۔ پہلا معنی ہے ملائشیا کے درخت کی تیز بو والی پیداوار، دوسرا مطلب ہے چینی درخت سے حاصل کیا جانے والا سفید مواد جو دواؤں میں استعمال ہوتا ہے اور تیسرا ہے حنا کا پودا۔ ان انگریزی لغات کے علاوہ، بائبل پر لکھی جانے والی مختلف انگریزی اور فرانسیسی کتابوں، بالخصوص فرانسیسی زبان کی مایہ ناز کتاب Book, la Botaniquede,la Bible (بائبل کی نباتات) میں بھی کافور سے مراد حنا کا پودا لیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ دو صدیوں کے ہمارے مفسرین اور علمانے کافور کی تاریخ کے اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دی۔

حضرت محمد ﷺ کی بہت سی حدیثوں میں کافور کا ذکر آیا ہے لیکن جیسا کہ ''رسالہ تحقیقات اسلامی'' کے شمارہ جنوری مارچ 1986ء علی گڑھ، میں مضمون نگار، الطاف احمد اعظمی نے لکھا ہے ان میں سے کسی حدیث میں بھی کافور کے کسی استعمال خصوصاً طبی استعمال کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ان احادیث سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس کافور کا ذکر قرآن میں ہے وہ حقیقی کافور ہے۔ مختلف احادیث سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو تلقین فرمائی تھی کہ غسل کے بعد میت پر کافور لگایا کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ حجاز اور نجد میں کافور یقیناً ایسی چیز نہیں تھی کہ اس مقصد کے لئے عام دستیاب ہوتی۔ ہاں، البتہ، عطرِ حنا ایک ایسی خوشبو تھی جو اُس علاقے میں عموماً ملتی تھی اور جسے میت کی آخری رسوم میں استعمال کیا جا سکتا تھا۔ مصر میں بھی اسلام سے پہلے مُردوں کے بدن پر حنا لگانے کا رواج موجود تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں ایک اور حقیقت کا اعادہ بھی ضروری ہے۔ تیرہویں صدی عیسوی تک کافور کی قیمت سونے کے برابر تھی۔ چنانچہ کافور بعض اہم مرہموں کے جزو کے طور پر نہایت معمولی مقدار میں ہی استعمال کیا جاسکتا تھا۔ ایسی گرانقدر اور کمیاب چیز کا چھٹی یا ساتویں صدی میں آخری رسوم کے لئے عام استعمال نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پندرہویں سے سترہویں صدی تک کے زمانے میں یہ تبدیلی رونما ہوئی کہ عالمی منڈی میں چینی کافور کی آمد کی بنا پر، اس کی قیمت کافی گر گئی۔ اس کے بعد جب تارپین سے کیمیائی عمل کے ذریعے اس کی پیداوار کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کی قیمت مزید کم ہوگئی۔

مندرجہ بالا بحث کا نچوڑ اور میری عاجزانہ رائے یہ ہے کہ قرآن میں مذکور کافور دراصل حنا (lawsonia inermis) ہے اور نہ کہ کافور (Dryobalanops aromatica)۔ پھر بھی، میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام عربی زبان کے علما اور تفسیر قرآن پر دسترس رکھنے والوں کا ہے کہ قرآنی کافور کے مفہوم کے اس پہلو پر ایک حتمی رائے دیں۔ میں مسلم ممالک کے تمام علما اور ہندوستان میں علوم کے اسلامی مراکز سے وابستہ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس موضوع پر سنجیدگی سے غور و خوض کریں۔ یہ بات ہمارے ذہن میں رہنی چاہیے کہ بعض الفاظ کے معانی میں کسی تبدیلی یا اُن کی ایک مختلف تعبیر سے قرآن کا پیغام متاثر نہیں ہوتا۔

کافور پر چند اہم احادیث:

(1) اُم عطیہؓ کہتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں میں سے ایک فوت ہوگئیں تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: اسے تین یا پانچ مرتبہ یا زیادہ اگر ضروری ہو، پانی اور بیری (کے پتوں) سے غسل دو اور آخر میں کافور چھڑک دو۔'' (صحیح بخاری)

نوٹ: کافور کے بارے میں اس سے ملتی جلتی چار اور حدیثیں بھی ہیں جن کی روایت اُم عطیہؓ نے کی ہے۔

اضافی تنقیحی نوٹ: (کافور سے مراد صرف کافور ہے)۔ (از مترجم)

سدرہ (بیری) پر اپنے مضمون میں مصنف نے پہلے سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہر حال میں اُسے بیری کے بجائے دیودار ثابت کرنا ہے خواہ قرآنی مفہوم، احادیث کے مطالب اور واقعاتی ثبوت اُس نظریے کی جتنی بھی تردید کریں۔ قریب قریب وہی کچھ مصنف نے موجودہ مضمون (کافور) میں کیا ہے، بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ مواد اپنا یہ نظریہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے کہ سورۃ الدھر میں جس کافور کا ذکر ہے اُس سے مراد کافور نہیں بلکہ حنا (مہندی) ہے۔ ایک طرف مصنف نے یہ دلیل دی کہ کافور کی مخصوص بو باس ایسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیز ہوتی ہے کہ کسی پینے کی چیز (شراب وغیرہ) میں اس کی آمیزش اُس کا ذائقہ خوشگوار کے بجائے ناگوار کر دے گی۔ (اور یہ قیاس بھی اُس نے دنیا میں دستیاب کافور کو سامنے رکھ کر کیا ہے جبکہ جنت میں بہرحال صورت حال مختلف ہوگی) دوسری طرف حنا کو سامنے لاکھڑا کیا ہے حالانکہ مہندی کی بو بھی، سب کو معلوم ہے، کسی مشروب میں ملانے کے لئے موزوں نہیں ہوسکتی۔ چونکہ مصنف نے کافور کی کسی مشروب میں آمیزش کے تصور کو محال قرار دیا ہے (بظاہر ناپسندیدہ) تو سب سے پہلے یہی دیکھتے ہیں کہ قرآنی آیت کا مفہوم کیا ہے۔

ہم نے شروع میں اس آیت کا جو اُردو ترجمہ نقل کیا ہے وہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ہے جس کے مطابق جنت کی پاک شراب میں آبِ کافور کی آمیزش ہوگی (کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ اُس میں کافور کی آمیزش ہوگی) مولانا مودودی عرب نہیں تھے۔ قرآن حکیم کا ایک اُردو ترجمہ سید محمد رفاعی عرب نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ مترجم اور مفسّر پیدائشی عرب ہے اور ساتھ ساتھ اردو دان بھی ہے۔ انہوں نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ ہے: ''بے شک نیک لوگ پئیں گے اس گلاس سے جو کافور سے بنا ہے۔'' اس مفہوم کی مزید وضاحت اس سورۃ کی اگلی آیت سے ہوتی ہے جس کا ترجمہ رفاعی صاحب نے اس طرح کیا ہے۔ ''وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے نیک بندے پئیں گے، اُسے جہاں چاہیں گے بہتا ہوا پائیں گے۔'' (تفسیر رفاعی: سید محمد رفاعی عرب)۔ لیجئے، ایک عرب (اہل زبان) جو ترجمہ کر رہا ہے اس کے مطابق شراب کا ذکر نہیں ہے، کافوری پیالوں کا ذکر ہے جس میں جنت کے چشمے کا پانی ڈال کر پیا جائے گا۔ اس پیالے میں شراب یا پانی پینے سے کافور کی خوشبو آتی بھی ہو تو کیا حرج ہے۔ اس کے علاوہ اس کا مطلب ایسا پیالہ بھی ہوسکتا ہے جو سفید اور چمکتا ہوا ہو، کافور کی طرح۔ معلوم نہیں مصنف نے کس طرح فرض کر لیا ہے کہ کافور کی خوشبو ناگوار احساس کرتی پیدا ہے، صرف اس بنا پر کہ کافور کا استعمال مُردوں کے جسم اور کفن پر ہوتا ہے؟ تھوڑی دیر کے لئے کافوری شمع کا تصور کریں۔ کافوری شمعیں تیز، چمک دار اور خوشبودار روشنی کے لئے بادشاہی محلات میں استعمال ہوتی تھیں کیونکہ یہ روشنی دل و دماغ کو ٹھنڈک بھی پہنچاتی تھی۔

البرٹ ایف ہل اور بی۔ پی پانڈے (Economic Botany) کے مطابق، کافور اور دار چینی دونوں کا تعلق ایک ہی نباتاتی خاندانی (Lauraceae) سے ہے اور فوائد و خواص خصوصاً طبی بھی بالکل ملتے جلتے ہیں۔ یہ خوشبودار پودوں کا خاندان ہے۔ دونوں ہی کا تعلق نباتاتی ذیلی ذات Cinnamon سے ہے۔ کافور کا سائنسی نام Cinnamomum Camphora جبکہ دار چینی کا سائنسی نام Cinnamomum zeylanicum ہے۔ دار چینی اور کافور دونوں کا تعلق ٹراپیکل علاقوں سے ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارچینی زیادہ تر سری لنکا سے جب کہ کافور ملایا (موجودہ ملائیشیا) اور انڈونیشیا اور چین سے آتا رہا ہے۔لہٰذا اگر مشروب میں دارچینی استعمال ہوسکتی ہے تو کافور کی لکڑی یا خوشبو بھی ہوسکتی ہے۔ یہ دونوں آپس میں جڑواں بھائی بہن ہیں۔ ہندوستان اور پاکستان میں رائج دارچینی کے نام سے بھی اس کا اصل تعلق چین سے ظاہر ہوتا ہے اور کافور کا تعلق بھی اُسی علاقے (انڈو چائنا) سے تھا اور ہے۔ گویا جیسا کہ مولانا مودودی صاحب نے اپنی تفسیر میں واضح کیا ہے، جنت کی شراب یا پانی میں آب کافور کی تھوڑی سی آمیزش کوئی عجیب بات نہیں۔ علاوہ ازیں، کون جانتا ہے کہ جنت کا کافور کیسا ہوگا؟ اُس کی سفیدی اور اعلیٰ قسم کی خوشبو کو دنیا کے کافور کی سفیدی اور تیز خوشبو پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔

مصنف کے نزدیک قرآن میں مذکور کافور کو اس لئے بھی اصلی کافور نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ نزول قرآن کے زمانے میں بہت قیمتی (سونے کے برابر قیمت) اور کمیاب تھا اور عرب اس سے ناآشنا تھے، جیسا کہ فتح مدائن (حضرت عمرؓ کے دور کا واقعہ) کے قصے سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ دونوں انتہائی کمزور دلیلیں ہیں۔ دنیا بھر کی لائبریریاں ایسے لٹریچر سے بھری پڑی ہیں جس کے مطابق اسلام سے پہلے اور ظہور اسلام کے بعد، عرب دنیا کے متحرک ترین اور مہم جو ترین بین الاقوامی تاجر تھے جن کے اپنے ملک میں تو کھجوروں، بیریوں اور پیلو کے علاوہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن وہ دنیا کے کونے کونے سے ہر قسم کی چیز (خصوصاً وہ چیز جو محفوظ رہ سکتی ہو جیسے خشک پھل اور مسالے اور خوشبوئیں) اپنے ہاں لے کر آتے تھے اور چین و ہند سے لے کر یورپ تک انسانی استعمال کی ہر اہم چیز سے واقف تھے۔ وہ بڑے امیر بھی تھے اور عالمی تجارت میں مرکزی کردار ادا کر رہے تھے۔ مسالوں اور خوشبوؤں کی تجارت (یاد رہے کہ دنیا بھر میں خوشبوؤں کو سب سے زیادہ پسند اور قدر کرنے والی قوم عرب رہے ہیں، ابن بطوطہ کے مطابق عربوں کے مختلف شہروں میں صرف خوشبو اور خوشبودار چیزوں، بشمول کافور، کی خرید و فروخت کے لئے الگ بازار ہوتے تھے)، عربوں کا پسندیدہ اور مقبول ترین کاروبار تھا۔ اس کاروبار کی قدامت کا اندازہ بائبل کی اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں ایک کنویں میں ڈال چکے اور مطمئن ہو کر ایک طرف بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تو اُس وقت ''انہوں نے آنکھیں اٹھائیں تو دیکھا کہ اسماعیلیوں (عربوں) کا ایک قافلہ نکعت اور بلسان اور دھونا (خوشبوئیں) اونٹوں پر لادے ہوئے جلعاد (موجودہ اردن اور شام کا علاقہ) سے آتا ہے کہ انہیں مصر لے جائے'' (کتاب تکوین 25:37)۔ سو وہ ایک عرب تجارتی قافلہ تھا جو خوشبوئیں اور مسالے لے کر مصر جا رہا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی فروخت کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے لے گیا۔ مصر کی طرف اس لئے عربوں کے تجارتی کاروان جاتے تھے کہ وہاں اِن خوشبوؤں کی بڑی قدر تھی، مثلاً کافور کی بہت مانگ تھی کیونکہ اُسے شہزادوں، رئیسوں اور امراُ کی لاشیں حنوط کرنے میں استعمال کیا جاتا تھا۔ مثلاً ولادت مسیح سے پانچ سو سال قبل، قدیم ترین یونانی مورّخ، ہیروڈوٹس نے اپنی کتاب ''تواریخ'' (Histories) میں، مصر میں مُردوں کی حنوط کاری کے تین درجے لکھے ہیں، ایک امراُ اور شہزادوں کے لئے، ایک درمیانہ وسائل کے لوگوں کے لئے اور ایک عام لوگوں کے لئے۔

امراُ کی لاشوں کو ایک طرف سے چیرنے کے بعد صاف کیا جاتا، اندر مسالے بھرے جاتے اور باہر کافور لگایا جاتا تھا (ملاحظہ ہو ''دُنیا کی قدیم ترین تاریخ، ہیروڈوٹس۔ اردو ترجمہ: یاسر جواد۔ ص 161)۔ گویا کافور سمیت دیگر خوشبوئیں جو مصر پہنچائی جاتی تھیں اُس تجارت میں اہم ترین کردار عربوں کا تھا اور عرب تاجروں میں پیش پیش مکّہ کے قریش تھے۔ ''قریش'' کا یہ نام ہی ''اُن کی تجارت کرنے اور منافع کمانے'' کی عادت کی وجہ سے مشہور ہوا۔ (مُلاحظہ ہو ''اسلام سے پہلے جاہلی عرب مع سبعہ معلقات''۔ ڈی لیسی اولیری۔ ترجمہ یاسر جواد۔ انگلش میں کتاب کا نام Arabia before Muhammed PBUH ہے)۔

عالمی تجارت میں قدیم عربوں کے متحرک کردار پر ڈی لیسی اولیری نے نہایت دلچسپ روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام سے قبل عرب، پوری دنیا میں تجارتی سامان (بشمول مسالے، خوشبوئیں، کافور، دار چینی، لوبان، عطریات، خشک میوہ جات، چینی ریشم وغیرہ) کے ساتھ اپنے اونٹوں کے ساتھ گھومتے پھرتے تھے اور اُن کے ہاں بالخصوص مکہ اور یمن میں بھی دنیا بھر سے تجارتی قافلے آتے تھے کہ وہ ایک محفوظ تجارتی راستہ تھا (یہاں سورۃ ''قریش'' کے مفہوم پر غور کریں، اُس میں بھی اسی طرف اشارہ ہے)۔ اس کتاب سے مختصر اقتباسات ملاحظہ ہوں: ''مکی تاجر (قدیم دور میں) نیچے یمن کی طرف جاتے تھے لیکن زیادہ تر اہل مکہ یمنیوں، اہل حبشہ اور دیگر کا مکہ میں لایا ہوا مالِ تجارت شمال کی طرف لے جاتے تھے۔ مکہ سے شمال کی طرف سڑک پر عملاً مکہ کی اجارہ داری تھی۔ عام طور پر متوقع معاوضہ اشیاء کی قیمت کا 100% ہوتا تھا۔ مکہ بین الاقوامی تجارت کا کلیرنگ ہاؤس بھی تھا۔ تجارت میں عملاً ہر شہری شریک تھا، حتیٰ کہ عورتیں بھی آگے روانہ کی جانے والی اشیاء میں سرمایہ کاری کرتی تھیں (حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں دلچسپی کی مثال ذہن میں رکھیں)۔ چھٹی صدی عیسوی میں مکہ تجارتی کاروانوں کا مرکزی مقام بن گیا تھا۔ جاڑوں میں تجارتی قافلے یمن جاتے اور گرمیوں میں شام کا رخ کرتے...... '' قرآن تو بعد کی بات ہے، جاہلیہ شاعری (مثلاً سبعہ معلقات) میں کئی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی چیزوں کے نام ملتے ہیں جو عرب میں پیدا نہیں ہوتی تھیں، جیسے ریشم (جو چین سے آتا تھا)، کالی مرچ، ہندی تلوار، ہاتھی دانت، زعفران، چیڑ کا خوشبودار تیل وغیرہ (بحوالہ ڈی لیسی اولیری)۔ اب یہ ضروری نہیں کہ تجارتی مال جو باہر سے آتا تھا، اس کی ہر چیز کا قدیم عربی شاعری یا قرآن میں حوالہ ہو۔ ایک چیز کا ذکر کسی مناسبت سے ہی ہوتا ہے۔ کافور (اصلی) کا عربوں کو نہ صرف بخوبی علم تھا بلکہ وہ اسے خریدتے اور آگے مصر کو روانہ کرتے تھے۔ کافور ایسی انتہائی قیمتی چیز بھی نہ تھا۔ مراکش کے سیاح ابن بطوطہ نے آٹھویں صدی ہجری میں ہندوستان، چین، ملائشیا، سری لنکا، ہند چینی، انڈونیشیا، عرب اور افریقہ کے کئی ممالک کی سیاحت کی تھی۔ آغاز اسلام سے ابن بطوطہ کے دور تک بعض سیاسی تبدیلیوں کے باوجود ان ممالک کی معیشت اور معاشرت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ملائشیا اور انڈونیشیا کے علاقوں کی سیاحت کے دوران ابن بطوطہ کو جو تحائف ملے اُن میں کافی مقدار میں کافور، لونگ اور عود بھی تھا۔ اگر یہ اس قدر نایاب اور مشکل الحصول چیز یا سونے کے بھاؤ ملنے والی چیز ہوتی تو اتنی مقدار میں نہ ملتی اور ابن بطوطہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحفے کی اہمیت کو زیادہ اجاگر کرتا۔ سفرنامے سے واضح ہے کہ اُس وقت تک کافور کی سپلائی کا بڑا ذریعہ ملائیشا کا درخت ہی تھا (جسے مصنف نہایت کمیاب قرار دیتا ہے اور اسی لئے قیمتی بھی) اور کافور کی تجارت عام تھی۔ ابن بطوبطہ نے کافور کے درخت کا ذکر بھی کیا ہے اور لکھا ہے کہ خرید و فروخت میں قلعی کے ٹکڑے استعمال ہو رہے تھے۔ (ملاحظہ ہو۔ سفرنامہ ابن بطوطہ جلد دوم۔ ترجمہ رئیس احمد جعفری)

مصنف نے نزول قرآن کے زمانے میں کافور سے عربوں کی مکمل ناواقفیت ثابت کرنے اور اس قرآنی نام کو حنا (مہندی) قرار دینے کے لئے ایران میں جہاد کرنے والے حضرت سعد بن وقاصؓ کی زیر قیادت اسلامی لشکر کو دستیاب ہونے والے کافور کے تھیلے کی کہانی نقل کی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک معمولی سا واقعہ تھا جسے ہر قسم کی دلچسپ لگنے والی روایت بیان کرنے (خواہ غلط یا صحیح) کا شوق رکھنے والے علامہ طبری نے کہیں سے سن کر اپنی تاریخ میں بیان کیا اور حضرت عمرؓ اور ایران میں اسلامی فتوحات پر لکھنے والے کئی ثقہ سوانح نگاروں اور مورخین نے اسے غیر اہم یا غیر مستند سمجھ کر نظر انداز کیا ہے۔ مثلاً عرب مصنف ڈاکٹر علی محمد الصلابی نے اپنی کتاب ''سیدنا عمر بن خطابؓ، شخصیتہ وعصرہ'' (اُردو ترجمہ شمیم احمد خلیل السلفی و عبدالمعین بن عبدالوہاب مدنی) میں ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کے حوالے سے لکھا ہے: ''ابن جریر طبری کے بارے میں ہر ذی علم یہ جانتا ہے کہ تمام روایات کے نقل کرنے میں وہ صحت کا التزام نہیں کرتے۔'' اسی طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ الفخری (جس کا ذکر بھی مصنف نے کیا ہے) کے مصنف محمد علی ابن علی ابن طبا طبا نے اپنے پیشرو طبری کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور مزا لینے کے لئے وہ لطیفہ (غلط یا صحیح) نقل کر دیا ہے۔ اِن دونوں کے مطابق جب مسلمان دریائے دجلہ اپنے گھوڑوں پر سوار پار کر کے ایران کے قدیم شہر اور دارالسلطنت مدائن پر قبضہ کر چکے تو انہیں وہاں قیمتی خزانے اور بڑے بڑے نوادرات ملے جنہیں دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہو گئے۔ وہیں شاہی محلات کے کسی کونے میں یا باہر ایک سپاہی کو ایک تھیلا ملا جس میں کافور تھا جسے وہ اپنے ساتھیوں کے پاس لایا جنھوں نے اُسے نمک سمجھ کر کھانے میں ڈالا تو مزا نہ آیا پھر ایک شخص نے جو کافور کو پہنچانتا تھا اُسے ایک معمولی چیز کے تبادلے میں خرید لیا۔ یہ بیان ابن طبا طبا کا الفخری میں ہے۔ (بحوالہ الفخری اُردو ترجمہ محمد جعفر شاہ پھلواری)۔ ابن جریر طبری (تاریخ طبری۔ جلد دوم) نے البتہ یہ نہیں لکھا کہ کافور کا تھیلا ایک آدمی کو ملا تھا۔ اس پر دونوں متفق ہیں کہ کافور کو (بوجہ مماثلت وسفیدی و کھاراپن) نمک سمجھ کر آٹے یا کھانے میں ڈالا گیا اور کھانے کا ذائقہ کڑوا ہو گیا۔ اسی کہانی کو محمد حسین ہیکل نے بھی اپنی کتاب ''الفاروق عمرؓ'' (اُردو ترجمہ: حبیب اشعر) میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''مسلمانوں نے اس (کافور) کی بہتات دیکھ کر سمجھا کہ نمک ہے۔'' علامہ شبلی نعمانی اور کئی دیگر سوانح نگاروں اور مورخوں نے اس روایت کو اس قابل نہیں سمجھا کہ نقل کیا جائے۔ طبری اور ابن طبا طبا نے یہ بھی لکھا ہے کہ مدائن میں مسلمانوں کو بے شمار ایسی قیمتی چیزیں ملیں جن کی قدرو قیمت سے (بادیہ نشین اور سادہ مزاج ہونے کی بنا پر) وہ زیادہ آگاہ نہ تھے، چنانچہ سونے کے برتن برابر وزن چاندی کے عوض دے دیئے، ایک یاقوت، معمولی قیمت پر دے دیا۔ اُن سپاہیوں نے تو پہلے صرف سادہ زندگی دیکھی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام عرب والوں کو سونے، یاقوت اور کافور کا پہلے کوئی علم ہی نہیں تھا۔ آج ہم میں سے کتنے لوگ کافور کو فوراً شناخت کر سکتے ہیں؟ نمک اور کافور کے درمیان مشابہت کی بنا پر کوئی بھی مغالطے میں پڑ سکتا ہے۔ اگر مدائن فتح کرنے والے سپاہیوں نے کافور استعمال کرنے سے پہلے اچھی طرح چکھ لیا ہوتا تو وہ اسے کھانے میں نہ ڈالتے۔

چنانچہ اس نوع کی ایک بے سند روایت بلکہ لطیفے کی بنیاد پر یہ حتمی رائے قائم کرنا کہ عرب مسلمانوں کو نزولِ قرآن کے وقت کافور کی حقیقت کا علم نہیں تھا اور بعد میں بھی کئی صدیوں تک علم نہ تھا، افسوسناک ہے۔ علامہ مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب ''ہزار سال پہلے'' میں عباسی خلیفہ ہارون الرشید (آغاز خلافت: 170ھ) کے دور میں لوگوں کی خوشحالی ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُن کے عیسائی درباری طبیب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نختیشوع کے ہاں بخور کے لئے کوئلہ بھی کسی خوشبودار درخت کی لکڑی سے تیار کیا جاتا تھا اور جب جلانے والی لکڑیوں کو بجھاتے تھے تو پانی کی جگہ عرقِ گلاب استعمال کیا جاتا تھا جس میں دیگر خوشبوؤں کے علاوہ کافور بھی شامل ہوتا تھا۔ اب قیاس کیا جاسکتا ہے کہ عرق گلاب میں لوبان و کافور کی آمیزش تو بچ سکتی تھی، مہندی یا اس کے پتوں کی نہیں۔ اور یہ بات اسلام کے ابتدائی دور کی ہے۔

مندرجہ بالا حوالوں اور حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربوں کے لئے قرآن میں کافور کا ذکر کوئی عجیب بات نہ تھی۔ اگر اُن کے لئے یہ نام نامانوس اور عجیب سا ہوتا تو وہ ضرور اس کے بارے میں حضور ﷺ سے دریافت کرتے یا کم از کم اُن صحابہ سے جو آپ کے بہت قریب تھے۔ اس کی ایک مثال سورۃ عبس میں لفظ ''ابا'' کے متعلق علامہ مناظر احسن گیلانی کی یہ روایت ہے کہ لوگوں نے اس کا مفہوم خلیفہ اول و خلیفہ دوم سے دریافت کیا تھا اور اُن کا جواب تھا کہ انہیں معلوم نہیں اس لفظ کا کیا اصل مفہوم ہے۔ کافور کے بارے میں اس قسم کے سوال و جواب یا تشریح کی روایت کا علم نہیں۔ اب اُس زمانے کا کافور خواہ ملائیشا کے پودے کا تھا یا چین کے پودے کا، فرق نہیں پڑتا۔ نزول قرآن کے وقت عربوں کو خوب معلوم تھا کہ کافور اور مہندی دو مختلف پودے ہیں۔

لسانی باریکیوں اور موشگافیوں سے قطع نظر، اسلام کے آغاز سے ہی کافور اور حنا میں فرق کو ظاہر کیا جا رہا ہے۔ مثلاً حنا کے متعلق جتنی بھی احادیث ہیں اُن میں لفظ حنا ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کا متبادل کوئی اور لفظ استعمال نہیں ہوا۔ ابوداوٗد کی ایک حدیث کے مطابق ایک عورت نے پردے سے ہاتھ نکال کر اشارہ کیا کہ اُس کے ہاتھ میں حضور ﷺ کے لئے خط ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا کہ ''میں نہیں جانتا کہ یہ ہاتھ مرد کا ہے یا عورت کا۔ اگر عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو رنگ لیتی''، یعنی مہندی لگاتی۔ ابوداوٗد اور نسائی کی ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مہندی کی بو کو پسند نہیں کرتے تھے۔ کافور کے بارے میں بھی حدیثیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ اسے مہندی یا عطر حنا کا متبادل کبھی نہیں سمجھا گیا۔ مثلاً صحیح مسلم میں نافعؒ نے ابن عمرؓ کی زبانی روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی دھونی دیا کرتے تھے جس میں کافور اور مشک دونوں ملے ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ مہندی کی دھونی تو کبھی کسی نے نہیں دی۔

بائبل میں مہندی کے پودے سے ملتے جلتے ایک خوشبودار پتوں اور خوشبودار پھولوں والے پودے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتل (Myrtle) کا ذکر آیا ہے، اس کا تعلق نباتاتی خاندان Myrtaceae سے ہے جس میں لونگ، امرود، جامن، یوکلپٹس وغیرہ خوشبودار پتے رکھنے والے کئی درخت اور پودے شامل ہیں۔ اس کے بیجوں کو غالباً حب آلاس کہتے ہیں جو طب میں مستعمل ہیں۔ اگر کافور سے کافور مراد نہ ہوتا تو پھر یہ مرتل ہوسکتا تھا لیکن درحقیقت کوئی ایسی وجہ یا ٹھوس ثبوت موجود نہیں جس کی بنیاد پر قرآنی کافور کو حقیقی کافور نہ سمجھا جائے، خواہ ملائشیا والا خواہ چین والا۔ چنانچہ مصنف کا یہ نظریہ ہمارے نزدیک درست نہیں کہ قرآن میں جس کافور کا ذکر ہے اس سے مراد حنا ہے۔

کافور ایک بہت بڑا درخت ہوتا ہے۔ کافی اونچا اور کسی پہاڑی درخت کی طرح بارعب اور خوبصورت اس کے گھنے پتوں میں ڈالیاں چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ یہ مخصوص ٹراپیکل آب وہوا کو پسند کرتا ہے۔ کاشت بیج کے ذریعے ہوتی ہے اور جیسا کہ مصنف نے بتایا ہے، جس چیز کو خوشبودار کافور کہا جاتا ہے وہ اس درخت کی ٹہنیوں اور پتوں کو ابالنے سے حاصل ہونے والا جوہر ہوتا ہے اب یہ کام مشینی طریقے سے ہوتا ہے، مارکیٹ میں کافی سستا مصنوعی کافور دستیاب ہونے کے باوجود، اصلی کافور کی اہمیت، طب، صنعت اور پرفیومری میں وسیع پیمانے پر استعمال کی وجہ سے برقرار ہے، اسی لئے امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں کافور کے بے شمار درخت لگائے گئے ہیں۔ درخت کافی لمبی عمر پاتا ہے، اس کی خوبی یہ ہے کہ (کافور کے لئے) شاخوں کی مسلسل قطع وبرید کے باوجود، یہ بڑھتا رہتا ہے۔ کوشش کی جاتی ہے کہ بڑی عمر کے درختوں کی شاخیں کافور کے حصول کے لئے استعمال کی جائیں۔

یہ مفروضہ کہ کافور کا استعمال عموماً بیرونی ہوتا ہے بھی غلط ہے۔ البرٹ ایف ہل (اکنامک باٹنی) کے مطابق کافور (جو عام درجہ حرارت پر کم پگھلتا ہے اور خوشبو دیر تک برقرار رکھتا ہے) کا استعمال داخلی طور پر بھی ہوتا ہے۔ یعنی کھانے پینے کی اشیا یا کسی دوائی یا شربت میں شامل کیا جا سکتا ہے...... کافور کے درخت کے متعلق یہ مختصر معلومات ہمیں اس لئے دینا پڑی ہیں کیونکہ مصنف نے صرف حنا پر زیادہ توجہ مرکوز کی ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادرک: قرآن مجید میں ہے کہ جنتیوں کو ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں ادرک کا ذائقہ ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اُن کو وہاں (جنت میں) ایسی شراب کے جام
پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی''۔

(القرآن۔17:76)

ادرک

(GINGER)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 11

ادرک

قرآنی نام: زنجبیل

دیگر مروج نام: سونٹھ۔ادرک (اُردو، ہندی، پنجابی، کشمیری)

زنجیل۔جنز بیل: (عربی)

زنجیل: (فارسی)

ادا۔ادو: (بنگالی۔گجراتی)

آل: (مراٹھی)

جنجر: Ginger(انگلش)

جنجمبر: Gingembre(فرنچ)

انجور: Injwer(جرمن)

سیرنجبر۔اردراکم (سنسکرت)

نباتاتی نام: زنجیبر آفیسنیل Zingiber Officinale

نباتاتی خاندان: Zingiberaceae

قرآنی حوالہ

1: سورۃ،76الدھر،آیت:17۔

وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝

ترجمہ:۔ ''اور اُن کو وہاں (جنت میں) ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آمیزش ہوگی" (17:76)

قرآن حکیم کی اس آیت میں، اُن لوگوں کو جو جنت میں جائیں گے، باری تعالیٰ نے ایک ایسی شراب پلانے کا وعدہ کیا ہے جس میں ادرک کا ذائقہ ہوگا۔ دنیا کی زندگی میں نیک اعمال کی وجہ سے انہیں یہ انعام ملے گا۔ مولانا ثنا اللہ عثمانی (تفسیر مظہری) نے لکھا ہے کہ عربوں کو ادرک سے بڑی رغبت تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کی پسند اور ذوق کے مطابق ایک چیز کا وعدہ کیا ہے۔ اپنی تفسیر میں مولانا مودودی صاحب نے بیان کیا ہے کہ عرب اپنے پینے کے پانی میں ادرک ملایا کرتے تھے۔

ادرک، جس کا نباتاتی نام زنجبیر آفسینیل (Zingiber Officinale) ہے، بنیادی طور پر ہندوستان سے تعلق رکھتی ہے اور پرانے دور میں عرب، خشک ادرک (سونٹھ) ہندوستان سے درآمد کرتے تھے جسے وہ عربی میں زنجبیل یا بس کہتے تھے۔ عربی لفظ زنجبیل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سنسکرت کے لفظ سرنجبیر کا معرّب ہے۔ اپنی کتاب "ارض القرآن" میں علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ ہم (اہل ہند) کے لئے یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ ہمارے ملک کے بعض ایسے الفاظ ہیں جنہیں قرآن مجید میں جگہ ملی ہے اور یہ کہ ہمارے ملک کی تین خوشبوئیں، یعنی مسک، زنجبیل اور کافور، ایسی ہیں جن کا ذکر اگلے جہان کی جنت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ ندوی کی تحقیق کے مطابق عربی کے یہ تینوں الفاظ ہندوستانی الفاظ، مشک، سرنجویرا (جرنجبیرہ) اور کارپورا (کاپور) سے نکلے ہیں۔ کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار زبیر صدیقی نے کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے (ملاحظہ ہو: (Studies in Arabic and Persain Medical Literaure) کہ زنجبیل اور کافور کے علاوہ ایک اور قرآنی لفظ "طوبا" بھی سنسکرت کے لفظ "توپا" سے نکلا ہے۔

ادرک، جو دراصل پودے کی زیر زمین جڑیں ہیں، ایک زبردست نباتاتی پیداوار ہے جسے اب دنیا بھر میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک قسم کا تیل ہوتا ہے جس کی مخصوص خوشبو ہوتی ہے۔ اس تیل کے اہم اجزا میں کمفین (Camphane)، فلنڈرین (phellandrene) سینول (Cineol) اور بورنیول (Borneol) شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں جنجرین (Gingerin) نامی اولیک ایسڈ بھی پایا جاتا ہے۔ ادرک کا تیل، اس کا مخصوص نمک جنجرین اور ڈبوں میں محفوظ ادرک بین الاقوامی تجارت کا ایک اہم عنصر ہیں۔ انہیں مختلف غذائی مرکبات اور مشروبات، جیسے پیسٹریوں، بسکٹوں، سالنوں، مسالوں، ادرک والی روٹیوں، ادرک والی بیئر، اچاروں، شربتوں اور مربّوں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادرک، معدے اور آنتوں کو متحرک کرتی ہے۔ اسی لئے یہ بہت ہاضم ہوتی ہے۔ یہ ضعف معدہ، نفخ، تبخیر، درد معدہ، قے، متلی، تشنج اور معدے کی دیگر تکالیف اور دمے میں انتہائی مفید ہے۔ ضعف اشتہا کی صورت میں کھانے سے قبل اگر ادرک کا رس نمک اور لیموں کے رس میں ملا کر استعمال کیا جائے تو بے حد فائدہ ہوتا ہے۔ زردیرقان اور ہذیان میں بھی اس کا استعمال تجویز کیا جاتا ہے۔ حلق کے درد، گلا بیٹھ جانے اور خناق کی تکالیف میں ادرک چبانے سے منہ میں کافی لعاب پیدا ہوتا ہے اور گلے کو آرام آ جاتا ہے۔ ادرک، ذیابیطس، پرانی گنٹھیا اور جگر کی بیماری کے ابتدائی مرحلے میں مفید بتائی جاتی ہے۔ دانت کے درد اور اعصابی دردِ سر کی شکایت میں سونٹھ اور پانی کے آمیزے کی مرہم کے استعمال سے افاقہ ہو جاتا ہے۔ حکیم ابن سینا نے ادرک کو قوت باہ اور دیگر کئی مقاصد کے لئے مؤثر قرار دیا ہے۔ حکیم جالینوس نے فالج اور سردی سے لاحق ہونے والے مختلف عوارض میں ادرک کے استعمال کا مشورہ دیا ہے۔

دنیا کے بہت سے ملکوں میں ادرک بھاری مقدار میں پیدا ہوتی ہے۔ ان میں بھارت، ملائیشیا اور نائجیریا سرفہرست ہیں۔ ہندوستان میں اس کی 40% پیداوار خشک کر لی جاتی ہے جس کا نصف، مختلف ممالک، ایران، کویت، مراکش، سعودی عرب، یمن، متحدہ عرب امارات اور امریکہ وغیرہ کو برآمد کیا جاتا ہے۔ 1985ء کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق، ہندوستان، خشک ادرک کی برآمد سے سالانہ بیس کروڑ روپے کے برابر زرِ مبادلہ کما رہا تھا۔ جہاں تک ڈبوں میں محفوظ کردہ ادرک کا تعلق ہے، اسے پیدا کرنے اور مغربی منڈیوں میں سپلائی کرنے والے ملکوں میں چین اور آسٹریلیا پیش پیش ہیں۔

اضافی نوٹ: از مترجم:۔

انسانی خوراک کو خوش ذائقہ، پرلطف، نشاط انگیز اور صحت افزا بنانے والے مسالوں میں ادرک کا شمار پہلے نمبر پر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ قدیم زمانے سے بین الاقوامی تجارت کا ایک اہم حصہ چلی آتی ہے۔ تاہم اس کے باوجود (ہمارے علم کے مطابق) بائبل میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اس کی ایک ممکنہ وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ادرک (خشک یا تر) ہندوستان یا چینی علاقوں سے لائی جاتی تھی اور جس قدر لائی جاتی تھی وہ عرب علاقوں میں ہی استعمال ہو جاتی تھی۔ شام فلسطین وغیرہ علاقوں کی طرف بہت کم جا سکتی تھی۔ متبادل تجارتی راستوں [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن قیم نے اپنی کتاب (طب نبوی) میں ابونعیم کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ''روم کے بادشاہ نے خشک ادرک کی ایک ٹوکری رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ ارسال کی تھی۔ آپؐ نے اس ٹوکری میں سے سب کو (جو وہاں موجود تھے) ایک ایک ٹکڑا عنایت کیا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا کھلا دیا۔''

طب و حکمت کی اکثر کتابوں میں ادرک کے بے شمار طبی کرشمے لکھے ہیں، زیادہ زور ادرک کی معدے، سانس کی نالی اور پھیپھڑوں (بلغمی تکالیف) کے امراض میں افادیت پر ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے (جسے جدید طب بھی تسلیم کرتی ہے) کہ ادرک ان بیماریوں میں تریاق کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں ادرک کے اس پہلو کا ذکر آیا ہے کہ اس کی آمیزش کس طرح کھانے پینے کی چیزوں کو زیادہ مزیدار بنا سکتی ہے۔ ارشاد یہ ہوا ہے کہ جنت میں جو شراب پینے کو ملے گی اُس میں ادرک کی آمیزش ہوگی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ البرٹ ایف۔ ہل (اکنامک باٹنی) نے لکھا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے ادرک، یورپ میں، انگور اور جو کی شراب کو زیادہ مزے دار بنانے کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ اسلام میں شراب نوشی ممنوع ہے لیکن جن ممالک میں شراب نوشی کلچر کا حصہ ہے، وہاں شراب میں ادرک کی آمیزش کا رواج گویا پہلے سے موجود ہے۔

اب تھوڑا سا ذکر ادرک کے پودے کا بھی ہو جائے کیونکہ مصنف نے یہ پہلو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ ادرک ایک چھوٹا سا پودا یا جڑی بوٹی ہے، جو اگر ادرک حاصل کرنے کے لیے زمین سے اکھیڑی نہ جائے تو خود بخود ختم نہیں ہوتی، یعنی یہ ایک دوامی پودا ہے جو مخصوص ٹراپیکل اور ساحلی آب و ہوا اور خاص زمین میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اس کی زیادہ تر پیداوار چین، ہندوستان اور انڈونیشا اور آسٹریلیا وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان اُن ممالک میں شامل ہے جو اسے باہر سے درآمد کرتے ہیں۔ پودا زیادہ سے زیادہ تین فٹ تک اونچا جاتا ہے۔ سبزی مائل زرد نوکیلے پھول سیدھی ڈنڈیوں پر گچھوں کی طرح نمودار ہوتے ہیں۔ زرخیز نم دار زمین قدرے سائے میں، کاشت کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے۔ اس کے پھولوں سے بیج نہیں بنتے۔ چنانچہ کاشت وافزائش جڑوں کے ٹکڑوں سے (شکر قندی اور ہلدی کی طرح) کی جاتی ہے۔ جب زمین سے باہر نکلے ہوئے پودے کے پتے مرجھانے لگتے ہیں تو گویا ادرک کھود کر نکالے جانے کے لئے تیار ہے۔ چنانچہ جس ادرک کو ہم سبزی کی دکانوں سے خریدتے ہیں وہ اس پودے کی موٹی موٹی، اوپر سے زرد نیچے سے سبزی مائل جڑیں ہیں۔ ویسے ادرک کا پودا بالکل سیدھا اور خوبصورت ہوتا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کا تنا پتوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔

ادرک کی جڑوں کی خوبی یہ ہے کہ اپنے سخت چھلکے کی وجہ سے یہ لمبے عرصے تک تروتازہ اور محفوظ رہ سکتی ہیں۔ اسی لئے قدیم زمانے سے اسے دور دراز ملکوں میں بھیجا جا رہا ہے۔ یورپ میں اس کے تعارف اور مقبولیت کی ایک وجہ طاعون کی وبا تھی۔ یہ وبا وہاں اکثر پھیلتی تھی اور ہر مرتبہ لاکھوں افراد لقمۂ اجل بن جاتے تھے۔ ادرک کے رس کے استعمال سے اس وبا کے کنٹرول میں کافی مدد ملی تھی۔ ہیضے کی وبا میں بھی ادرک ایک مسیحا کا کردار ادا کرتی ہے۔

مارکیٹ میں بھیجنے سے پہلے ادرک کی جڑوں کو اچھی طرح صاف کیا جاتا ہے، اوپر کے سخت چھلکے کو چھیلا جاتا ہے اور اکثر بلیچ بھی کیا جاتا ہے۔ مشینی طریقے کے علاوہ دھوپ میں بھی خشک کیا جاتا ہے۔ آج کل ادرک کئی شکلوں میں مل جاتی ہے، سفوف کے علاوہ، پیسٹ کی شکل میں بھی۔ اس کا رس شربتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مربّہ یا معجون تیار کرنے کے لئے ادرک کو پانی میں اُبال کر نرم کرلیا جاتا ہے۔ ادرک کی بے شمار خوبیوں اور خصوصیات کی بنا پر، تمام مسالوں میں سب سے زیادہ کاشت اور پیداوار دنیا بھر میں صرف اسی کی ہوتی ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسور: صحرانوردی کے دوران بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے مسور کی بھی خواہش کی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا: اے موسیٰ، ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کردے، کچھ ساگ اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز......''

(القرآن 2:61)

مسور

(LENTIL)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:12

مسور

قرآنی نام:	عدس
دیگر مروج نام:	مسور (اُردو، ہندی، پنجابی، گجراتی، مرہٹی، تامل)
مسری۔مسر:	(کشمیری، بنگالی)
مسورک:	(سنسکرت)
عدس:	(عربی۔فارسی)
مشرا:	(فارسی)
عدشا:	(عبرانی)
لینٹل:	Lentil (انگلش)
لنٹیل:	Lentille (فرنچ)
لینس:	Lens, lanse (جرمن۔لاطینی)
فکوس:	Fakos (یونانی)
چیکویٹسا:	Checkveetsa (روسی)
نباتاتی نام:	1- lens Culinaris
	2- Lens esculenta
نباتاتی خاندان:	Leguminosae

قرآنی حوالہ

1: سورہ بقرہ، آیت:61

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ
عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ
خَيْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا
عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ O

ترجمہ: ''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا، اے موسیٰ، ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کر دے، کچھ ساگ اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو، مصر چلے جاؤ جو تم نے مانگا وہ تمہیں مل جائے گا۔ پس اُن پر خواری اور ناداری مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ یہ بدلہ تھا اُن کی نافرمانیوں کا اور حد سے گزر جانے کا''۔ (61:2)

مندرجہ بالا آیات میں اپنے پیروکاروں (بنی اسرائیل) سمیت، پیغمبر حضرت موسیٰ کے مصری حکمرانوں (فرعون) کے جبر و استبداد سے بچ نکلنے اور اُن کے صحرائے سینا میں داخل ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ سینا کے وسیع و عریض ریگستان میں قیام کے دوران جب اپنے ساتھ لائی گئی خوراک کا ذخیرہ ختم ہوگیا تو بنی اسرائیل کو بھوک ستانے لگی۔ باری تعالیٰ نے من و سلویٰ کی شکل میں ایک نرالی غذا فراہم کی (تفصیل کے لئے اس کتاب کا پہلا باب ملاحظہ کریں)۔ انہیں یہ آسمانی خوراک مزیدار لگی لیکن کچھ مدت بعد وہ من و سلویٰ سے اُکتا گئے اور اپنے پیغمبر سے کہنے لگے کہ اُن کے لئے وہ خوراک مہیا کی جائے جسے وہ مصر میں قیام کے دوران کھایا کرتے تھے، یعنی ساگ سبزی (بقل)، کھیرا ککڑی (قثا)، لہسن (فوم)، مسور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عدس) اور پیاز (بصل)۔

قدیم مصری تہذیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ پرانے زمانے میں مسور سے روٹیاں بنائی جاتی تھیں۔اس کی دال (سالن) نہیں بنائی جاتی تھی۔امیر لوگ گندم کے آٹے کی روٹیاں کھاتے تھے اور غریب مسور کے آٹے کی روٹی کھاتے تھے جسے یونانی زبان میں ریولانٹا عربیکا (Revelanta Arabica) کہا جاتا تھا۔اس تاریخی حقیقت کی روشنی میں مندرجہ بالا آیت میں لفظ ''فوم'' کا مطلب صرف لہسن سمجھنا چاہیے اور نہ کہ گندم۔یہاں یہ بتانا بے محل نہیں ہوگا کہ مولانا ابوالکلام آزاد، پکتھال، آرتھر جے آربری اور مولانا مودودی سمیت اکثر مترجمین قرآن نے ''فوم'' کو گندم قرار دیا ہے جب کہ مولانا حقانی اور علامہ یوسف علی نے اس لفظ کا درست مطلب یعنی لہسن ہی لکھا ہے۔

مصر، فلسطین اور بحیرہ روم کے ممالک میں مسور کی چار اقسام کاشت کی جاتی ہیں۔اس کی سرخ قسم سب سے زیادہ پسند کی جاتی ہے۔مسور کی یہی قسم ہندوستان (اور پاکستان) میں بھی عام طور پر کاشت کی جاتی ہے اور اسے ''ملکہ مسور'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، یعنی مسور کی تمام اقسام کی سردار!

مسور میں تقریباً بیس فی صد نمی، ساٹھ فی صد کاربوہائیڈریٹس (جن کا نصف نشاستے اور پچیس فی صد اعلیٰ درجے کی پروٹین پر مشتمل ہوتا ہے) اور ساتھ ہی تھوڑی تھوڑی مقداروں میں فاسفورس اور پوٹاشیم پائی جاتی ہیں۔

مسور کسی حد تک ملین اور مدرالبول ہوتی ہے۔اس کے گیلے آٹے کا لیپ (پلستر) جلد کی کئی بیماریوں، چیچک، خسرہ، چکن پاکس، آبلوں، چھالوں اور سرخ بادہ میں نافع ہے۔

اضافی نوٹ۔ازمترجم:

مصنف نے مسور کے موضوع پر اگرچہ مختصر لکھا ہے مگر خوب لکھا ہے۔چند اضافی معلومات جو ضروری تھیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تفسیر، تفہیم القرآن میں، عدس کا ترجمہ ''دال'' کیا ہے، مسور کا ذکر واضح طور پر نہیں کیا، تاہم مترجمین کی اکثریت نے کھل کر ''مسور'' ہی ترجمہ کیا ہے۔مصنف نے لکھا ہے کہ چونکہ مصر میں مسور کی دال کا سالن بنانے کا رواج نہ تھا اور عموماً ملک کی غریب آبادی، گندم کے بجائے مسور کے آٹے سے روٹیاں بناتی تھی اس لئے بنی اسرائیل بھی حضرت موسیٰ سے مسور کی روٹیوں کا تقاضا کر رہے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کا یہ خیال بہر حال بحث طلب ہے کیونکہ بعض حقائق اس رائے کی تائید نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑا ثبوت بائبل ہے جس میں مذکور واقعات کا مصنف نے بھی کئی دفعہ اپنے موقف کی تائید میں حوالہ دیا ہے۔ بائبل کی کتاب تکوین (Genesis) کے باب 25 میں ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام نے مسور کی دال کا سالن پکایا اور اُن کے جڑواں بھائی عیسو نے وہ دال کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ بائبل میں سالن کے لئے لفظ Pottage استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے برتن میں پکائی جانے والی شوربے والی سوپ نما دال۔ اس کے علاوہ بھی بائبل (عہد نامہ قدیم) میں کئی مقامات پر مسور کا ذکر آیا ہے۔

تاہم دلچسپ بات یہ ہے کہ کہ بائبل میں جہاں (کتاب عدد۔ باب 11) حضرت موسیٰ کے ساتھ بنی اسرائیل کی اس بحث کا ذکر ہے کہ انہیں من وسلویٰ کی جگہ مصر کے کھانے فراہم کئے جائیں وہاں مسور یا مسور کی دال کا نام موجود نہیں۔ بائبل کے مطابق بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ وہ منّ کی جگہ کچھ اور کھانا چاہتے ہیں اور یہ کہ انہیں ملک مصر کی مچھلی، کھیرے، خربوزے، گندنا، پیاز اور لہسن یاد آرہے ہیں۔ بہر حال قرآن مجید کے مطابق انہوں نے مسور کھانے کی بھی خواہش کی تھی اور باری تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا: ''کیا تم ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے مانگتے ہو؟'' ظاہر ہے کہ من وسلویٰ دونوں آسمانی اور جنتی غذائیں تھیں اور باری تعالیٰ کے خصوصی انعام اور فضل و کرم کے تحت انہیں یہ اعلیٰ خوراک مل رہی تھی لیکن بنی اسرائیل اپنی ناشکر گزاری کی عادت کے مطابق اس کے بدلے زمین سے اُگنے والی ادنیٰ چیزیں، ساگ، ککڑی، لہسن، پیاز اور مسور مانگنے لگے۔ ''دی لائن انسائیکلو پیڈیا آف دی بائبل''

(The Lion Encyclopedia of the Bible) میں مسور کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''مسور، مٹر کی طرح ایک چھوٹی مگر چپٹی پھلی ہوتی ہے۔ اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے اور عام طور پر اس سے سوپ یا پتلا شوربے والا سالن بنایا جاتا ہے۔ تاہم اس کو خشک کر کے آٹے کی شکل میں پیسا بھی جا سکتا ہے۔'' البرٹ ایف ہل کے مطابق مسور دنیا کے قدیم ترین پودوں میں سے ایک ہے اور شروع سے ہی مصر اور یونان میں اس کی کاشت کا آغاز ہو گیا تھا۔ عبرانی اور عربی میں اس کے نام عدس یا عدسا کے حوالے سے، آنکھ کی سیاہ پتلی اور عینک کے کناروں سے پتلے اور درمیان میں ابھرے ہوئے شیشے کو عدسہ کہا جاتا ہے کیونکہ مسور کا دانہ بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی درمیان میں اُبھرا ہوا اور کناروں کی طرف سے پتلا ہوتا جاتا ہے۔

مسور ایک موسمی پودا ہے، کاشت کے لئے زرخیز میرا زمین مانگتا ہے، اسے پانی کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ گندم کی کاشت و برداشت اور مسور کی کاشت و برداشت کا موسم ایک ہی ہوتا ہے۔ گندم کے مقابلے میں مسور کی اوسط پیداوار (فی ایکڑ) بہت کم ہوتی ہے جب کہ اس کی مانگ اور طلب بہت زیادہ ہے۔ عیسائیت کے کیتھلک فرقے سے منسلک افراد عموماً ایسٹر سے پہلے روزے رکھا کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں یہ رواج چلا آتا ہے کہ افطار میں گوشت کے بجائے مسور استعمال کرتے ہیں کیونکہ مسور پروٹین کا خزانہ اور گوشت کا ایسا بہترین نعم البدل ہے جو جلدی ہضم بھی ہو جاتا ہے۔ شاید اسی پروٹین کی وجہ سے ہے کہ مویشی اس کے سبز یا خشک چارے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ مسور کی انہی خوبیوں اور خصوصیات کی بنا پر ہر ملک میں اس کی طلب بڑھتی جاتی ہے۔

چنانچہ اب اس کا شمار انتہائی مہنگی دالوں میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ پر ہے کہ من وسلویٰ کے مقابلے میں مسور کی کوئی حیثیت نہ تھی اور بنی اسرائیل، واقعی ایک اعلیٰ و برتر چیز کے بدلے میں ادنیٰ اور فروتر چیز مانگ رہے تھے اور اس قسم کی ناشکرگزاری کا نتیجہ بھی انہوں نے بعد میں بھگتا۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیاز: دشت نوردی کے دوران بنی اسرائیل نے پیاز کھانے کی بھی خواہش کی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا، اے موسیٰ، ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا، تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کر دے، کچھ ساگ اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز''۔

(القرآن۔61:2)

پیاز

(ONION)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب13

پیاز

قرآنی نام: بصل

دیگر مروّج نام:

پیاز:	(فارسی، اُردو، ہندی، پنجابی)
بصل:	(عربی)
وصل:	(سرائیکی، سندھی)
پلندو:	(سنسکرت)
پیاج:	(بنگالی)
گنڈا:	(کشمیری۔ پنجابی)
کنڈا:	(گجراتی۔ مرہٹی)
آنین:	Onion(انگلش)
اوئنون:	Oignon(فرنچ)
یونیو:	Unio(لاطینی)
کرومفون:	Kromfon(یونانی)

نباتاتی نام: Allium Cepaعیلیم سیپا

نباتاتی خاندان: Liliaceae

قرآنی حوالہ

1: سورۃ2البقرہ،آیت:61۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِھَا وَقِثَّآئِھَا وَفُوْمِھَا وَعَدَسِھَا وَبَصَلِھَا O

ترجمہ:۔ ''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا، اے موسیٰ، ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کر دے، کچھ ساگ اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز......'' (61:2)

نباتاتی اعتبار سے پیاز اور لہسن دونوں کا تعلق ایک ہی جنس (Genus) یعنی ایلیم (Allium) سے ہے۔ مصر اور عرب میں اس کی ساٹھ سے زیادہ ورائٹیاں کاشت کی جا رہی ہیں۔ قدیم مصر میں لوگ پیاز اور لہسن کے بڑے دلدادہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون خوفو کے عظیم ہرم (3700 ق م) کی تعمیر کے دوران وہاں کام کرنے والے مزدوروں کو کھانے کے ساتھ لہسن، پیاز اور مولی خاص طور پر فراہم کی جاتی تھی اور ان چیزوں پر ایک ہزار چھ سو مصری سکے خرچ کیے گئے تھے۔ چاندی کے اِن سکوں کی موجودہ قدر و قیمت قریباً چالیس کروڑ روپوں کے برابر بنتی ہے۔ اس سے اُس زمانے کے لوگوں کے نزدیک لہسن اور پیاز کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ لوگ پیاز کی پوجا بھی کرتے تھے اور اس کے نام کی قسمیں کھاتے تھے لیکن پیاز کھا کر معبدوں میں داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ اُن کے ہاں ایک عام عقیدہ یہ تھا کہ کائنات کی بھی اُسی طرح تہیں اور پرتیں ہیں جس طرح پیاز میں نظر آتی ہیں۔ اس کے برخلاف ایک عقیدہ یہ بھی رائج تھا کہ جب شیطان کو جنت سے نکل جانے کا حکم بارگاہ ایزدی سے صادر ہوا تو جنت سے باہر آنے کے بعد شیطان نے جہاں پہلا قدم رکھا وہاں پیاز پیدا ہوگئی اور جس جگہ اُس نے اپنا دوسرا قدم رکھا وہاں لہسن اُگ گیا۔

ایشیا اور افریقہ کی پرانی تہذیبوں میں لہسن اور پیاز کھانا، اگرچہ عام بات تھی، لیکن اسے ایک اچھی عادت نہیں سمجھا جاتا تھا۔ صحیح بخاری میں کم از کم تین احادیث ہیں جن کے مطابق آنحضرت ﷺ کچے لہسن اور کچی پیاز دونوں کی بو ناپسند کرتے تھے اور اپنے پیروکاروں کو ہدایت فرماتے تھے کہ انہیں کھانے کے فوراً بعد آپؐ کے پاس نہ آیا کریں۔ تاہم کسی حدیث میں پیاز یا لہسن کھانے کی ممانعت نہیں آئی۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہ دونوں عام ملنے والی ترکاریاں طبی لحاظ سے بے حد مفید ہیں لیکن قدرے کڑوا ذائقہ اور ناپسندیدہ بو بھی رکھتی ہیں خصوصاً جب انہیں کچی حالت میں استعمال کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیاز، بہت سے غذائی مرکبات کا ایک اہم جزو ہے۔ اگرچہ کچی پیاز کھانے سے سانس بدبودار ہو جاتی ہے تاہم اس کا عام استعمال اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ معدے کی نالی کی عفونت کو دفع کرتی ہے۔ طبی ریسرچ کے مطابق پیاز، معدے کو تحریک دیتی ہے، مدرالبول اور محلل بلغم ہے۔ عام نمک کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو پیاز معدے کے درد اور فسادِ خون کا علاج ہے۔ آگ پر سینکی ہوئی پیازوں کو بطور پلٹس بند پھوڑوں پر استعمال کیا جاتا ہے۔ بے ہوشی دور کرنے کے لئے پیاز کا رس اکثر سنگھایا جاتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ رس بچوں کی بیماری ام الصبیان، سر کے درد، ہسٹریا اور مرگی کے دوروں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ تمباکو کے زہریلے اثر کا بھی یہ موثر تریاق ہے۔ کان کے درد میں پیاز کا نیم گرم رس کان میں ٹپکایا جاتا ہے۔ پیاز کا جوشاندہ لو لگنے سے تکلیف کی شدت کو کم کرتا ہے۔ بواسیر میں، بھنی ہوئی پیاز کا استعمال کارگر ثابت ہوتا ہے۔

اضافی نوٹ: از مترجم

بنی اسرائیل کا تعلق علاقہ کنعان (فلسطین) سے تھا کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہو ہیں آباد تھے۔ اس کے بعد جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں اقتدار و اختیار نصیب ہوا تو انہوں نے اپنے والدین، بھائیوں اور اقربا کو وہیں بلا لیا، اطلس القرآن (ڈاکٹر شوقی ابوخلیل) کے مطابق یہ واقعہ سترہویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ مصر میں بنی اسرائیل خوشحالی کی زندگی بسر کرتے رہے اور اُن کی آبادی خوب بڑھی حتیٰ کہ نسل پرست مقامی قبطیوں نے انہیں تنگ کرنا شروع کیا۔ حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے فرعون رعمسیس ثانی نے حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے نرینہ بچوں کو قتل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی نجات اور ان کے اندر ایمان وخوداعتمادی کی نئی روح پھونکنے کے لئے حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا۔ جب حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لے کر نکلے اور کنعان جانے کے لئے صحرائے سینا کا رخ کیا تب فرعون رعمسیس دوم کی جگہ اُس کا بیٹا منفتاح مصر کا حکمران تھا اور وہی پانی میں ڈوب کر (بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے) ہلاک ہوا تھا۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے سے لے کر حضرت موسیٰ کے دور تک بنی اسرائیل چار صدیوں تک مصر میں مقیم رہے۔ اس طویل قیام کے دوران، بنی اسرائیل مقامی قبطی مصریوں سے ملتے گھلتے رہے تھے اور اُن کی بہت سی عادتیں اختیار کر لی تھیں۔ ان میں کھانے پینے کی عادتیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شامل تھیں ورنہ یہ لہسن، پیاز اور ساگ پات، بنی اسرائیل کی ترجیحی خوراک نہ تھی، قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک ضیافت کا ذکر ہے جس میں انہوں نے اجنبی مہمانوں (جو دراصل فرشتے تھے) کو بچھڑے کا بھنا گوشت پیش کیا تھا۔ بنی اسرائیل کا حقیقی ذوق سبزیوں کے بجائے گوشت کھانا تھا اور صحرائے سینا میں داخل ہونے پر اُن کے اصل ذوق کے مطابق منّ اور سلویٰ اتارا گیا تھا جس میں گوشت (پرندوں کا) کا بھی تھا اور شہد جیسا منّ بھی لیکن مصریوں کے ساتھ طویل رہن سہن کے نتیجے میں چونکہ اُن کی عادتیں بگڑ چکی تھیں انہوں نے ایسی اعلیٰ اور پاکیزہ اور کسی محنت کے بغیر ملنے والی خوراک کے بجائے (جسے وہ صرف ایک خوراک کہہ رہے تھے حالانکہ خوراک میں من کے ساتھ گوشت بھی تھا) مصر میں ملنے والی چیزوں کا مطالبہ کر دیا وہ بھی یوں کہ انہیں محنت نہ کرنا پڑے، یعنی کسی محنت اور کاشت کی زحمت کے بغیر لہسن، پیاز، ککڑی، سبزی اور مسور وغیرہ اُن کے لئے صحرا میں پیدا ہو جائیں۔ چنانچہ اس ڈھٹائی اور ناشکر گزاری پر انہیں حق تعالیٰ کی طرف سے جواب بھی خوب ملا۔ یعنی یہ فرمایا: ''مصر (یا کسی شہر میں) چلے جاؤ جو تم نے مانگا ہے وہ تمہیں مل جائے گا۔'' یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ ''ایک ادنیٰ چیز کو بہتر چیز (من و سلویٰ) کے بدلے مانگتے ہو۔'' اب ظاہر ہے کہ اگر وہ اس قدر ذلت، خواری، جبر واستبداد اور غلامی کی سختیاں طویل عرصے تک برداشت کرنے کے بعد رہائی اور آزادی اور من و سلویٰ جیسی نعمتیں ٹھکرا کر واپس مصر چلے جاتے تو اُن کا کیا انجام ہوتا؟ یعنی صرف لہسن، پیاز اور مسور کھانے کے لیے مصر چلے جاتے۔ جہاں اُن کی نسل ماری جا رہی تھی؟ بہر حال، کمال بے شرمی کے ساتھ وہ صحرائے سینا میں خدا کی نعمتیں بھی استعمال کرتے رہے اور بار بار مصر کی ترکاریوں، دالوں اور پھلوں کو بھی حسرت سے یاد کرتے رہے۔ چنانچہ اس پر عتاب بھی ہوا اور سزا بھی ملی جس کے وہ مستحق تھے۔

پیاز و لہسن وغیرہ کو باری تعالیٰ نے ایک ادنیٰ یا معمولی چیز قرار دیا ہے لیکن صرف من و سلویٰ کے مقابلے میں جو کہ آسمان یا جنت سے اترنے والی خوراک تھی اور ہمارا خیال ہے کہ وہ ایسی غذا تھی کہ اس کے کھانے سے انسانی صحت بہترین اور پائیدار رہتی تھی یعنی نہ کوئی بیمار پڑتا تھا اور نہ کسی کی صحت گرتی تھی۔

پیاز، من و سلویٰ کے مقابلے میں تو ظاہر ہے کوئی اہمیت نہیں رکھتی، مگر ویسے ایک عمدہ چیز ہے اور انسانی صحت کے لئے کافی مفید بھی۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اسے تنہا بہت کم استعمال کیا جاتا ہے، یعنی عام طور پر یہ کسی دوسری چیز، سبزی، دال، گوشت، اچار، چٹنی وغیرہ میں ڈال کر استعمال کی جاتی ہے۔

اس کا تعلق بصلہ دار (Bulbous) پودوں سے ہے اس لئے چھیلتے جاؤ تو آخر میں ہاتھ کچھ نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ ئے گا۔ بیج حاصل کرنے کے لئے پیاز کو پیاز کے ذریعے اُگایا جاتا ہے، یعنی مکمل پیاز زمین میں گاڑ دی جائے تو وہ پھوٹ پڑے گی اور اس کی سیدھی ڈنڈیوں پر پھولوں کی چھتری نمودار ہوگی اور بعد میں سیاہ، کلونجی جیسے باریک بیج۔ یہ بیج بھی بعض امراض میں مفید ہیں۔ پیاز کی فصل اُگانے کے لئے کاشتکار پہلے اس کے بیجوں سے پنیری تیار کرتے ہیں اور بعد میں پنیری کو کھیت میں منتقل کرتے ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ یہی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پیاز کا پیدائشی وطن جنوبی ایشیا (ہندوستان۔ پاکستان) کا علاقہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پیاز کو شروع سے کاشت ہی کیا جا رہا ہے اور اس کی کوئی جنگلی قسم کہیں دریافت نہیں ہوئی۔ تاہم بعض ایسے خودرو پودے ہر علاقے میں ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی انداز میں پیاز سے مشابہ ہوتے ہیں۔ گندنا بھی پیاز سے ملتی جلتی ایک قسم ہے جس کا بائبل میں بھی ذکر ملتا ہے، بنی اسرائیل نے (بائبل۔ کتاب عدد، باب گیارہ) مصر کی جن سبزیوں کو حسرت سے صحرائے سینا میں یاد کیا تھا اُن میں ایک گندنا بھی تھا۔

پیاز کی برادری میں مختلف شکلوں اور مختلف رنگوں والی اقسام ملتی ہیں۔ ہلکے گلابی یا پیازی رنگ کی اقسام زیادہ مقبول ہیں۔ بعض انڈے کی طرح سفید، شوخ سرخ یا سیاہی مائل بھی ہوتی ہیں۔ ''آکسفرڈ بک آف فوڈ پلانٹس'' (بزبان انگریزی) کے مطابق، سپین میں پیاز کی جو مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں وہ غیر معمولی سائز اور نسبتاً کم تلخ ذائقے والی ہوتی ہیں، گویا سپین کی کچی پیازیں چھیلنے سے آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے ہوں گے۔ بعض اقسام گول، بعض بیضوی اور کچھ لمبوتری ہوتی ہیں۔ پیاز کی کاشت بہت منافع بخش خیال کی جاتی ہے۔ ایک تو اس کی فی ایکڑ پیدوار بہت زیادہ ہوتی ہے، پھر اسے خشک کر کے کافی عرصے تک ذخیرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ ہیضے وغیرہ کے علاج میں تو پیاز کا رس قدیم زمانے سے استعمال ہو رہا ہے، جدید تحقیق کے مطابق یہ ہائی بلڈ پریشر میں بھی خاصا مؤثر ہے۔ امام ابن قیم کے مطابق پیاز کا پانی آنکھوں سے پانی بہنے کا علاج ہے، گویا کچی پیازیں چھیلتے ہوئے اس کی بھاپ بھی آنکھ کی بیماریوں میں مفید ہے۔ اگرچہ حضور ﷺ نے کچی پیاز کھا کر لوگوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا تھا، تاہم حضرت عائشہؓ سے مروی ابوداؤد کی ایک حدیث کے مطابق (بحوالہ طب نبوی (امام ابن قیم) آپ ﷺ نے وصال سے پہلے ''آخری کھانا جو تناول فرمایا تھا اس میں پیاز موجود تھی۔'' سنن میں یہ بھی مذکور ہے کہ پیاز اور لہسن کھانے والوں کو ہدایت تھی کہ وہ اسے پکا کر کھائیں۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہسن: دشت نوردی کے دوران بنی اسرائیل نے لہسن کھانے کی فرمائش کی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا، اے موسیٰؑ ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا، تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کردے، کچھ ساگ اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز......''
(القرآن:2:61)

لہسن

(GARLIC)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب14

لہسن

قرآنی نام: فوم

دیگر مروّج نام:

لہسن:	(اُردو، ہندی، سنسکرت، مرہٹی، گجراتی)
سیر۔ بلبوس:	(فارسی)
روشم۔ رشن:	(بنگالی)
تھوم:	(پنجابی، سرائیکی، سندھی، بلوچی، پوٹھوہاری)
ثوم:	(عربی)
شوم:	(عبرانی)
گارلک:	Garlic(انگلش)
ایل:	Ail(فرنچ)
عیلیم:	Alium(لاطینی)
کرودت:	korodot(جرمن)
روہن:	(کشمیری)

نباتاتی نام: Allium Sativum عیلیم سٹیوم

نباتاتی خاندان: Liliaceae

قرآنی حوالہ

1: سورۃ2 البقرہ، آیت:61۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ۝

ترجمہ:۔ ''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا، اے موسیٰ، ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کر دے، کچھ ساگ اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز......''(61:2)

عربی زبان میں لہسن کو عام طور پر ثوم کہا جاتا ہے لیکن اس کا قرآنی نام فوم ہے۔ تاہم بعض مفسرین نے قرآن کے اس لفظ کا ترجمہ گندم کیا ہے حالانکہ اس کے لئے الگ عربی لفظ ''حنطہ'' موجود ہے۔ تاہم علامہ عبداللہ یوسف علی اور مولانا عبدالطیف نے اپنے انگلش تراجم اور دیگر کئی مترجمین نے قرآنی فوم کو لہسن ہی کہا ہے۔ حضرت ابن مسعود کے مطابق بھی قرآنی لفظ ''فومھا'' کا صحیح تلفظ ''ثومھا'' ہونا چاہیے (بحوالہ: ''لغت القرآن''۔ از عبدالرشید نعمانی وسید عبدالدائم جلالی)

تاریخی شواہد سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 61 میں اشارہ گندم کی طرف نہیں لہسن کی جانب ہے۔

نباتاتی اعتبار سے لہسن کی شناخت، ایلیم سیٹیوم (Allium Sativum) کے طور پر کی گئی ہے۔ اس کے بھلے کا اہم ترین جزو ایک بھاپ بن کر اڑ جانے والا تیل ہوتا ہے جو اس میں 0.1% سے 0.3% تک پایا جاتا ہے۔ اس تیل کے اندر، جس کی بو میں ناگواریت اور ذائقہ ناپسندیدہ ہوتا ہے' دو بڑے عناصر، یعنی allyl propyl disulphide اور Diallyl disulphide پائے جاتے ہیں۔ (سلفر کے انہی مفید نمکیات کی وجہ سے لہسن کو دل کی سخت شریانیں نرم کرنے کے لئے مفید خیال کیا جاتا ہے)۔ علاوہ ازیں لہسن میں معمولی مقداروں میں نشاستہ، میوسلیج (Mucilage) پروٹین اور شکر بھی ہوتی ہے۔

لہسن اپنے طبی خواص کے لئے شہرت رکھتا ہے۔ آسانی سے دستیابی اور ہر جگہ موجودگی کی وجہ سے اسے عربی میں (اور فارسی میں بھی)، تریاق الفقرا کہا جاتا ہے، یعنی غریب لوگوں کے لئے موثر علاج۔ یہ بہت سی بیماریوں کا شافی علاج ہے ہائی بلڈ پریشر میں تو خاص طور پر موثر ہے۔ اپنی تاثیر کے لحاظ سے یہ گرم، مشتہی، مدر حیض، قاتل دیدان، دافع وجع المفاصل اور اعضائے رئیسہ کے افعال میں اصلاح کرنے والا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزخرے اور سانس کی تکالیف میں بہت مفید ہے۔

(Extra pharmacopaeia- By' N.W.Blacow:بحوالہ)

لہسن مثالی دافعِ عفونت تاثیر رکھتا ہے، بالخصوص انتڑیوں کی تکالیف میں۔ دق سے متاثر پھیپھڑوں کی وجہ سے پیدا ہونے والی کھانسی میں لہسن کا پانی خوب اثر دکھاتا ہے اور بلغم خارج کر دیتا ہے۔ اسے درد نہ کرنے والی خاموش رسولیوں پر استعمال کیا جاتا ہے۔ عام نمک کے ہمراہ استعمال کرنے سے لہسن اعصابی نظام کی اصلاح کرتا ہے، ہسٹیریا، نفخ اور دردِ سر رفع کرتا ہے۔ گلے کی خرابی، فالج، گنٹھیا، عرق النساء اور جلد کی بہت سی بیماریوں میں لہسن کو مفید پایا گیا ہے۔ بیرونی استعمال میں، لہسن کا رس، بہرے پن سمیت کان کی متعدد تکالیف کے ازالے میں انتہائی مؤثر ہے۔ عام انٹی بائیوٹک ادویہ کے موجود نہ ہونے کی صورت میں، لہسن کا رس، پیپ اور جرثومیاتی عفونت کے تدارک کے لئے کھلے زخموں پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

برآمدات کے متعلق 1985ء کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان، ہر سال دو کروڑ روپے مالیت کا لہسن، مختلف ممالک، خصوصاً سعودی عرب، یمن، صومالیہ، متحدہ عرب امارت، ملائیشا، جاپان اور چیکوسلوواکیہ کو برآمد کر رہا تھا۔

اہم احادیث

(1) ابی ایوبؓ کہتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ آپ (آنحضرت ﷺ) نے ایک پیالے میں سے، جس میں لہسن تھا، نہیں کھایا۔ میں نے دریافت کیا، آیا لہسن حرام ہے؟ فرمایا نہیں لیکن میں اس کی بو کو پسند نہیں کرتا۔'' (صحیح مسلم)

(2) ابو سعیدؓ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو اس (کچا لہسن) کو کھائیں، مسجد میں نہ آئیں جب تک کہ اس کی بو نہ چلی جائے'' (صحیح ابن ماجہ)

(3) حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنا علاج لہسن سے کرو کیونکہ یہ ستر بیماریوں کا علاج ہے۔'' (الدارمی)

اضافی نوٹ: از مترجم

گزشتہ مضمون کے آخر میں اضافی نوٹ میں اس حقیقت کی نشاندہی کی جا چکی ہے کہ مصر میں طویل قیام کے دوران بنی اسرائیل کے پرانے (ابراہیمی) کلچر میں جو تبدیلیاں آ گئی تھیں اُن کا نتیجہ تھا کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھیرا / ککڑی: من وسلویٰ کی جگہ بنی اسرائیل کی ناشکری قوم نے صحرائے سینا میں ککڑی، کھیرا وغیرہ حضرت موسیٰؑ سے طلب کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے ہی ایک لق ودق ریگستان (صحرائے سینا) میں پہنچے، بادل کے ٹھنڈے سائے اور من وسلویٰ جیسی نعمتوں کے باوجود انہیں مصر کی ترکاریاں، پیاز، لہسن یاد آنے لگے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مصر میں یہ چیزیں بہت زیادہ کاشت کی جارہی تھیں۔ ظاہر ہے ان کی طلب بھی زیادہ تھی۔

احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے لوگوں کو لہسن کے استعمال سے اجتناب کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ وہ اسے سالن وغیرہ میں (آگ پر) پکا کر کھائیں۔ اس سلسلے میں ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت علیؓ کے حوالے سے حدیث ہے کہ اگر "لہسن کو پکایا جائے تو اس کا کھانا درست ہے۔" کسی حدیث یا روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ نے خود کبھی لہسن (کسی بھی حالت میں) استعمال کیا ہو کیونکہ آپ کے پاس فرشتے آتے تھے اور فرشتے انسان کے بدن اور منہ کی بو کے متعلق بہت حساس ہوتے ہیں۔ کچا لہسن کھا کر مسجد میں آنے سے بھی بجا طور پر منع فرمایا کہ پاکیزہ مقامات پر جہاں قرآن پڑھا جارہا ہو، ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور کسی نمازی کے منہ سے کچے لہسن کی بدبو نہ صرف فرشتوں بلکہ دوسرے نمازیوں کے لئے ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ یہ بات آج بھی صحیح ہے۔ کسی مجلس میں اگر ایک شخص بھی ایسا بیٹھا ہو جس نے کچا لہسن کھایا ہوا ہو تو لوگ اُس سے گریز کرنے لگتے ہیں۔

لہسن دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو عام طور پر بازار میں بکتا نظر آتا ہے یعنی کئی پوتھیوں یا تریوں والا، سفید یا ہلکے گلابی چھلکوں کے اندر ملفوف۔ دوسرا پیاز کی طرح ایک ہی بڑی پوتھی پر مشتمل ہوتا ہے۔ حکیم محمد عبداللہ (خواصِ لہسن) لکھتے ہیں کہ یہ دوسری قسم والا لہسن، پہلے کی نسبت زیادہ قیمتی اور بہت زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کا اصل وطن بھی جنوبی ایشیا (پاک وہند) بتایا جاتا ہے لیکن یہ دنیا کے اکثر ممالک میں ہزاروں سالوں سے موجود ہے اور اس کی بڑی وجہ انسان کے لئے (بطور غذا اور بطور دوا) اس کی افادیت ہوسکتی ہے۔ بلڈ پریشر، گنٹھیا، فالج سے لے کر سانپ اور بچھو کے کاٹے تک کے علاج میں اس کے اثرات عموماً تسلیم کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا کہ یہ کوئی معجزاتی یا کراماتی چیز ہے، درست نہیں۔ لہسن کو تمام بیماریوں کا تریاق سمجھنا بھی مناسب نہیں۔ مثلاً دل کے عوارض، بالخصوص ہائی بلڈ پریشر میں اس کے فوائد پر بہت اصرار کیا جاتا ہے، لیکن حال ہی میں ایک طبی تحقیق ہماری نظروں سے گزری جس کے مطابق اس تکلیف میں لہسن کی افادیت بہت محدود ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انسانی آبادی کا ایک بڑا حصہ لہسن کھانے سے مکمل پرہیز کرتا ہے۔ یعنی کروڑوں مذہبی ہندو جو غالباً اس کی بو کی وجہ سے لہسن کے قریب جانا بھی پاپ سمجھتے ہیں۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا، اے موسیٰؑ ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہو گا، تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کردے، کچھ ساگ اور ککڑی، اور لہسن اور مسور اور پیاز......''

ککڑی (کھیرا)

(CUCUMBER)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب15

ککڑی (کھیرا)

قرآنی نام:	قِثاء
دیگر مروّج نام:	
ککڑی:	(اُردو، ہندی)
خیار:	(عربی۔ فارسی)
کشیوم:	(عبرانی)
کرکٹی:	(سنسکرت)
کنکور:	(بنگالی)
کاکڑی:	(مرہٹی۔ گجراتی)
کوکمبر:	Cucumber(انگلش)
کوکومسٹ:	Cucumist(لاطینی)
سکواس:	Sikvos(یونانی)
کنکومبر	Concombre(فرنچ)
نباتاتی نام:	1- Cucumis melo
	2- Cucmis utilissimus
نباتاتی خاندان:	Cucurbitaceae

قرآنی حوالہ

1: سورۃ2البقرہ، آیت:61۔

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا○

ترجمہ:۔ ''اور جب تم (بنی اسرائیل) نے کہا، اے موسیٰ، ہم سے ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اُگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے پیدا کر دے، کچھ ساگ اور ککڑی اور لہسن اور مسور اور پیاز......'' (61:2)

زمانہ قدیم سے تو نبے تو نبڑیوں کی متعدد اقسام عرب اور مصر کے علاقوں میں کاشت کی جا رہی ہیں۔ بطور مثال، لوکی، کدو، خربوزہ، تربوز، حلوہ کدو اور ککڑی وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں، قِثّاء کے نام سے ککڑی کا ذکر مسور، پیاز اور لہسن کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ وہ ترکاریاں تھیں جنہیں بنی اسرائیل مصر کے ملک میں کھایا کرتے تھے جہاں سے بھاگنے کے بعد وہ حضرت موسیٰ کے ہمراہ صحرائے سینا میں مارے مارے پھرتے تھے۔

ککڑی کو کچا کھانے کے علاوہ پکایا بھی جاتا ہے۔ اس کے اندر 90% رطوبت، 3% کاربوہائیڈریٹس، 1% سے بھی کم پروٹین اور برائے نام مقدار میں چکنائی ہوتی ہے۔ ککڑی تاثیر میں ٹھنڈی اور پیشاب آور ہوتی ہے۔ سلاد کے لئے اسے بہت پسند کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کے مطابق حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے ایک بار کہا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کھجور کو ککڑی کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔

اضافی نوٹ۔ از مترجم:

قرآن مجید کے بیشتر مفسرین و مترجمین نے قرآن مجید کی اس آیت میں لفظ ''قِثّاء'' کا مطلب ککڑی لکھا ہے، چنانچہ اس مضمون میں بھی اس لفظ کا یہی مفہوم لکھا گیا ہے، تاہم حقیقت یہ ہے (اور بعض مفسرین نے یہی لکھا ہے) کہ اس لفظ کا مطلب ککڑی کے بجائے کھیرا ہونا چاہیے لیکن دونوں چونکہ جڑواں حیثیت رکھتے ہیں اس لئے عام استعمال میں ککڑی بھی چلتا ہے، مثلاً اُردو کا ایک محاورہ ہے: ''ککڑی کھیرا کرنا'' اس کا مطلب ہے ہر معمولی بات یا بات بات پر کوسنا۔ گویا اکثر ان دونوں کا نام اکٹھا لیا جاتا ہے۔ لیکن بہرحال ککڑی، کھیرے کی طرح اور کھیرے کی ہی نسل ہونے کے باوجود کافی لمبی (2 فٹ تک) اور پتلی (سانپ کی شکل میں) ہوتی ہے، رنگ سبز، جتنی کم موٹائی اتنی ہی مزیدار۔ اسی بنا پر پرانی دلی میں ککڑی بیچنے والے گاہکوں کو متوجہ کرنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے گلی محلوں میں اس طرح آواز لگاتے تھے: ''لیلیٰ کی انگلیاں ہیں، مجنوں کی پسلیاں ہیں۔ کیا خوب ککڑیاں ہیں!'' (میرے زمانے کی دلی۔ ملا واحدی)۔

پنجابی زبان میں ککڑی کا ایک بالکل الگ نام ہے، یعنی ''تر''۔ غالباً اس لئے کہ اس کے کھانے سے دل و دماغ میں واقعی تراوت (ٹھنڈک) پیدا ہو جاتی ہے۔ نباتات کی سائنس میں ککڑی کے لئے وہ نام رائج نہیں جو کھیرے کے لئے ہے۔ کھیرے کا نباتاتی Cucumis sativus اور ککڑی کا نباتاتی نام ہے، Cucumis utiilissimus (ملاحظہ ہو جے۔ ایل سٹیورٹ کی کتاب: Punjab plants)۔ انگریزی میں اسے لانگ میلن (Long Melon) بھی کہتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: ہماری سبزیاں''۔ الطاف حسین و میاں سید)

جس ترکاری کا ذکر قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی خواہش (دوران دشت نوردی) کے سلسلے میں ہوا ہے، وہ ہمارے خیال میں ککڑی (لمبی تر) نہیں، کھیرا ہے، اس کا ثبوت یوں بھی ملتا ہے کہ عربی میں قرآنی قثاء کا مترادف لفظ خیار یا خیارہ ہے اور یہی خیار برصغیر میں پہنچ کر کھیرا بن گیا ہے، چنانچہ ہمارے ہاں رائج لفظ کھیرا اصل میں عربی اور فارسی کا خیار ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کھیرا برصغیر ہند و پاک میں کہیں باہر سے (ایران یا عرب سے) آیا ہے اور بعض ماہرین نباتات کی یہ رائے درست معلوم ہوتی ہے کہ اس کی اصل جائے پیدائش مصر اور عرب کا علاقہ ہے، ممکن ہے فلسطین ہو۔ سعودی عرب میں کھجور کی ایک اعلیٰ قسم کا نام ''خیارہ'' ہے وہ اس لئے کہ اس کی لمبوتری شکل کھیرے سے ملتی ہے۔ ککڑی اور کھیرا دونوں عام طور پر کچے ہی کھائے جاتے ہیں۔ سلاد میں ڈالتے ہی ہیں۔ کھیرے کا تعلق بیل کی صورت میں زمین پر پھیلنے یا اوپر چڑھنے والی تونبا (کدو) سبزیوں کی برادری سے ہے، جس میں کریلے کی طرح کڑوی، خربوزے و تربوز کی طرح میٹھی اور گھیا کدو کی طرح پھیکی سبزیاں شامل ہیں۔ کھیرا اور ککڑی دونوں میٹھی اور پھیکی سبزیوں کے درمیان درمیان اپنا ایک منفرد ذائقہ رکھتے ہیں۔ جو نہ کڑوا ہوتا ہے نہ پھیکا اور نہ میٹھا۔ اس لئے انہیں خربوزے اور تربوز کی طرح کچی اور تازہ حالت میں کھایا جا سکتا ہے، گھیا توری یا گھیا کدو کی طرح پکا بھی سکتے ہیں، ان کا ایک تیسرا استعمال بھی ہے، کریلے کی طرح ان کا اچار بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ یہ تین ایسی خوبیاں یا خصوصیات ہیں جو کھیرے ککڑی کو اس برادری کی دیگر تمام ترکاریوں سے ممتاز بناتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ کینیڈا سے لے کر جاپان اور جنوبی افریقہ تک یہ دسترخوانوں پر چھائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں جو دیسی کھیرا ملتا ہے اور جس کی جلد پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے چھوٹے کانٹے ہوتے ہیں، زیادہ پک جانے پر بے مزہ اور زرد ہو جاتا ہے اور اندر بیج بھی سخت ہو جاتے ہیں، تاہم گہرے سبز رنگ والا کھیرا، جو دیسی کھیرے سے ذرا بڑا بھی ہوتا ہے، زیادہ نرم اور کچا کھانے یا پکانے دونوں مقاصد کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

البرٹ ایف ہل کے مطابق کھیرے کا اصل علاقہ برصغیر بھی ہو سکتا ہے، تاہم یہ اُن کا فقط اندازہ ہے۔ (آکسفرڈ بک آف فوڈ پلانٹس کے مرتبین نے بھی اس خیال سے اتفاق نہیں کیا)۔ ہل کے مطابق کھیرے کا ذکر قدیم ترین مصری، عبرانی، یونانی اور رومن تحریروں میں ملتا ہے جس سے اس سبزی کی قدامت اور تاریخی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آکسفرڈ بک آف فوڈ پلانٹس (انگلش) میں کھیرے کی ایک ورائٹی کا ذکر ہے جسے جاپان میں اُگایا جاتا ہے، یہ کھیرا گول، سیب کی شکل میں ہوتا ہے اس لئے ''سیب کھیرا'' کہلاتا ہے۔ چونکہ کھیرے میں پانی اور حیاتین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اس لئے اسے موجودہ دور کی ''ہیلتھ انڈسٹری'' میں خصوصی اہمیت حاصل ہے، زیادہ تر وزن کم کرنے کی ترکیبوں اور طریقوں میں کھیرے کو استعمال کیا جا رہا ہے، گویا موٹاپے کا شکار عورتیں اور مرد کھیرے کی اس خصوصیت کی بنا پر اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

امام ابن قیم نے کھیرے اور ککڑی کو ایسی سبزی قرار دیا ہے جو انسان نے لئے بالکل بے ضرر ہے اور معدے میں گرمی کی وجہ سے پیدا ہونے والی تکالیف کا شافی علاج ہے، انہوں نے اس کے لئے، مشہور حدیث کے حوالے سے یہ دلیل دی ہے کہ آنحضرت ﷺ اس لئے ککڑی (کھیرے) کے ساتھ کھجوریں کھاتے تھے کہ کھجوریں انسان کے اندر گرمی پیدا کرتی ہیں اور ککڑی اُس گرمی اور حدت کو حد اعتدال میں رکھتی ہے۔ امام صاحب نے مثانے کے درد میں بھی ککڑی یا کھیرے کو مفید قرار دیا ہے۔ دیسی طب کی کتابوں میں کھیرے اور ککڑی کے بیجوں کی بڑی تعریف آئی ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیلا: کیلے کا ذکر قرآن مجید میں طلح کے نام سے آیا ہے، تہہ بر تہہ کیلے!

کیکر: مصنف کی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ طلح سے مراد کیکر کا درخت ہے جو بہر حال زیادہ سایہ دار نہیں ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ بیعت رضوان بھی کیکر کے ایک درخت کے نیچے ہوئی تھی۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو جو ایک درخت پر آگ کے شعلے دکھائی دیئے تھے وہ کیکر پر چڑھی سرخ پھولوں والی ایک بیل تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''(وہ ہوں گے وہاں) بغیر کانٹوں کی بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں (یا طلح درختوں) اور لمبے لمبے سایوں میں''(القرآن 56:28-30)

کیکر یا کیلا

(ACACIA OR BANANA)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:16

کیکر (ببول) یا کیلا

قرآنی نام: طلح

دیگر مروّج نام:

کیکر۔ ببول: (اُردو۔ ہندی)

طلح، سیال، سنط شوک البن، قنطہ (عربی)

سنجہ، شطم، شطہ: (عبرانی)

اکیشیا: Acacia (انگلش، لاطینی: فرنچ)

اکیکیا: Akakia (جرمن)

نباتاتی نام: اکیشیا (Acacia)

نباتاتی خاندان: Leguminosae

(چونکہ مصنف نے پہلے سے ذہن بنا لیا ہے کہ سورۃ واقعہ میں مذکور ایک جنتی پھل یا پودے کو ریگستان میں اُگنے والا کانٹے دار درخت کیکر سمجھتا ہے اس لئے اس نے اسی درخت (کیکر) کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف زبانوں اور نباتاتی سائنس میں رائج اس کے نام دے دیئے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک وضاحتی نوٹ ہم اس مضمون کے آخر میں دیں گے۔ فی الحال تو جو کچھ مصنف نے اس مضمون میں لکھا ہے، اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ مترجم)۔

قرآنی حوالہ

1: سورۃ 56 (الواقعہ)، آیت: 27 تا 34۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ O فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ O
وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ O وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ O وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ O وَّفَاكِهَةٍ
كَثِیْرَةٍ O لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ O وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ O

ترجمہ:۔ ''اور داہنے ہاتھ والے (سبحان اللہ) داہنے ہاتھ والے کیا (ہی عیش میں) ہیں، یعنی (وہ ہوں گے وہاں) بغیر کانٹوں کی بیریوں، اور تہ بر تہ طلح درختوں اور لمبے لمبے سایوں اور پانیوں کے جھرنوں اور میوہ ہائے کثیرہ کے باغوں میں جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ اُن سے کوئی روکے اور اونچے اونچے فرشوں میں۔'' (56:27-34)

مندرجہ بالا آیات میں دو درختوں کا ذکر ہے۔ ایک ہے طلح اور دوسرا ہے سدر۔ مفسرین قرآن کی اکثریت نے طلح کو کیلا قرار دیا ہے لیکن علامہ عبداللہ یوسف علی (انگریزی ترجمہ قرآن) کہتے ہیں کہ طلح سے مراد ببول کی برادری سے تعلق رکھنے والا درخت ہے۔ وہ یہ وضاحت بھی کرتے ہیں کہ عربی میں کیلے کو موز کہا جاتا ہے جبکہ پرانے وقتوں میں عرب نہ تو کیلے کو جانتے تھے اور نہ ہی اس کا پھل انہیں دستیاب تھا۔ آرتھر آربری نے بھی اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں اس کو تہ بر تہ پتوں اور گھنیری چھاؤں والا درخت کیکر قرار دیا ہے اگرچہ پکتھال نے طلح کا مطلب صرف کیلا لکھا ہے۔

علامہ یوسف علی کی تشریح اور قرآن مجید میں اس کے تذکرے سے جو منطقی نتیجہ ہم اخذ کرتے ہیں اس کے مطابق طلح سے مراد درخت کیکر ہے نا کہ کیلا۔

نباتاتی سائنس کی رو سے طلح، اکیشیا سیال (خاردار کیکر) ہے۔ یہ افریقہ کے گھاس کے میدانوں (سوانا) کا ایک اہم درخت ہے اور جزیرہ نمائے عرب کے گرم خطوں میں بکثرت پایا جاتا ہے جہاں اسے ''سیال'' کہا جاتا ہے۔ یہ ایک کانٹوں والا درخت ہے جس کا اوسط قد تقریباً 30 فٹ ہوتا ہے۔ اس کے تہ بر تہ چمکیلے زرد اور خوشبودار پھول، پورے جوبن پر ہوں تو درخت ایک خوبصورت منظر پیش کرتا ہے۔ صحرائے عرب کے تمام درختوں میں یہ اپنی عمارتی لکڑی، ایندھن اور گھنیری چھاؤں (جس کی ریگستان میں سخت ضرورت ہوتی ہے) کی بنا پر غالباً کارآمد ترین درخت ہے۔ مندرجہ بالا قرآنی آیات میں جنت کا نقشہ کھینچنے کے لئے کہا گیا ہے کہ وہاں بے خار سدر کا درخت، یعنی لبنانی دیودار (عربی، الازر) ہوگا' کانٹوں والا طلح (کیکر) ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا، اُن کے لمبے سائے ہوں گے، بہتے ہوئے (دریاؤں کے) پانی ہوں گے اور کثرت سے پھل ہوں گے۔ اس منظر کشی میں، طلح کا مطلب، کیلے کے بجائے کیکر زیادہ مناسب، موزوں اور دل کو لگنے والا معلوم ہوتا ہے۔ بے خار سدر سے مراد در حقیقت، شان و شوکت والے دیودار کے درخت ہیں اور طلح سے مراد کانٹے دار درخت ہیں جن کے پھول ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوتے ہیں۔ (مصنف کے اس بے بنیاد اور مفروضوں پر مبنی نظریے کی ہم، ''سدر'' کے موضوع پر مضمون کے آخر میں اپنے مفصل تنقیحی نوٹ میں پورے دلائل اور ٹھوس شواہد کے ساتھ تردید کر چکے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ''سدر'' سے درخت دیودار ہرگز مراد نہیں، بلکہ جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے، بیری کا درخت مراد ہے۔ مترجم)۔ دونوں سایہ دار درخت ہیں۔ اِن آیات میں سدر اور طلح کا حوالہ یہ ظاہر نہیں کرتا کہ اِن سے بیری اور کیلے کے پھل دار پودے مراد ہیں۔ درحقیقت، پھلوں کا ذکر انہی آیات میں الگ آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہاں جنت کی منظر کشی، خوبصورت اور سایہ دار درختوں (کانٹوں والے اور کانٹوں کے بغیر) آبِ رواں (دریا کا صاف پانی) اور میوؤں کے بیان کی مدد سے کی گئی ہے۔ اس بیان میں سدر کا مطلب بیری اور طلح کا معنی کیلا زیادہ منطقی دکھائی نہیں دیتا۔

کیکر کے درخت، بین الاقوامی تجارت کے اہم ترین گوند، صمغ عربی (عربی گوند) کی پیداوار کا ذریعہ ہیں (حوالے کے لئے ملاحظہ ہو F.N.Howes کی کتاب Vegetable gums and mucilages)۔ ان گوندوں کو اِن کے درختوں یا پیداوار کے علاقوں کے نام کے تحت بھی مارکیٹ میں فروخت کیا جاتا ہے۔ مثلاً عربی کیکر (اکیشیا سیال) کا گوند یورپ میں طلحا گم یا طلقا گم کہلاتا ہے جب کہ اکیشیا سینیگال (افریقی کیکر) کے گوند کو سوڈان یا حشب گم کہتے ہیں۔ ہندوستان یہ دونوں گوند (حشب اور طلحا) سوڈان سے درآمد کرتا ہے جو کہ تجارتی گوند (عربی گوند) پیدا کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے۔ ان گوندوں کو پیدا کرنے والے دیگر ممالک میں سینیگال' نائیجریا، چاڈ اور صومالیہ شامل ہیں۔ وہ عرب ممالک جو پہلے زمانے میں ان گوندوں کی پیدوار کا بڑا ذریعہ تھے، اب انہیں تجارتی مقدار میں پیدا نہیں کرتے۔ ہندوستان میں ایک نسبتاً کمتر درجے کا گوند مقامی دیسی کیکر کے درخت (Acacia nilotica) سے حاصل ہوتا ہے۔ اس گوند کو گوند ببول یا گوند کیکر کہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلح (عربی کیکر) وہی درخت ہے جس کے نیچے، حضرت محمد ﷺ نے اپنے صحابیوں سے بیعت لی تھی جس کا ذکر بیعت رضوان کے نام سے قرآن میں آیا ہے۔ (اس سلسلے میں ملاحظہ ہو، باب 24 جو درختوں پر ہے)۔

طلح گوند میں شامل ہیں: L-rhamnose, L-arabinose, D-galactose اور D- Glucuronic acid۔ علاوہ ازیں معمولی مقدار میں 4-0-methyyl بھی اس میں ہوتا ہے۔

یہ گوند متعدد جدید صنعتوں میں استعمال کیا جاتا ہے، جیسے خوراک، دوا سازی، پارچہ سازی، کاغذ، روشنائی، رنگ سازی، لیس سازی، اور چھپائی وغیرہ۔

گوند عربی طلح کا ہو یا ببول کی برادری کے دیگر درختوں، حسب اور کیکر کا، اہم طبی خواص رکھتا ہے۔ گھی یا تیل میں بریاں کر کے، بچے کی پیدائش کے بعد عورتوں کو دیا جائے تو عمومی جسمانی ناتوانی میں انتہائی مفید خیال کیا جاتا ہے۔ قوتِ مردمی کی بحالی کے لیے بھی موثر کہا جاتا ہے۔ بین الاقوامی منڈی میں عربی گوند کی تجارت کا حجم اسی ہزار ٹن سے زیادہ ہے۔ گوند پیدا کرنے والے بڑے ملک سوڈان اور سینیگال ہیں۔ ہندوستان صرف دو ہزار ٹن طلح اور حسب گوند درآمد کرتا ہے کیونکہ اس کی ضرورت زیادہ تر دیسی کیکر (اکیشیا نیلوٹیکا) کے مقامی گوند سے پوری کر لی جاتی ہے۔

اضافی تنقیہی نوٹ۔ از مترجم:

جس مفروضے یا مغالطے کی بنا پر مصنف نے اپنے پچھلے ایک مضمون میں تمام تر حقائق اور قرآنی منشا ومقصد واضح ہونے کے باوجود "سدرہ" کو بیری کے بجائے دیودار (بلکہ لبنانی دیودار) قرار دیا تھا، اُس کو برقرار رکھنے کے لئے اب "طلح" کو خاردار کیکر یا عربی ببول قرار دے دیا ہے تاکہ مطابقت پیدا ہو جائے، لیکن یہ طریقہ ریسرچ اور تحقیق کے مسلمہ اُصولوں کے خلاف ہے۔ چنانچہ مصنف نے قرآن مجید میں مذکور ایک اہم جنتی پھل (کیلا) کی شناخت بطور "طلح" پر سوالیہ نشان ڈال کر اس کا ذکر گول کر دیا ہے۔

جہاں تک ہمیں علم ہے ایک آدھ کو چھوڑ کر شروع سے اب تک تمام مفسرین نے سورۃ الواقعہ کی اِن آیات میں الفاظ "طلح منضود" کا ترجمہ "تہ بر تہ کیلے یا کیلے کے گچھے" کیا ہے۔ پرانی تفاسیر میں مشہور ترین حافظ ابن کثیر کی تفسیر (اُردو ترجمہ: مولانا محمد جونا گڑھی۔ جلد۔ 5) میں اس لفظ کے دونوں مطالب لکھے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، یعنی طلح بطور کیلا اور طلح بطور ببول لیکن ببول کے سلسلے میں یہ وضاحت کی ہے کہ اس سے بھی مراد پھلدار درخت ہے، یعنی کیکر کا ایسا درخت جو جنت میں کانٹوں کے بغیر ہوگا اور ''شیریں پھل'' پیدا کرے گا، گویا کیکر کے مفہوم میں بھی ابن کثیر نے یہ موقف رد کر دیا ہے کہ جنت میں کوئی کانٹوں والا درخت بھی ہوسکتا ہے کیونکہ کانٹے خواہ سایہ دار درخت کے ہوں یا پھلدار کے وہ انسان کے لئے باعث ایذا ہیں جب کہ جنت میں کسی تکلیف دہ چیز کے ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ گویا بظاہر ابن کثیر نے بھی طلح کے دوسرے مفہوم (پھل دار درخت، کیلا وغیرہ) کو ترجیح دی ہے۔ بلکہ ابن کثیر نے ''سدرہ'' کے بیری ہونے کے بارے میں بھی حضور ﷺ کے حوالے سے ایک اہم روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک دن ایک اعرابی (دیہاتی عرب) مدینے آیا اور کہنے لگا: ''یا رسول اللہ ﷺ! قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا، وہ کون سا؟ اس نے کہا، بیری کا درخت۔ آپ ﷺ نے فرمایا، پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ مخضود (بغیر کانٹوں کے) نہیں پڑھا؟ اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہیں۔'' ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ ''**منضود**'' سے تہ بر تہ پھل یا پھل سے لدا ہوا ''خوشہ مراد ہے اور یہ کہ اہلِ یمن کیلے کو ''طلح'' کہتے ہیں جو واقعی تہ بر تہ پھل پیدا کرتا ہے۔

جملہ مفسرین نے اس خیال کی بھی تردید کی ہے کہ سورۃ واقعہ کی آیت نمبر 30 میں ''وظلٍ ممدود'' (اور لمبے لمبے سائے) کو پچھلی دو آیات میں مذکور ''سدر'' اور ''طلح'' سے جوڑنا چاہیے۔ مثلاً ابن کثیر نے لکھا ہے کہ لمبے لمبے سایوں والے (سدر یا طلح نہیں) کچھ اور خاص درخت ہونگے کہ جن کے سایے میں (صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق) ''ایک تیز رفتار سوار سو سال تک چلتا رہے تو سایہ ختم نہ ہوگا۔''

اب لفظ ''طلح'' کے سلسلے میں چند باتیں واضح ہوگئیں۔ مصنف کا یہ مفروضہ صحیح نہیں کہ اس کا مطلب کیکر یا عربی ببول اس لئے سمجھا جائے کہ اسے لازمی طور پر ایک گھنے سائے والا درخت ہونا چاہیے۔ مفسرین کے مطابق اور آیت نمبر 30 کے واضح مفہوم کی روشنی میں لمبے سائے والے درخت اور ہونگے۔ طلح یا سدر نہیں ہونگے۔ مصنف کا یہ موقف بھی منطقی نہیں کہ جب ''سدر'' صرف سایہ دار درخت (دیودار) ہے تو پھر اس کے فوراً بعد مذکور طلح بھی صرف سائے والا درخت ہوگا، پھل والا درخت نہیں۔ ''سدر'' کے متعلق ہم اس کے باب میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ اس سے مراد پھلدار بیری کا درخت ہے جس میں کانٹے نہیں ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گے۔ اوپر بھی ہم نے ابن کثیر کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے وضاحت فرمادی تھی (اعرابی کے سوال کے جواب میں) کہ اس سے مراد عمدہ پھلوں والی وہ جنتی بیری ہے جس میں کانٹے نہیں ہوں گے۔ لہٰذا ایک پھلدار درخت کے ساتھ اُسی ردیف میں دوسرا درخت بھی پھلدار ہی موزوں ہے، یعنی کیلا، نہ کہ کانٹوں والا کیکر جو پھل دار درخت نہیں ہوتا اور اس کا سایہ بھی ایک خاص موسم (برسات) کے سوا معمولی ہوتا ہے۔ پھر "منضود" کا تو مطلب ہی تہ بر تہ کھانے والا پھل ہے نہ کہ پھول یا کیکر کی پھلیاں۔

اب رہا مصنف کا یہ خیال کہ چونکہ کیلے کے پودے یا اصل نام (موز) سے اُس زمانے کے عرب واقف نہ تھے اس لئے اس سے مراد کیلا نہیں ہوسکتا تو یہ بھی حقائق کے برعکس ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن مجید میں اگر کسی ایسی چیز کا نام آجائے جس سے عام لوگ واقف نہ ہوں تو اس وجہ سے اُس چیز کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ "سدرۃ المنتہیٰ" کو لوگ آخر کیسے جان سکتے تھے۔ مگر اس کا ذکر آیا ہے۔ علامہ مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب "ہزار سال پہلے" میں لکھا ہے کہ بظاہر اُس زمانے کے عرب ہندوستان کے مشہور ترین اور لذیذ ترین پھل "آم" سے آگاہ نہ تھے لیکن قرآن مجید میں اس کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔ سورۃ "عبس" میں انسان کے لئے جن نعمتوں کا ذکر ہوا ہے اُن میں ایک "ابا" بھی ہے جو کہ فارسی کے لفظ "انبہ" (آم) کی عربی شکل ہوسکتی ہے۔ علامہ گیلانی کے مطابق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے اس لفظ کا مطلب پوچھا گیا تھا لیکن انہوں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تھا اور اپنی طرف سے کوئی خیال پیش کرنے سے بھی انکار کردیا تھا، اس کے باوجود متاخرین مفسرین نے اپنی مرضی سے اس لفظ (ابا) کا ترجمہ گھاس چارہ کردیا۔ "طلح" کے سلسلے میں تو "ابا" والا ابہام بھی موجود نہیں۔ سرزمین "یمن" جو کبھی دنیا بھر کے پھلوں اور پھولوں کا مرکز تھی، وہاں گرم خشک صحرائے عرب کی کھجوریں تھیں تو ساتھ ساتھ شام وفلسطین کے انگور، زیتون، انار، انجیر اور ٹراپیکل خطوں کے کیلے اور آم بھی تھے۔ چنانچہ یہ دعویٰ درست نہیں کہ جزیرہ نمائے عرب (جس کا یمن بھی ایک حصہ ہے) میں کوئی باشندہ کیلوں سے واقف نہ تھا۔ حجاز سے تجارتی قافلے اکثر یمن کی طرف آتے جاتے رہتے تھے۔ پھر "طلح" جیسا کہ ابن کثیر نے وضاحت کی ہے، یمن کی مقامی عربی زبان میں، کیلے کا نام تھا اور "طلح منضود" سے مراد ہوا کیلے کا تہ بر تہ پھل۔ قرآن مجید کی زبان میں حجاز کی عربی کے علاوہ، باہر کے علاقوں کی عربی بلکہ دوسری زبانوں کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

اب یہ بات طے ہوگئی کہ سورۃ الواقعہ کی اِن آیات میں "سدرٍ مخضود" کے بعد "طلحٍ منضود"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جو الفاظ آئے ہیں ان سے مراد کیلوں کے گچھے یا تنہ بر تنہ کیلے ہیں۔ مفسرین کی اکثریت نے بھی ان الفاظ کا یہی مفہوم لکھا ہے۔ چونکہ مصنف نے ''طلح'' کو کیکر قرار دے کر کیلے کے بارے میں کچھ لکھنے سے گریز کیا ہے لہٰذا اب ہم اس شاندار جنتی پھل کے متعلق تھوڑا سا لکھیں گے۔

کیلے کو اُردو، ہندی اور پنجابی وغیرہ زبانوں میں کیلا بنگالی میں کلہ، عربی میں موز اور انگریزی میں بانینا (Banana) کہا جاتا ہے۔ لاطینی اور مختلف یورپی زبانوں میں موزا یا موزے (Musa) کے نام سے شناخت کیا جاتا ہے۔ اس کا نباتاتی نام موزا پیراڈائی سیا کا (Musa paradisiaca) یا Musa sapientum ہے جب کہ نباتاتی خاندان موزیشے (Musaceae) کہلاتا ہے۔ نباتاتی نام ہو یا نباتاتی خاندان، دونوں میں لفظ موزا آتا ہے جو کہ عربی سے لاطینی میں داخل ہوا ہے۔ نباتاتی نام کے اندر لفظ Paradisiaca جنت الفردوس (Paradise) کی طرف اشارہ کرتا ہے، ''پیراڈائز'' کا لفظ اپنی اصل کے اعتبار سے فارسی لفظ ہے اور عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لفظ ''فردوس'' اس کی بنیاد ہے، لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ شروع سے ہی کیلے کو جنت کا پھل قرار دیا جاتا رہا ہے۔

علمائے نباتات کے مطابق اس پودے کا اصلی وطن ملائشیا یا ہندوستان کا گرم مرطوب علاقہ ہے لیکن قدیم ترین زمانے سے اس کی کاشت دنیا کے تمام گرم اور معتدل علاقوں میں ہو رہی ہے۔ البرٹ ایف ہل (Economic Botany) کے مطابق، 1100 ق م میں اشوری تہذیب کے علاقوں (بابل ونینوا۔ موجودہ عراق) میں یہ ایک بہت اہم پھل تھا۔ اشوری بھی سامی النسل لوگ تھے (ملاحظہ ہو ''تاریخِ قدیم'' از ضیاء الدین اکمل)۔ بابل ونینوا کا علاقہ حجاز سے زیادہ دور نہیں اور عربوں کے تجارتی کاروان قدیم زمانے سے ان علاقوں سے گزرتے رہے ہیں۔ یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ کیلا، عربوں کے لیے اجنبی پھل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ اُس زمانے میں کیلے کی بین الاقوامی تجارت نہ ہوتی ہو کیونکہ اس کا استعمال صرف تازہ اور تر حالت میں ہوتا تھا۔ (اب تو مکہ اور مدینہ میں ہر موسم میں دنیا بھر سے طرح طرح کا کیلا آتا ہے۔ پھلوں کی دکانیں کیلوں سے بھری نظر آتی ہیں)۔

کیلا درخت نہیں، جھاڑی بھی نہیں، نباتاتی اعتبار سے یہ ایک بوٹی (Herb) ہے لیکن درخت کی طرح اونچی اور تنے والی۔ تنا بھی دراصل اس کے لمبے پتوں کی بنیادوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بنگلہ دیش وغیرہ ممالک میں جہاں کیلے کا پھل (یا پھلیاں کہہ لیں) بھی نو دس انچ تک لمبا ہوتا ہے، ہم نے بیس پچیس فٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک اونچے کیلوں کے پودے دیکھے ہیں، یہ پودے اگر اکٹھے لگے ہوں تو گھنیری اور ٹھنڈی چھاؤں کا دلکش جنتی منظر پیش کرتے ہیں جس کی طرف سورۃ الواقعہ میں اشارہ ہے۔ بھلا عام طور پر ویران ویران دکھائی دینے والے صحرائی ببول کیسے ایسا منظر پیش کر سکتے ہیں؟ انگور کے خوشے اپنے نوکیلے کانٹوں سے زخمی کرنے والے کیکروں کا بہشت میں کیا کام، کیا مقام؟ (''ککر نے انگور چڑھایا ہر خوشہ زخمایا'')۔

اگر آپ نے کیلوں کے باغ میں پھلیوں سے لدے خوشے غور سے دیکھے ہوں تو آپ کو ایک لمبی اور مضبوط ڈنڈی کے آخر میں ایک کے بعد ایک کیلوں کے دائرے نظر آتے ہیں۔ انہیں کیلے کے ہاتھ کہا جاتا ہے ہر ہاتھ میں دس سے بیس تک پھلیاں ہوتی ہیں جبکہ ایک خوشے میں بیس بائیس تک ہاتھ ہو سکتے ہیں۔ اس طرح ایک خوشے میں بعض اوقات تین سو تک پھلیاں یا پھل ہونا کوئی نرالی بات نہیں۔ یہی تہ بر تہ ہاتھ یا دائرے اس آیت کے الفاظ ''طلح منضود'' کا مفہوم دیکھنے والے پر بخوبی واضح کرتے ہیں۔ کیلے کا ایک پودا بعض اوقات 140 پاؤنڈ تک وزنی کیلوں کے گچھے پیدا کرتا ہے۔ (فی ایکڑ پیداوار 500 من تک ہو سکتی ہے)۔ آپ اس ''بوٹی'' کی طاقت کا اندازہ لگائیں کہ چھوٹی چھوٹی اور زمین میں ایک یا ڈیڑھ فٹ گہری جڑوں اور پتوں کی بنیادوں پر مشتمل کمزور سے تنے کے ساتھ اس قدر وزن یہ پودا اٹھا لیتا ہے۔ کیلے کی کاشت تنے کی بنیاد سے نکلنے والے زیر بچوں کے ذریعے ہوتی ہے کیونکہ اس کے پھل میں بیج نہیں ہوتے۔ نیا پودا کاشت کے ایک ڈیڑھ سال بعد ہی پھل پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔

کیلے کا پھل پودے پر بھی پکتا ہے لیکن عموماً اسے مصنوعی طریقوں سے پکایا جاتا ہے۔ کیلے کی مقبول عام اقسام وہی ہیں جو نرم گودے والی اور شیریں ہوتی ہیں، اسے کچی (سبز) حالت میں ہانڈی میں بھی پکایا جاتا ہے، اس کی ایک قسم پلانٹین (Plantain) عموماً سبزی کے طور پر پکتی ہے۔ البرٹ ایف ہل کے مطابق ٹراپیکل ممالک میں کیلے کی تقریباً تین سو ورائیٹیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک قسم ایسی بھی ہوتی ہے جس کے پھل میں بیج ہوتے ہیں۔ کیلے کے پختہ اور میٹھے پھل میں بے مثال غذائیت ہوتی ہے۔ بوڑھوں اور بچوں کے لئے اس کی خصوصی اہمیت ہے۔ گندم کے مقابلے میں اس کی تین گنا زیادہ غذائی طاقت ہوتی ہے۔ اس کے اندر کافی مقدار میں کاربوہائیڈریٹس، کچھ چکنائی، پروٹین کے علاوہ وٹامن اے، بی، سی، پوٹاشیم، میگنشیم، فولاد، فاسفورس، کیلیشم وغیرہ کئی معدنی اجزا موجود ہوتے ہیں (بحوالہ بی۔ پی۔ پانڈے)۔ ہندوستان سمیت بعض ممالک میں اس کے پھل کو خشک کر کے چپس بنائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض ورائیٹوں کے پختہ پھل کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھاپ سے گزارنے کے بعد کھجوروں اور انجیر کی طرح دھوپ میں خشک کر لیا جاتا ہے جو کئی ماہ تک محفوظ رہتا ہے اور نہایت عمدہ، لذیذ اور مقوی ناشتے کا کام دیتا ہے (بحوالہ پانڈے)۔ برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کی ورائیٹوں میں ہری چھال، چتری، چمپا، بصرائی خورد، کابلی، نندران، امرت ساگر اور میرپوری وغیرہ بہت زیادہ مقبول ہیں۔

مغربی ممالک میں بلند قامت گروس مائیکل ورائٹی کا شمار سب سے اوپر ہوتا ہے۔ بحرالکاہل کے ممالک میں سرخ رنگ کے کیلے بھی ہوتے ہیں۔ ایتھوپیا میں کیلے کی ایک قسم یا کیلے سے ملتی جلتی قسم بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس کی جڑیں اور تنے کا اندرونی حصہ خوراک کے لئے پکایا جاتا ہے جبکہ پھل کے اندر بیج بھی ہوتے ہیں۔ (بحوالہ آکسفرڈ بک آف فوڈ پلانٹس)۔ کیلے کی یہ قسم، جغرافیائی نزدیکی کی وجہ سے کسی زمانے میں یمن میں بھی ہو سکتی ہے۔ بعض علاقوں میں کیلے کو خشک کر کے پیس کر آٹے سے روٹیاں بنائی جاتی ہیں، کئی ممالک میں اس سے بیئر اور شراب بھی تیار کی جاتی ہے۔ پانامہ جیسے چھوٹے ممالک جو معاشی طور پر کیلے کی تجارت پر انحصار کرتے ہیں، منفی بین الاقوامی اصطلاح میں ''بانینا سٹیٹ'' کہلاتے ہیں۔ کھجور کی طرح نظر آنے والا مگر کھجور سے بالکل مختلف اس پودے کے لمبے چوڑے پتے ہندوستان میں پلیٹ یا رکابی کی جگہ استعمال کئے جاتے ہیں جن پر ہندو دکاندار کھانے کی چیزیں، مٹھائی وغیرہ رکھ کر تقسیم کیا کرتے ہیں......

بہرحال یہ تھا قرآن مجید میں مذکور جنتی پھل کیلے کا قصہ!

....

مکتبہ دار العلوم المحمدیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کدو/لوکی: لوکی کی بیل جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے حضرت یونس کو سایہ اور تحفظ فراہم کیا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پھر ہم نے انہیں (ساحلی) میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے
اور ہم نے اُن پر کدو (لوکی) کا پودا اُگا دیا تھا''۔

(القرآن 37:145-146)

کدو۔لوکی

(GOURD)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 17

کدو۔لوکی

قرآنی نام: یقطین

دیگر مروّج نام:

لوکی۔کدو:	(اُردو۔ہندی، پنجابی)
کدو:	(فارسی)
یقطین، قرعتہ، دباء:	(عربی)
البو:توبنی	(سنسکرت)
لو:	(بنگالی)
ال۔آل:	(کشمیری۔سرائیکی۔سندھی)
ددھی:	(گجراتی)
گورڈ:	Bottlegourd Gourd(انگلش۔فرنچ)
کوکربیٹا:	Cucurbita(لاطینی)

نباتاتی نام: 1- Lagenaria siceraria

2- Lagenaria vulgaris

نباتاتی خاندان: Cucurbitaceae

قرآنی حوالے

1: سورۃ نمبر37(الصفت)آیت:139-146

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○
فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ
مُلِيْمٌ ○ فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ○ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى
يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۤءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ○ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ
شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ○

ترجمہ:۔ ''بے شک یونسؑ بھی ہمارے بھیجے ہوئے پیغمبروں میں سے تھے جب کہ وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ گئے۔تو قرعہ ڈالا گیا تو وہ ہی قرعہ میں زک اُٹھانے والوں میں سے ہوئے۔پھر مچھلی نے اُن کو نگل لیا اور وہ قابلِ ملامت کام کرنے والے تھے۔تو اگر وہ ہماری تسبیح نہ کرتے تو یقیناً وہ قیامت کے دن تک اس (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔پھر ہم نے انہیں (ساحلی) میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے اور ہم نے اُن پر کدو کا پودا اُگا دیا تھا۔'' (37:139-146)

مندرجہ بالا آیات میں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی گئی تھی کہ وہ سلطنت اشوریا کے دارالحکومت نینوا میں جائیں اور وہاں لوگوں کو تشدد اور گناہ کے کاموں سے بچنے کے لئے تبلیغ کریں ورنہ انہیں خدا کے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔چنانچہ، حضرت یونس علیہ السلام وہاں پہنچے اور لوگوں کو خدا کے غضب (اور ممکنہ عذاب) سے ڈرایا اور خبردار کیا۔تاہم لوگوں نے ان کی طرف سے ڈرائے جانے (اور انتباہ) پر کوئی توجہ نہ دی اور وہ لوگوں کے رویے سے نا اُمید ہو کر اُس مقام سے بھاگ کر چلے گئے اور ایک کشتی میں سوار ہوئے۔سمندر میں سفر کے دوران اس کشتی کو ایک خوفناک طوفان نے گھیر لیا اور ملاحوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک غیر ضروری بوجھ سمجھتے ہوئے انہیں کشتی سے پانی میں دھکیل دیا۔انہیں سمندر میں ایک بڑی مچھلی (وہیل) نے نگل لیا اور بعد میں خشک ساحل پر پھینک دیا جہاں انہیں ''یقطین'' (کدو) نامی پودے کا سایہ اور حفاظتی پناہ مہیا کی گئی۔اس طرح اُن کی طاقت بحال ہوئی اور وہ نینوا میں واپس گئے جہاں اُن کا پیغمبری مشن کامیاب ہوا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی (بحوالہ تفسیر ماجدی) کے مطابق بعض علما خیال کرتے ہیں کہ حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونس علیہ السلام کا واقعہ بحیرہ روم میں پیش آیا جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ واقعہ موصل کے نزدیک کسی جگہ پیش آیا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی (تفہیم القرآن) لکھتے ہیں کہ عربی میں ''یقطین'' سے مراد کدو یا لوکی کی طرح کی بیل ہے اور حضرت یونس علیہ السلام کے لیے یہ بیل اس لئے اُگائی گئی تھی کہ وہ اس کا پھل کھا سکیں اور اس کے سائے میں شدید دھوپ سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔

این۔ جے داؤد اور پکھتال نے قرآن مجید کے انگریزی تراجم میں ''یقطین'' سے کدو کی قسم کا پھیلنے والا پودا مراد لیا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے اس لفظ کا مطلب صرف ''بیل'' لکھا ہے جبکہ مولانا فتح محمد جالندھری نے اس کا معنیٰ ''کدو'' بیان کیا ہے۔

''کدو'' ایک فارسی لفظ ہے جس کا اصلی مطلب ہے لوکی (عموماً بوتل نما لمبا کدو) اور جس کا نباتاتی نام Lagenaria Ciceraria ہے۔ دوسرا عام پایا جانے والا کدو چینی کدو ہے جو علم نباتات کی زبان میں Cucurbita pepo کہلاتا ہے۔ دونوں کا تعلق نباتاتی خاندان Cucurbitaceae سے ہے۔ لوکی (کدو) قدیم زمانے سے عرب میں کاشت کی جارہی ہے جب کہ چینی کدو (سکواش) جس کا اصلی وطن (مولد) امریکہ ہے، بہت بعد میں وہاں (عرب میں) متعارف ہوا۔ چنانچہ زیادہ امکان یہی ہے کہ حضرت یونسؑ کے قصے میں جس پودے کا ذکر آیا ہے وہ لوکی یا گھیا کدو تھا۔ نا کہ چینی یا ولایتی کدو وغیرہ۔

پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بائبل میں بھی آیا ہے۔ بائبل کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام کو ارنڈ کے پیڑ کا سایہ مہیا کیا گیا تھا۔ ارنڈ کو کاسٹر (Castor tree) اور پاما کرائسٹی (Palma christi) کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ پودا جس کا نباتاتی نام رس انس کمیونس Ricinus Communis ہے، عرب میں اگنے والی بڑے بڑے پتوں والی ایک جھاڑی ہے جس کے بیجوں سے تیل (کاسٹر آئل) نکالا جاتا ہے۔ ہندوستان میں یہ جھاڑی معقول بلندی حاصل کرتی ہے۔ تاہم قرآن مجید میں ''شجرۃ من یقطین'' کے الفاظ آئے ہیں جن سے یقیناً ایک اوپر کی طرف چڑھنے والی بیل کا مفہوم نکلتا ہے۔ لہٰذا اس کی توضیح میں زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کو چھاؤں فراہم کرنے کے لئے ایک درخت پر بیل چڑھا دی گئی تھی۔

لوکی (کدو) ایک نہایت مفید سبزی ہے۔ اس کے اندر پیکٹن (Pectin) وٹامن بی، وٹامن سی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیلیشم، فاسفورس، فولاد، پوٹاشیم اور آئیوڈین پایا جاتا ہے۔ یہ مدرالبول اور گنٹھیا کے لئے مفید ہے۔ اس کے بیجوں کا تیل، دردسر کے لئے بہت موثر ہے۔ آنحضرت ﷺ اس کی افادیت کی بنا پر اس سبزی کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح ترمذی میں لوکی (کدو) کے بارے میں متعدد احادیث موجود ہیں۔

اضافی توضیحی نوٹ۔ از مترجم:

اِس موضوع کے سلسلے میں تھوری سی مزید وضاحت ضروری ہے۔ قرآن مجید کے مفسرین اس پر متفق ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب ایک بڑی مچھلی (وہیل) نے خشکی پر اگل دیا تھا (بائبل کی ''کتاب یونس'' کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے۔ مچھلی کے پیٹ میں (قرآن مجید کے مطابق) آپؑ نے باری تعالیٰ سے جو فریاد اور دعا کی تھی وہ بھی بائبل میں مذکور آپؑ کی دعا سے کافی ملتی ہے)۔ تب ایک گھنی بیل (مفسرین کی اکثریت کے مطابق ''یقطین'' کا مطلب کدو یا لوکی ہے) نے اُن پر دھوپ سے بچاؤ کے لئے ٹھنڈا سایہ فراہم کیا تھا۔ یہاں دو باتیں وضاحت طلب ہیں۔ ایک یہ کہ آیا وہ بیل لوکی (لمبا کدو) کی تھی یا گھیا کدو (گول کدو) کی۔ دوسری یہ کہ بیل کسی درخت پر چڑھی ہوئی تھی یا زمین پر پھیلی تھی۔ مصنف کے مطابق سایہ فراہم کرنے والی بیل بوتل کدو (Bottle Gourd) یعنی لوکی کی تھی، یہ درست ہے کہ نباتاتی اور انگریزی نام اور لٹریچر کے مطابق لمبے اور گول کدو میں کوئی فرق نہیں لیکن لوکی بہر حال شکل و شباہت میں گول کدو (گھیا کدو) سے ذرا مختلف ہوتی ہے، بلکہ اس کا ذائقہ بھی بہتر ہوتا ہے۔ لوکی کا پھل دو فٹ تک لمبا ہو جاتا ہے اور نفیس اور خوبصورت ہوتا ہے، بازار میں اس کا بھاؤ بھی گھیا کدو (گول) سے زیادہ ہوتا ہے۔ ''کدو'' بہر حال فارسی لفظ ہے اور فارسی لغت کے مطابق اس کا مطلب گھیا کدو یا لوکی کے علاوہ کاسۂ سر اور شراب کا پیالہ بھی ہوتا ہے کیونکہ قدیم زمانے میں زیادہ پک جانے والے گول کدو کا سخت خول، شراب پینے کے لئے بھی استعمال میں لایا جاتا تھا، اس لئے ہمارے خیال میں ''یقطین'' سے صرف لمبا کدو مراد لینا درست نہیں۔ سایہ کرنے والی بیل، گول کدو کی بھی ہو سکتی تھی۔ ہندوستان کی پرانی زبانوں (سنسکرت) میں کدو کو ''تونبا'' کہا جاتا تھا، اس کی ایک شکل تونبڑا ہے جو ایک قسم کا بجنے والا موسیقی کا آلہ یا باجا ہے اور باجا اس لئے تونبڑا کہلاتا تھا کہ خشک لوکی کا گودا اندر سے خالی کر کے بنایا جاتا تھا، یعنی لمبوترا سا ہوتا تھا۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ برصغیر میں کدو زمانۂ قدیم سے موجود ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرا یہ کہ زیادہ تر لوکی (لمبی قسم) کو پسند کیا جاتا تھا اور آج بھی یہی صورت حال ہے۔لوکی کا گودا، گول کدو کے مقابلے میں زیادہ نرم اور اس کا سالن خواہ گوشت کے ہمراہ پکایا جائے نہایت خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ بہرحال خلاصہ تحریر یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام پر سایہ پھیلانے والی بیل لوکی کی بھی ہوسکتی تھی اور گول گھیا کدو کی بھی۔دونوں کا نباتاتی اور انگریزی نام ایک ہی ہے، البتہ خصوصیات اور اہمیت میں ذرا فرق ہے۔

اب اگلا سوال۔کدو (لوکی یا گھیا) کی بیل نے حضرت یونس علیہ السلام، پر سایہ کس طرح کیا ہوگا جبکہ یہ بیل تو زمین پر پھیلتی چلی جاتی ہے کیونکہ اس کا پھل کافی وزنی ہونے کی بنا پر یہ کسی دیوار یا درخت پر نہیں چڑھائی جاتی۔کالی توری یا گھیا توری کی بیل (ان کا تعلق بھی بہرحال کدو کے خاندان سے ہے) تو ڈھونڈ کر کسی دیوار یا تار یا نزدیکی درخت پر سوار ہوجاتی ہے جہاں اوپر سے اس کا پھل لٹکتا دکھائی دیتا ہے۔لیکن گھیا توری ہو یا کالی توری یا کریلا ان کا پھل پتلا اور ہلکا ہوتا ہے جبکہ کدو کا ایک پھل دو سے تین کلو تک وزنی ہو سکتا ہے اور بعض اوقات پانچ چھ کلو تک بھی۔تو کیا حضرت یونس علیہ السلام کو اُن کی انتہائی نحیف و نازک حالت میں سایہ کر کے بچانے والی کوئی بیل نہیں بلکہ تنے پر کھڑا ہوا پودا تھا؟ جب لفظ یقطین کے ساتھ شجرۃ کا لفظ بھی آیت میں آ رہا ہے تو خیال ہوتا ہے کہ وہاں کوئی درخت یا جھاڑی بھی موجود تھی لیکن ایسی نہیں کہ دھوپ سے بچا سکے ہوسکتا ہے۔وہ ارنڈ کی جھاڑی ہو جس کا ذکر بائبل میں آیا ہے (لیکن جس کا سایہ ناکافی اور چھدرا ہوتا ہے)۔ویسے بھی درخت یا جھاڑی کا سایہ سورج کے رُخ کے ساتھ جگہ تبدیل کرتا رہتا ہے۔لہٰذا عین ممکن ہے کہ وہاں درخت اور جھاڑی کے ساتھ ہی کدو کی قسم کی کسی سبزی کی بیل اُگ گئی ہو جس نے درخت یا جھاڑی پر چڑھ کر اپنے گھنے پتوں کے سائے میں حضرت یونس علیہ السلام کو کچھ عرصہ تک دھوپ اور گرمی سے بچائے رکھا ہو۔درخت یا جھاڑی پر جلدی چڑھنے والی بیل گھیا توری کی ہوسکتی ہے کیونکہ اوپر چڑھنے کی عادت ہے ہی اسی توری کی۔لیکن اگر بیل کدو کی بھی ہو تو سہارے کے ساتھ اوپر چڑھنے میں اُسے بھی تامل نہیں ہوتا خواہ بعد میں پھل کے وزن میں اضافے سے وہ زمین پر آ رہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں کہ اس پر پھل لگا ہو۔بیل کے سایہ کا مقصد تو کچھ دنوں تک حضرت یونس علیہ السلام کی حفاظت کرنا تھا، یہ کوئی لمبے عرصے کا بندوبست نہیں تھا۔بہرحال، بیل کا آپؑ کے اوپر چھتر یا چھت جیسی پوزیشن میں ہونا ضروری تھا ورنہ سایہ ممکن نہ ہوتا۔زمین پر رینگنے والی بیل کبھی سایہ فراہم نہیں کرتی۔امام ابن قیم نے بھی اس ممکنہ اعتراض پر بحث کی ہے کہ کدو کی بیل جب خود کھڑی نہیں ہوسکتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو پھر اُسے آیت مذکور میں شجر کیسے کہا گیا ہے؟ امام صاحب کی رائے بھی اسی طرف جاتی ہے کہ یہاں شجرۃ کا لفظ مطلق نہیں بلکہ ایک خاص قید کے ساتھ مقید ہے اور اُس اعتبار سے اگر کدو کی بیل کسی درخت پر چڑھی ہو تو وہ کدو کا درخت کہلا سکتا ہے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ مغربی ماہرینِ نباتات نے تو نبا خاندان کے ارکان (Species) کی طرف بہت کم توجہ دی ہے اور ان میں لوکی اور کدو خاص طور پر عدم توجہی کا شکار ہوئے ہیں۔ چنانچہ نباتاتی لٹریچر میں اِن پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ تاہم کدو کی تعریف میں کئی احادیث ہیں جن کے مطابق آنحضرت ﷺ کدو گوشت کے سالن میں کدو کے ٹکڑے تلاش کر کے کھاتے تھے۔ طب میں اس کو گرمی، پیاس، جسمانی کمزوری، بلغم، قبض وغیرہ میں خصوصاً مفید بتایا گیا ہے۔ امام ابن قیم اسے تاثیر میں سرد تر قرار دیتے ہیں۔ کدو کے بیجوں سے نکلے مغز دل و دماغ کی تراوت کرتے ہیں اور لو لگنے کی تکلیف میں نافع ہیں۔ اس کے بیجوں کا تیل (روغن کدو) صدیوں سے دماغ کی خشکی اور سر اور بالوں کے مختلف عوارض میں استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس پودے کے لئے یہی اعزاز کیا کم ہے کہ اس کو ایک پیغمبر کی انتہائی نازک جسمانی حالت میں، سائے اور حفاظت کے لئے پروردگار نے منتخب کیا تھا۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''(لقمان نے کہا کہ) اے بیٹا، اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور وہ ہو بھی کسی چٹان کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں، اللہ اس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔

(القرآن۔16:31)

رائی

(Mustard)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رائی: قرآن مجید کے مطابق اگر رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو اس کا صلہ ملے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:18

رائی

قرآنی نام: خردل

دیگر مروّج نام:

رائی۔کالی سرسوں:	(اُردو، ہندی، مراٹھی)
اسپندان:	(فارسی)
رائی سرشا:	(بنگالی)
خردل:	(عربی۔فارسی)
آسر:	(کشمیری)
مسٹرڈ:	Mustard(انگلش)
موتاردے:	Moutarde(فرنچ)
سنف	Senf(جرمن)
سن اپی:	Sinapi(لاطینی)
سرشافا، راجیکا:	(سنسکرت)

نباتاتی نام: بریس ایکا نائگرا Brassica nigra

نباتاتی خاندان: Brassicaceae

قرآنی حوالے

1: سورة 21 الانبیاء، آیت:47۔

وَ نَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ O

ترجمہ:۔ ''قیامت کے دن ہم درمیان میں لا رکھیں گے ٹھیک تولنے والی ترازو کو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے'' (47:16)

2: سورۃ 31 (لقمان)، آیت: 16۔

يٰبُنَىَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِىْ صَخْرَةٍ اَوْ فِى السَّمٰوٰتِ اَوْ فِى الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌO

ترجمہ:۔ ''(لقمان نے کہا کہ) اے بیٹا، اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو اور وہ ہو بھی کسی چٹان کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں، اللہ اس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔'' (16:31)

رائی کا ذکر ''خردل'' کے نام سے قرآن مجید میں دو مرتبہ دو مختلف سورتوں میں آیا ہے اور دونوں موقعوں پر ایک انتہائی چھوٹی (قلیل ترین) چیز یا غیر اہم ترین واقعہ کی مثال کے طور پر اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نہ صرف خطۂ عرب بلکہ دنیا کے دیگر حصوں میں بھی رائی کے دانے کو عام طور پر بیجوں میں سب سے چھوٹا خیال کیا جاتا تھا۔

بریسیکا نائگرا (Brassica Nigra) کے سیاہ دانوں کو ہی اصلی رائی مانا جاتا ہے۔ یہ ایک موسمی بوٹی ہے جسے خطۂ عرب اور افریقہ کے کئی حصوں میں اس کے بیجوں سے نکلنے والے خوردنی تیل کے لئے وسیع پیمانے پر کاشت کیا جاتا ہے۔ کئی اور پودوں کے بیج بھی اس سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، مثلاً سناپزم البا (Sinapism Alba)، جسے سفید رائی کہا جاتا ہے، توریا (B.juncea) عربی سرسوں (B.arabica)، شلغم (B.rapa) اور اسی برادری کی دیگر اقسام جن میں سے اکثر کو عام لوگ رائی یا رایا کہہ دیتے ہیں۔

رائی (B.nigra) کے دانوں میں 27 فی صد پختہ تیل کے علاوہ، پوٹاشیم میورونیٹ (Potassium myoronate)، انزائم میروسن (Myrosin) لیسی تھن (Lecithin) موسیلج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Mucilage) اور ایش (4%) پایا جاتا ہے۔ جہاں تک اس کے تیل کا تعلق ہے، کیمیائی ترکیب کے اعتبار سے یہ اولیک ایسڈ (Oleic acid) سٹریک ایسڈ (Stearic acid) اور عروسک ایسڈ (Erucic acid) کے مرکب (گلیسرائیڈ) پر مشتمل ہے۔ رائی کے آٹے کو قے لانے اور جلد کی سوزش دور کرنے کے لئے بطور پلٹس استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے اندر جسم کی جلد کو چبھنے اور اُسے سرخ کرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ بیرونی استعمال میں رائی کا تیل محرک ہونے کے علاوہ کسی حد تک دافع خراش بھی ہے۔ رائی کا ضماد، گنٹھیا، عرق النساء اور جلن والی خارش میں استعمال کیا جاتا ہے۔ سانپ کے ڈسنے کے علاج میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ رائی کے بیجوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ڈنک کے زہر کو منتشر کر کے بے اثر بناتے ہیں، معدے کو طاقت دیتے اور پیٹ کے کیڑے نکالتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ پیلو کے درخت (Salvadora persica) کو بھی بعض اوقات عربی میں ''خردل'' کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن چونکہ پیلو کے بیج اتنے چھوٹے نہیں ہوتے اس لیے اسے قرآن کا خردل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پیلو کے درخت کو خردل اس لئے کہا گیا ہوگا کہ اس کے پھل کا ذائقہ رائی (خردل) کے ذائقے سے ملتا ہے۔ علاوہ ازیں، پیلو کے درخت کو عربی میں ''ارک'' کہا جاتا ہے۔

اضافی توضیحی نوٹ۔ از مترجم

مصنف کی یہ رائے درست نہیں کہ پیلو کے پھل اور رائی کے دانوں کا ذائقہ ملتا جلتا ہے۔ اگر مصنف نے کبھی پیلو کا پھل چکھا ہوتا تو وہ یہ بات کبھی نہ لکھتے۔ پیلو کے درخت پر مصنف کے مضمون کے آخر میں ہم اس سلسلے میں تفصیل سے نوٹ لکھ چکے ہیں جسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

یہ مفروضہ کہ رائی کا دانہ ایک انتہائی معمولی اور نظر انداز کئے جانے کے قابل چیز ہوتی ہے، انسانوں اور انسانوں کی بنائی گئی ترازو کے نزدیک درست ہوسکتا ہے، پروردگار کے نزدیک نہیں اور اسی حقیقت کی طرف اِن دونوں آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ بظاہر رائی کا دانہ اس قدر قلیل اور ہلکا ہوتا ہے کہ جوہریوں کی خصوصی ترازو کے سوا کوئی ترازو اس کا وزن ریکارڈ نہیں کرتی لیکن باری تعالیٰ کے نزدیک رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی عمل ہوگا جو انسان کے کام آسکے گا تو وہ قیامت کے دِن ڈھونڈ کر پیش کر دیا جائے گا اور اُسے میزان میں تولا بھی جاسکے گا۔ علامہ ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر میں اس سلسلے میں احادیث کے حوالے سے کچھ مثالیں درج کی ہیں کہ کس طرح ایک رائی کے دانے کے برابر نیک عمل بھی قیامت کے دن بعض لوگوں کو دوزخ کی طرف جانے سے روکنے کا باعث بن جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ آخرت اور روحانی حوالے سے دیکھا جائے تو رائی کا دانہ خاصا وزنی اور اہم ہے۔ اس کی انسان کے لئے دنیا میں اہمیت پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ پودا (رائی۔ رایا) یا اس کے جڑواں بہن بھائی، جیسے سرسوں، شلغم، گوبھی وغیرہ جن کے بیج رائی جیسے ہی ہوتے ہیں، ہزاروں سالوں سے کاشت ہو رہے ہیں۔ اِن کی خودرو قسمیں بھی کہیں کہیں نظر آتی ہیں۔ انجیل (متی) میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا تھا کہ خدا کی سلطنت رائی کے ایک چھوٹے سے دانے کی طرح ہے لیکن جو اگنے کے بعد ایک بڑا پودا بن جاتا ہے۔ یہ استعارہ، قرآن مجید میں رائی کے دانے کے برابر نیک عمل کے نتائج کی مثال سے کافی ملتا ہے لیکن اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رائی کا پودا حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں عام کاشت ہوتا تھا۔ بائبل میں اس کا ذکر دیگر مقامات پر بھی ملتا ہے (بحوالہ البرٹ ایف ہل)۔ قدیم یونانی اور رومن تحریروں میں بھی رائی کا ذکر ہے (البرٹ ہل)۔ کم از کم سیاہ رائی کا اصلی وطن بحیرہ روم کا خط بتایا جاتا ہے یہ بات اس لئے بھی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ یہ پودا سب سے زیادہ مقبول، مشہور اور زیر کاشت اسی خطے یا اس کے نواح میں ہے، یعنی فلسطین، شام، مصر، سپین، اٹلی، یونان اور دیگر یورپی ممالک میں۔ البتہ انگلستان میں سفید رائی (Sinapism alba) زیادہ مقبول اور رائج ہے، شاید اس لئے کہ انگریز دوسری یورپی اقوام کی نسبت ذرا زیادہ نفاست پسند ہیں۔ یاد رہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ رائج رائی کی تین قسمیں ہیں۔ سیاہ رائی (فلسطین، شام مصر اور یورپ والی) جس کا نباتاتی نام Brassica nigra ہے، سفید رائی Sinapism alba اور ہندوستانی رایا Brassica juncea جس کا نام جے ایل سٹیورٹ نے توریا بھی رکھا ہے۔ رائی کے بالکل مشابہ ہندوستان و پاکستان میں یکساں مقبول سرسوں (Brassica campestris) بھی ہے جسے انگریزی میں ریپ (Rape) کیا جاتا ہے (اتنے عمدہ پودے کے اس قدر برے نام کی سمجھ نہیں آئی لیکن بعض اوقات ایک لفظ کے کئی مختلف معانی ہو سکتے ہیں)۔ مصنف کے نزدیک جس رائی کا ذکر سورۃ الانبیا اور سورۃ لقمان میں آیا ہے وہ رائی کی سیاہ قسم تھی کیونکہ خطۂ عرب اور فلسطین و مصر وغیرہ میں زیادہ تر اسی کی کاشت کی جاتی تھی، یہ رائے درست اور وزنی معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی بالواسطہ رائی کا ذکر آ گیا ہے، وہ ہے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 61 جس میں بنی اسرائیل نے صحرائے سینا میں پہنچ کر حضرت موسیٰؑ سے زمین سے اُگنے والی چیزوں کا مطالبہ کیا تھا، ہم اس آیت کو بار بار، مسور، لہسن، پیاز، ککڑی پر مصنف کے مضامین میں نقل کر چکے ہیں۔ بہرحال ان چیزوں میں سب سے پہلے ''ساگ'' کا نام بنی اسرائیل نے لیا تھا اور جیسا کہ ہمیں معلوم ہے ساگ رائی یا رائی کی برادری سے تعلق رکھنے والی کسی دوسری قسم کے پتوں سے بنتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ بنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسرائیل دراصل رائی کے ساگ کا تقاضا کررہے ہوں۔ چنانچہ اس طرح بھی رائی کی اہمیت ظاہر ہوئی۔

سیاہ رائی کا تیل کافی اہمیت رکھتا ہے لیکن اس کا ذائقہ اور بو، سفید قسم کے تیل کے مقابلے میں تیز ہوتی ہے، اس کو سیاہ رائی، سیاہی مائل دانوں کی وجہ سے کہتے ہیں ورنہ پھول تو سب کے زرد ہی ہوتے ہیں۔ سیاہ رائی کا تیل، سفید رائی کی نسبت کڑوا اور انسانی جلد کو متاثر کرتا ہے، زیادہ حساس جلد پر جلن شروع ہو جاتی ہے لیکن جو لوگ کڑوا تیل استعمال کرنے کے عادی ہوں وہ کہتے ہیں کہ اس سے کئی جلدی بیماریاں ٹھیک بھی ہو جاتی ہیں۔ جسم پر سیاہ رائی کا کڑوا تیل ملنا اکثر افریقی باشندوں کی مرغوب سرگرمی ہے، کہا جاتا ہے کہ جسم پر کڑوا تیل ملا ہوا ہو تو مچھر، مکھیاں اور ڈنک مارنے والے حشرات دور رہتے ہیں۔ رائی خواہ سیاہ ہو یا سفید یا ہندوستانی رایا، اس کا تیل کمال کی چیز ہے اور قدیم زمانے سے زیتون کے تیل کا نعم البدل رہا ہے۔ بنگلہ دیش اور کئی دیگر ملکوں میں اس کے تیل میں کھانا پکتا ہے، مچھلی تلنے کے لئے تو اس سے بڑھ کر تیل ہی کوئی نہیں، گویا یہ بنا ہی مچھلی تلنے یا مچھلی کا سالن بنانے کے لئے ہے۔ ہزاروں سالوں سے اس تیل سے چراغ روشن کیے جا رہے ہیں۔ بجلی مہیا ہونے کے باوجود، پرانی ریت برقرار رکھنے کے لئے کئی مزاروں پر آج بھی رائی یا سرسوں کے تیل کے دیئے جلائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں میں دیوالی کا تہوار اسی تیل پر منحصر رہا ہے۔ انگلستان سمیت یورپ کے مختلف ممالک میں سفید رائی کے نوزائیدہ پودوں کے پتے سلاد اور سینڈوچ میں شامل کر کے بڑے مزے سے کھائے جاتے ہیں۔ رائی کے تیل کو اچاروں میں استعمال کرنے کا رواج ہر ملک میں ہے اور یہ تیل، اچار کو طویل مدت تک محفوظ رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں، اسی تیل میں مچھلی بھی محفوظ کی جاتی ہے۔ سفید رائی کا پودا قد میں بڑا (3 سے 6 فٹ تک) اور سیاہ رائی کا چھوٹا ہوتا ہے، سفید رائی کا تیل کڑوا نہیں ہوتا، تاہم انسان کے لئے فوائد میں دونوں کے بیج اور تیل برابر ہیں۔ بازاروں میں رائی کی ڈبا بند پیسٹ ملتی ہے، یہ پیسٹ دونوں اقسام کے دانوں سے تیار ہوتی ہے اور ناشتے کے لئے بہت مقبول ہے۔ رائی کا پودا ہر قسم کی زمین میں پنپ جاتا ہے، کاشت سردیوں کے آغاز میں ہوتی ہے۔ بعض ممالک میں اس کی کاشت سال میں دو مرتبہ بھی ہوتی ہے۔ اللہ کی شان ہے کہ ایک ایسا بیج جو زمین پر پڑا ہوا کھلی آنکھ سے نظر نہیں آتا جب اُگتا ہے تو 5-6 فٹ بلند ایک مضبوط پودا بن جاتا ہے۔ تیل نکالے جانے کے بعد رائی کے بظاہر بیکار دانوں کا پھوک مویشیوں کے لئے انتہائی مقوی خوراک (کھلی) ہوتی ہے۔ دیسی طب میں رائی کے کافی فوائد لکھے ہیں۔ ہمارے خیال میں، یہ سردیوں کی تکالیف، معدے اور نظام ہضم کی خرابیوں اور دل کی وریدوں کی سختی میں خاص طور پر مؤثر ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور بھس والا غلہ اور خوشبودار پھول (خوشبو والے پودے) ہیں''۔

(القرآن۔12:55)

تُلسی (نیازبو)

(SWEET BASIL)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلسی: قرآن مجید میں اس کا ذکر "الریحان" کے نام سے آیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:19

تُلسی (نیازبو)

قرآنی نام: الریحان

دیگر مروج نام:

نازبو،شاہ اسپرم،دبان شب	(فارسی)
ریحان سلیمان،حوک،شاہسفرم،ریحان،حمق:	(عربی)
تلسی۔بن تلسی:	(ہندی)
سبجا۔تلشی:	(بنگالی،مراٹھی)
نازبو۔نیازبو۔تلسی:	(اُردو،کشمیری،پنجابی)
وشواتلسی۔منجریکی	(سنسکرت)
بازل Basil	(انگلش)
بازلیکا Basilica	(لاطینی)
بازیلک Basilic	(فرنچ)
پیری	(سندھی،سرائیکی)

نباتاتی نام: اوسی مم بازلیکم Ocimum basilicum

نباتاتی خاندان: Lamiaceae

قرآنی حوالے

1: سورۃ 55 الرحمٰن،آیت:12

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ O

ترجمہ:۔ ''اور بھس والا غلہ اور خوشبودار پھول (خوشبو والے پودے) ہیں'' (12:55)

2: سورۃ 56 الواقعہ، آیت: 89:

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيمٍ O

ترجمہ:۔ ''تو اس کے لئے راحت ہے اور خوشبو اور نعمتوں والے باغ''۔ (89:56)

سورۃ الرحمٰن کی مندرجہ بالا آیت میں اللہ پاک نے اپنی ایک دَین اور نعمت کے طور پر زمین پر ''ریحان'' مہیا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ بعض مفسرین قرآن نے لفظ ''ریحان'' کا ترجمہ خوراک والی چیزیں کیا ہے لیکن مولانا عبدالماجد دریابادی نے وضاحت کی ہے کہ اس لفظ کا دوسرا مطلب خوشبودار پھول بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے انسان کے لئے اس دنیا میں خوراک مہیا کرنے والے پودوں کے علاوہ خوشبودار پھول بھی پیدا کئے ہیں۔ تاہم مولانا عبدالماجد دریاباری نے اپنی تفسیر میں اس قرآنی لفظ (ریحان) کا اُردو یا ہندی میں مترادف نام نہیں لکھا۔ اسی طرح مولانا عبدالحق حقانی اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے بھی اپنی تفاسیر میں ریحان کا مطلب خوشبودار پودا لکھا ہے۔ لیکن یہ پودا ہے کون سا اس پر روشنی نہیں ڈالی۔ آرتھر آربری نے ریحان کا ترجمہ ایک خوشبودار بوٹی کیا ہے اور اس لفظ کا یہی مطلب (خوشبو دینے والی بوٹی) پکتھال اور علامہ یوسف علی نے اپنے انگریزی تراجم میں لکھا ہے۔

ماہر نباتات، ای بلٹیر (E.Blatter) نے اپنی کتاب ''خطۂ عرب کی نباتات'' (Flora Arabica) میں ''ریحان'' کو بطور خوشبودار تلسی (Ocimum basilicum) شناخت کیا ہے۔ یہ پودا عرب کے سارے علاقے، خصوصاً یمن میں، کہیں باغیچوں میں لگا ہوا کہیں خودرو، عام ملتا ہے۔ ہندوستان (برصغیر) میں بھی یہ ہر جگہ پایا جاتا ہے اور اسے بوئی تلسی کہتے ہیں۔ تلسی کی ہندوستان میں متعدد اقسام ملتی ہیں، ایک قسم جو رام تلسی (Ocimum sanctum) کہلاتی ہے، مقدس سمجھی جاتی ہے۔ ایران میں بھی تلسی کا پودا (O.basilicum)، بہت عام ملتا ہے اور وہاں اسے شاہ اسپرم (بوٹیوں کا بادشاہ) یا نازبو (بھینی بھینی اور نازک خوشبو والا پودا) کہا جاتا ہے۔ اس کا اصلی وطن ایران کا علاقہ کرمان بتایا جاتا ہے اور اس لئے بعض اوقات اس کو وہاں حبق کرمان کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریحان کا پودا سارے کا سارا نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔اس کے پتوں میں ایک خاص تیل پایا جاتا ہے جو اپنی کیمیائی ترکیب میں لینالول (L.linalool) میتھائل سنامیٹ (Methy cinnamate) اور ٹرپنین (Terpeniene) پر مشتمل ہوتا ہے۔تلسی کو محرکِ ماہ، حابس دم، مفرح، مدر البول اور ہاضم مانا جاتا ہے۔اس کے پتوں کا پانی سونگھنے سے چھینکیں آتی ہیں اور دماغ کا تنقیہ ہو جاتا ہے۔یہ ہسٹریا اور معمولی اعصابی خرابی میں مفید ہے۔جلدی امراض اور پیٹ کے درد میں بھی اس کا استعمال کارگر ثابت ہوتا ہے۔اس کے لعاب دار بیج (یہ لعاب اس کے بیجوں کو پانی میں ڈالنے سے پیدا ہوتا ہے، تخم بالنگو کی طرح۔مترجم) قابض ہوتے ہیں اور پانی کی طرح خارج ہونے والے دستوں کو کنٹرول کرنے کے لئے تجویز کئے جاتے ہیں۔تلسی کے بیج پیشاب اور مثانے کی بعض تکالیف، جیسے سوزاک، پیشاب کا قطرہ قطرہ یا جل کر آنا وغیرہ میں بھی مفید ہیں۔تلسی کی جڑیں مرہم کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔یورپ میں تلسی کے پتے خوراک کی بعض قسموں کو مزیدار بنانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔تلسی کے اِن جانے پہچانے طبی فوائد اور خواص کی بنا پر اس کے بیج تخم ریحان کے نام سے عرب اور یورپی ممالک کو ہندوستان سے برآمد کئے جاتے ہیں۔

اضافی توضیحی نوٹ۔از مترجم:

قرآن مجید کے مترجمین اور مفسرین کا کام سخت ترین احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔غالبًا اسی احتیاط کی بنا پر مفسرین کی اکثریت نے قرآن مجید میں مذکور ریحان کی کوئی نباتاتی شناخت متعین کرنے سے احتراز کیا ہے اور عربی زبان میں اس کے عام مفہوم کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے خوشبودار پھول وغیرہ لکھا ہے۔تاہم پرانے مفسرین میں سے ابن کثیر نے سورۃ ''الرحمٰن'' کی اس آیت (12) کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ ریحان سے مراد سبز پتے یا پھر وہ ریحان (پودا) ہوسکتا ہے جسے سب جانتے ہیں۔گویا ابن کثیر نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قرآنی ریحان کا مطلب ریحان کا پودا یعنی تلسی بھی ہوسکتا ہے اور جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے ریحان یا تلسی عربوں کے لئے جانا پہچانا پودا تھا، خصوصاً عرب کے اُن علاقوں میں جہاں زراعت ہوتی تھی۔راقم الحروف نے ایران میں دیکھا کہ وہاں گویا ہر کھانے پر تلسی کے سبز، خوشبودار اور ہاضم پتے بطور سلاد رکھنا لازم ہے۔عرب اور ایران، جغرافیائی قرب کی وجہ سے ہمیشہ ایک دوسرے کے اثرات قبول کرتے رہے ہیں۔ممکن ہے تلسی کے سبز پتے کھانے کے ساتھ چبانے کا رواج ایران سے عرب یا عرب سے ایران

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آیا ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تلسی نے انسان کی تہذیب و تمدن میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہندوؤں میں اسے مقدس سمجھ کر اس کی پوجا کی گئی ہے، آج بھی ہندو گھرانوں میں تلسی کے پودے رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے، اگر اُگانے کے لئے زمین نہ ہو تو گملے میں ہی پرورش کی جاتی ہے کیونکہ یہ چھوٹا پودا ہوتا ہے۔ اس قدر اہمیت واحترام کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ پودا ماحول کو آلودگی سے بچاتا ہے اور وباؤں اور خطرناک حشرات سے مکینوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ ملیریا اور انفلوئزا کا باعث بننے والے وائرس کے خلاف ڈھال کا کام دیتا ہے۔ ایک ہندو وید نے تلسی کے انسان دوست خواص کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر انسان ہر روز صبح نہار منہ تلسی کے تین پتے اور کالی مرچ کے تین دانے اکٹھے چبا لیا کرے تو اُسے کسی بیماری کے لاحق ہونے کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔

اگر قرآن مجید میں مذکور ریحان سے مراد واقعی تلسی ہے تو اس کا ذکر اس کی لونگ جیسی خوشبو کی وجہ سے آیا ہے۔ یہ پودا واقعی سراپا خوشبو ہے، جڑ، تنا، شاخیں، پتے اور پھول سب خوشبودار، کسی حد تک سیاہ اور باریک بیج بھی جو پانی لگنے سے پھول جاتے ہیں اور اسپغول کے دانوں کی طرح لعاب پیدا کرتے ہیں۔ جہاں تلسی کے پودے کثرت سے لگے ہوں وہاں ماحول میں ایسی خوشبو رچ بس جاتی ہے جو اڑنے والے حشرات کو بھگاتی ہے جبکہ انسان اُس کی طرف کشش محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے یہ اس زمین پر غلے کی طرح انسان کے لئے اللہ کی بڑی نعمت اور انعام ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی اس کو پیدا کرنے والے (خدا) کو چھوڑ کر خود اسی (نعمت) کی پوجا کرنے لگ جائے۔ ایسا کرنا ظلم عظیم ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زقوم (تھوہڑ): دوزخ میں داخل لوگوں کا کھاجا ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بے شک، تھوہڑ کا درخت، گنہ گار کا کھاجا ہے"

(القرآن۔44-43:44)

زقوم (تھوہڑ)

(EUPHORBIA)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:20

زقوم

قرآنی نام: الزّقّوم

دیگر مروج نام:

یوفوربیا، یوفوربے: Euphorbia (انگلش، لاطینی، فرنچ)

یوفورویون: Euforvion (جرمن)

تھوہڑ، تھوہر، سینڈھ: (ہندی۔اُردو)

واجرا کنٹکا: (سنسکرت)

لبین۔زُمیدّ۔رجلۃ ابلیس (عربی)

تکتاج، پتاج (بنگالی)

ایلیک کالی (تامل)

نباتاتی نام: یوفوربیا ریزن اِفرا Euphorbia resinifera

نباتاتی خاندان: Euphorbiaceae

قرآنی حوالے

1: سورۃ 17 (بنی اسرائیل) آیت: 60

وَ اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ
اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ وَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًاO

ترجمہ:۔ ''اور یاد کرو جبکہ ہم نے آپ سے فرمادیا کہ آپ کے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے، جو رؤیا (عینی رویت) ہم نے آپ کو دکھائی تھی وہ لوگوں کے لئے صاف آزمائش ہی تھی اور اس طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار نفرت کیا گیا ہے۔ہم انہیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انہیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے۔(60:17)

2: سورۃ37الصّٰفّٰت،آیات:62-68

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ O اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَO اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ O طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ O فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ O ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ O ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِ۟اِلَى الْجَحِيْمِ O

ترجمہ:۔ ''تو کیا یہ بہت اچھی مہمانی ہے یا تھوہڑ کا درخت۔ بے شک ہم نے اسے ظالموں کے لئے آزمائش بنایا ہے۔ بے شک وہ ایک پیڑ ہے کہ جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔ (جہنمی) اسی درخت میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر اس پر ان کے لئے کھولتا ہوا پانی ہے۔ پھر ان سب کا لوٹنا جہنم کی (آگ کے ڈھیر کی) طرف ہوگا''۔(37:62-68)

3: سورۃ44الدخان،آیات:43-48

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ O طَعَامُ الْاَثِيْمِ O كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ O كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ O خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ O ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ O

ترجمہ:۔ ''بے شک زقوم (تھوہڑ) کا درخت گنہگار کا کھاجا ہے۔ جو مثل تلچھٹ کے ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیٹ میں کھولتا رہتا ہے۔ مثل تیز گرم پانی کھولنے کے۔ حکم ہوگا اسے پکڑو اور بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف بزور گھسیٹے ہوئے لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر سخت گرم پانی کا عذاب بہاؤ'' (44:43-48)

4: سورہ 56 الواقعہ، آیات: 52-56

لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝

ترجمہ:۔ ''(اے گمراہو) تم یقیناً تھوہڑ کے درخت میں سے کھاؤ گے۔ پس اسی سے پیٹ بھرو گے۔ پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ پھر ایسے پیو گے جیسے سخت پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ روزِ قیامت اُن کی یہی مہمانی ہوگی'' (56:52-56)

مشہور عربی لغت المنجد کے مطابق زقوم، جہنم کا درخت اور گنہ گاروں کے لئے ایک زہریلی خوراک ہے۔ بعض دیگر لغات میں اسے نہایت کڑوے ذائقے کا خاردار پیڑ بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں زقوم کے نام سے اس پودے کا تین بار ذکر کیا گیا ہے اور ایک مقام پر اسے ''شجر الملعونہ'' (یعنی، ایسا درخت جس پر لعنت کی گئی ہے) کہا گیا ہے۔ اپنی تفسیر قرآن (ترجمان القرآن) میں، سورۃ بنی اسرائیل کی آیات کی تشریح کرتے ہوئے، مولانا ابوالکلام آزاد نے زقوم کو تھوہڑ کا پودا قرار دیا ہے جو ہندوستان کے اکثر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح مولانا عبدالحق حقانی نے اپنی تفسیر (تفسیر حقانی) میں تھوہڑ یا سینڈھ کو قرآن کا زقوم کہا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''تفہیم القرآن'' میں زقوم کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ درخت عرب کے علاقے ''تہامہ'' میں ملتا ہے۔ اس کا ذائقہ تلخ اور بدبودار ہوتا ہے اور اس کے تنے سے نکلنے والا دودھ اگر انسانی جلد پر لگ جائے تو آبلے ڈال دیتا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر قرآن میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ حنظل (تمہ) کے نام سے مشہور پودا ہی حقیقی زقوم ہوسکتا ہے۔ علامہ عبداللہ یوسف علی نے اپنی انگریزی تفسیر قرآن میں زقوم کا کوئی انگریزی، نباتاتی یا دیسی نام نہیں لکھا بلکہ یہ بتایا ہے کہ یروشلم کے قریب جریکو (ایک تاریخی قصبہ) کے مقام پر ایک پودا پایا جاتا ہے جسے لوگ زقوم کہتے ہیں لیکن یہ پودا ہرپڑ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیڑے کی قسم کا ہے اور اصلی زقوم نہیں ہوسکتا۔ علامہ یوسف علی کا یہ بھی خیال ہے کہ جریکو کے اس پودے کو اس نام (زقوم) سے نزولِ قرآن کے دور کے بعد موسوم کیا گیا تھا۔

قرآن مجید میں زقوم کے متعلق جو کچھ بتایا گیا ہے وہ اس قدر واضح ہے کہ موجودہ نباتاتی اور کیمیائی علم کی مدد سے حقیقی زقوم کی نشاندہی کرنا مشکل نہیں رہا۔ پودے کی شناخت کرنے سے پہلے ہمیں اس کے بارے میں اُن تین خصوصیات کو ذہن میں رکھ لینا چاہیے جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ پہلی خاصیت یہ کہ جب اس کو کھایا جائے گا تو یہ بدن کے اندر یا پیٹ میں جلن پیدا کرے گا۔ دوسری خاصیت یہ کہ اس کی ڈالیاں (خوشے) شیطان کے سر کی طرح دکھائی دیں گی۔ یعنی ایک بڑی اور گول چیز۔ تیسری خصوصیت یہ کہ چاروں آیات میں گنہ گاروں کی خوراک زقوم، شجر زقوم یا شجر ملعونہ بتائی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ پورا درخت ہی گنہگاروں کی خوراک ہوگا نہ کہ تنہا اس کا پھل۔

قرآن مجید کی بیشتر اردو تفسیروں میں ہندوستانی تھوہڑ کے درخت کو زقوم قرار دیا گیا ہے اور یہ رائے قرآن میں مذکور اس درخت کی تفصیل کے قریب ترین معلوم ہوتی ہے۔ تھوہڑ (تھوہر) سینڈھ کا تعلق یوفوربیا کی برادری سے ہے جس کے ایک ہزار سے زیادہ ارکان (Species) افریقہ، ایشیا، امریکہ اور آسٹریلیا کے گرم علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ سب اقسام ذائقے میں انتہائی کڑوی اور چپکنے والا زہریلا دودھ پیدا کرتی ہیں۔ ہندوستان میں یوفوربیا کی ساٹھ سے زائد اقسام مختلف علاقوں میں ملتی ہیں، کہیں کم کہیں زیادہ۔ ان میں سے متعدد اقسام کیکٹس کی طرح صرف کانٹوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اسی طرح کے کیکٹس سے مشابہ یوفوربیا نسل کے پودے خطۂ عرب میں بھی پائے جاتے ہیں جہاں انہیں لبین، رمید اور مختلف دیگر ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ افریقہ میں یوفوربیا کی ایک سو سے زیادہ قسمیں ملتی ہیں جن میں سے بعض طبی خواص رکھتی ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم قرآن کے بیان کے مطابق یوفوربیا کے اُن پودوں کی شناخت تک رسائی حاصل کریں جو ممکنہ طور پر زقوم ہوسکتے ہیں، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یوفوربیا کے تاریخی سفر کا جائزہ لیں۔

کہانی کچھ اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ موریطانیہ کا بادشاہ جوبادوم (25 ق م تا 18ء) مطالعۂ فطرت (نباتات وحیوانات) کا بڑا دلدادہ تھا اور اُسے اپنی سلطنت کی نباتات اور حیوانات میں خصوصی دلچسپی تھی۔ ایک دفعہ اُس نے اپنے ملک کے پہاڑی علاقے میں ایک پودا دیکھا جس کے تنے سے انتہائی زہریلا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیس دار دودھ نکلتا تھا۔ اُس نے اس پودے کا نام اپنے ذاتی معالج یوفوربس کے نام پر یوفوربیا رکھ دیا (بادشاہ کے اس ذاتی معالج کا تعلق یونان سے تھا جیسا کہ اُس کے نام یوفوربس سے ظاہر ہوتا ہے۔ مترجم)۔ اُس نے اس پودے کے متعلق تمام ممکنہ تفاصیل پر مشتمل ایک کتاب لکھی۔ مثلاً اُس نے لکھا کہ اس پودے سے گوند نما دودھ حاصل کرنے کے لئے لوہے کی ایک لمبی سلاخ لے کر پودے کے تنے پر زخم لگانا چاہیے۔ یہ احتیاط اس لئے درکار تھی تاکہ وہ زہریلا دودھ کسی طرح بھی انسان کے بدن کو نہ چھوئے ورنہ جلد پر آبلے پڑ جاتے۔ یہ دودھ بکریوں کی خشک کھالوں پر جمع کیا جاتا تھا جو کچھ وقت گزرنے کے بعد جم کر گوند کی شکل اختیار کر لیتا۔ بادشاہ جوبا دوم کی طرف سے اس پودے کی دریافت کے بعد یہ دودھ (گوند) طب یونانی میں بہت اہم قرار پایا اور حکیم جالینوس (130۔200 عیسوی) نے کئی بیماریوں کے علاج کے لئے اس کی طبی اہمیت بیان کی۔ اس کا نام یوفوربیم رکھ دیا گیا۔ جب عربوں نے طب یونانی کا علم حاصل کیا اور اس طریق علاج کو بام عروج تک لے گئے تو انہوں نے اسی یوفوربیم (Euphorbium) کو معرب کر کے مختلف عربی ناموں سے پکارنا شروع کیا، جیسے افربیون، فرفیون یا فرمنیوم وغیرہ۔ حکیم ابن سینا (980۔1037 عیسوی) نے اس دوا اور اُن امراض کو جن میں یہ مؤثر تھی، تفصیل سے بیان کیا اور کسی بیماری میں اس کا استعمال شروع کرنے سے پہلے احتیاط کا مشورہ دیا۔

انیسویں صدی کے شروع میں بادشاہ جوبا دوم کے پودے کا نباتاتی (سائنسی) نام، یوفوربیا ریزن اِفرا (Euphorbia resinifera) رکھ دیا گیا جب کہ نباتاتی خاندان Euphorbiaceae قرار پایا۔ بعد میں متعدد سائنسدانوں نے اس پودے کی کیمیائی ترکیب پر تحقیق کی۔ تحقیق کے مطابق اس کے گوند نما مادہ یوفوربیم (فرفیون) کا اہم جزو تیل یا رال کی طرح کا مادہ یوفوربون Euphorbon ہے۔ علاوہ ازیں اس میں نشاستہ، میوسی لج (Mucilage)، ربڑ، معدنی نمکیات اور سوڈیم اور کیلیشم کے نمکیات بھی پائے جاتے ہیں۔ اس دودھ یا گوند کی سمیت کا باعث اس کا جزو اعظم یوفوربون ہے جو مشتمل ہوتا ہے زیادہ تر diterpenes اور اس کے نمکیات جیسے Ingenol Dioxyphorbol-12 اور Resiniferatoxin پر۔ یہ آخری تو پودے کی کیمیائی ترکیب میں نقصان دہ ترین عنصر ہے۔ کافی مقدار میں کاربوہائیڈریٹس کی موجودگی کے سبب، تھوہڑ (Euphorbia resinifera) کو غذائی پودا قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس کے اندر جو ایک زہریلا دودھ یا رال پائی جاتی ہے۔ وہ اسے ایک خطرناک خوراک بنا دیتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، بلکہ ایسی خوراک جو جسم کے اندر جلن پیدا کرتی ہے۔

اس پودے سے حاصل ہونے والا گوند یا دودھ (یوفوربیم) حکیم جالینوس کے زمانے سے ہی ایک اہم دوا رہا ہے۔ افریقہ اور ایشیا، خصوصاً ہندوستان میں اسے مختلف بیماریوں کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اسے عرق النسا میں مفید پایا گیا۔ خصوصاً جوڑوں کے مقام پر لگنے والی چوٹوں میں جب اس کی مدد سے جلد میں خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے۔ اسے سر، معدے اور مثانے کی بیماریوں میں بھی مفید پایا گیا۔ بطور مرکب، عرق گلاب، عربی گوند (گم اکیشیا) اور گوند کیترا کے ہمراہ اسے صفرا کی زیادتی اور بلغم میں، معدے کے تنقیہ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ استعمال میں لاپروائی کے نتیجے میں معدے میں زخم بھی ہو سکتا تھا اور عورتوں میں اسقاطِ حمل کا امکان ہوتا تھا۔ سولہویں اور سترھویں صدی میں یوفوربیم کی اہمیت اور مقبولیت انتہا کو پہنچ چکی تھی لیکن ایلوپیتھی طریقِ علاج کے آغاز کے بعد اس کے استعمال میں کمی آ گئی اور معاملہ صرف خارجی استعمال تک محدود ہو گیا، البتہ حیوانات کے علاج میں، ایک مسکن اور چیچڑیوں کے دفع کرنے کے لئے ایک دوا کے طور پر اس کی اہمیت برقرار ہے۔ ان تمام برسوں میں یوفوربیم کی سپلائی کا بڑا ذریعہ مراکش رہا ہے جہاں، کوہستانی علاقوں میں یہ پودا اب بھی دستیاب ہے۔

یوفوربیم انتہائی زہریلا ہوتا ہے۔ اس سے آنکھیں اشکبار اور سرخ ہو جاتی ہیں، منہ سے بہت زیادہ رال نکلنے لگتی ہے اور ناک سے پانی بلکہ کئی دفعہ اس کے ساتھ خون آنے لگتا ہے۔ جو لوگ اس دوا کو زیادہ عرصہ استعمال کرتے ہیں وہ شدید دردِ سر، دورانِ سر اور بالآخر ہذیان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بلکہ کچھ لوگ جنون کا شکار ہو جاتے ہیں۔ زقوم کا دودھ اگر آنکھ کو لگ جائے تو قرنیہ شدید متاثر (سوزش زدہ) ہوتا ہے اور بینائی ضائع ہو جاتی ہے۔

اگرچہ پرانے زمانے سے مراکش میں پائے جانے والے زقوم کے پودے (E.resinifera) کو طب میں اہمیت حاصل رہی ہے، لیکن ہندوستان، خطۂ عرب اور افریقہ کے مختلف ممالک میں یوفوربیا کی دیگر اقسام بھی مقامی طور پر علاج معالجے میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ تاہم ان سب قسموں کو ہمیشہ خطرناک ہی سمجھا گیا ہے۔ ہندوستان میں، کیکٹس کے مانند متعدد قسمیں ملک کے گرم علاقوں میں ملتی ہیں جنہیں تھوہڑ یا سینڈھ کہا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض کے نباتاتی نام یہ ہیں: یوفوربیا کیڈوسی فولیا (Caducifolia)، یوفوربیا انٹی قورم (E.antiquorum) یوفوربیا نوولیا (E.nivulia)، یورفوبیا نیری فولیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(E.nerifolia)، یوفوربیا رائلیانا (E.royleana)، یوفوربیا ٹیروکالی (E.tirucalli) اور یوفوربیا ٹرائی گونا (E.trigona)۔ موئدین شیرف (Moideen Sheriff) نے ہندوستانی ادویاتی پودوں پر اپنی کتاب (1869ء): A Catalogue of Indian Synonyms of Medicinal Plants میں یوفوربیا انٹی قورم کو زقوم ہندی یا زقو نیائے ہندی قرار دیا ہے، جب کہ جارج واٹ (George watt) نے اپنی مشہور کتاب Economic Products of India vol:III میں یوفوربیا انٹی قورم اور یوفوربیا ٹیروکالی دونوں کو ہندوستانی زقوم کہا ہے۔ چنانچہ ان سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق یوفوربیا کی ہندوستانی اقسام زقوم کے ساتھ ملتی ضرور ہیں لیکن حقیقی زقوم نہیں ہیں۔

خطۂ عرب میں یوفوربیا کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں جو نہ صرف حجاز کے علاقہ تہامہ بلکہ جزیرۂ نمائے عرب کے باقی سب علاقوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اِن میں زیادہ تر کیکٹس جیسی ہوتی ہیں اور وہ ہندوستانی اقسام سے ملتی جلتی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک قسم بھی زقوم نہیں کہلاتی۔ انہیں عموماً لبین، رمید یا رجلۃ ابلیس (شیطانی سبزی) وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ خطۂ عرب میں دستیاب یوفوربیا کی چند اقسام کے نباتاتی نام یہ ہیں: یوفوربیا عربیہ (E.arabica) یوفوربیا کیکٹس (E.cactus)، یوفوربیا کورنوٹا (E.cornuta)، یوفوربیا آرٹیکولیٹا (E.articulata) اور یوفوربیا آنجپٹی کا (E.aegyptiaca)۔

ہندوستان اور عرب بلکہ افریقہ اور امریکہ میں پائے جانے والے یہ تمام یوفوربیا زہریلے اور کانٹوں سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اِن کا پھل بالکل چھوٹا اور بیکار ہوتا ہے۔ اِن سب کے اندر رال، لیس دار مادہ، نشاستہ، ربڑ (Polyisoprene) اور معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں۔ اگر انہیں غذا کے طور پر کھایا جائے تو ہر پودا بدن کے اندر شدید تکلیف اور ایسی جلن کا باعث بنے گا جس میں افاقہ صرف پانی کے بکثرت استعمال سے ممکن ہوگا۔

چنانچہ یوفوربیا کی تمام انواع کی عموماً اور کیکٹس جیسی کی خصوصاً ایسی خصوصیات ہیں جو قرآن مجید میں بیان کردہ زقوم کی خصوصیات سے ملتی جلتی ہیں، لیکن اہم سوال یہ ہے کہ یوفوربیا کی اِن سینکڑوں انواع میں سے حقیقی زقوم کون سا ہے؟ جون 1986ء میں مجھے ریاست مونا کو (مونٹے کارلو) کا بدیسی پودوں پر مشتمل باغ دیکھنے کا موقع ملا۔ وہاں مجھے مراکش کے یوفوربیا ریزن افرا (E.resinifera) کے اصلی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پودے اور اُس کی تصویر کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ اس کی آپس میں جڑی ہوئی شاخیں بالکل گول شکل میں تھیں اور کسی شیطان کے سر کی طرح نظر آتی تھیں۔ مجھے بتایا گیا کہ اس پودے کی سر کی کھوپڑی کی طرح گول شکل، اس کے قدرتی ماحول میں تقریباً چار سے چھ فٹ تک قطر میں ہوتی ہے۔ اس بات کی تصدیق اس کی تصویر دیکھ کر کی جاسکتی ہے۔ اب اگر اس مراکشی یوفوربیا کا ہندوستان اور عرب کے یوفوربیا کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو یہی قدرتی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگرچہ یہ سب شاخ در شاخ پودے (یوفوربیا) بدشکل اور مکروہ دکھائی دیتے ہیں، ان میں سے، مراکشی پودا شیطان کے سر کے ساتھ قریب ترین مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا کافی امکان ہے کہ نزولِ قرآن کے زمانے میں عرب طبیب، مراکش یا موریطانیہ کے یوفوربیا اور اس سے حاصل ہونے والی دوائی یوفوربیم سے ضرور واقف ہوں گے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عرب حکیم اور دانش مند ظہورِ اسلام سے بھی پہلے پودوں اور پودوں پر مبنی طب یونانی کا کافی علم اور واقفیت حاصل کر چکے تھے۔ جب زقوم کے بارے میں قرآنی آیات نازل ہوئیں تو عرب کے بیشتر لوگوں، بالخصوص عالموں نے اس خوفناک پودے (E.resinifera) کے مضرات کو یقیناً محسوس کر لیا ہوگا۔ لیکن تب وہاں ایک شخص ابوجہل بھی تھا جس نے زقوم کے متعلق قرآن کا بیان سن کر تمسخرانہ انداز میں کہا: ''یہ تو کھجور ہے جسے ہم دوزخ میں کھائیں گے اور لطف اٹھائیں گے۔'' اس سے واضح ہوتا ہے کہ زقوم اُس علاقے کا، جہاں قرآن نازل ہوا، عام پایا جانے والا پودا نہیں تھا اور ابوجہل جیسے کافروں کو اس کے متعلق کوئی خاص معلومات نہیں تھیں۔ پس، اِن تمام عوامل کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ بظاہر یوفوربیا ریزن افرا (E.resinifera) ہی قرآن میں مذکور حقیقی زقوم ہے۔

یہاں یہ واضح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے اپنی تفسیر قرآن میں جس پودے (حنظل) کو ممکنہ طور پر زقوم قرار دیا ہے وہ ایک بالکل مختلف پودا ہے۔ اِس پودے (حنظل) کا نباتاتی نام Citrullus Colocynthis اور نباتاتی خاندان Cucurbitaceae (کھیرے کا خاندان) ہے۔ یہ پودا اپنے سخت کڑوے پھل کے لئے مشہور ہے۔ ہندوستان میں اسے اندرائن کہا جاتا ہے۔ چونکہ قرآن کے کسی بیان میں زقوم کے پھل کی طرف اشارہ نہیں ملتا، اس لئے اس پھل (اندرائن۔ حنظل) کو حقیقی زقوم خیال کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافی نوٹ ۔ از مترجم:

یہ تو ایک حقیقت ہے جس کا قرآن مجید میں بھی حوالہ موجود ہے کہ جنت میں داخل ہونے والوں کو وہاں کئی ایسی چیزیں، خصوصاً پھل دکھائی دیں گے جنہیں دیکھتے ہی انہیں یاد آ جائے گا کہ اُن پھلوں کو یا درختوں کو وہ پہلے دنیا میں بھی دیکھ یا کھا چکے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں ہے: ''جب بھی ان کو کوئی پھل وہاں (جنت میں) کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں پہلے (دنیا میں) ملا تھا چونکہ وہ شکل وصورت میں ملتا جلتا ہوگا۔'' (25:2)۔ قرآن مجید کے اس واضح بیان سے استنباط کیا جائے تو ہم خیال کر سکتے ہیں کہ جس طرح اس دنیا کے کئی پھل جنت میں نظر آئیں گے (اگرچہ مزے، لطافت اور خوبصورتی میں بہت برتر ہوں گے)، اسی طرح ایسے منحوس اور مکروہ درخت بھی جو اِس دنیا میں پائے جاتے ہیں، دوزخ میں ہو سکتے ہیں۔ زقوم بھی اسی قسم کا ایک جہنمی درخت معلوم ہوتا ہے، جو مصنف کی تحقیق کے مطابق اس دنیا کے بعض علاقوں (مراکش، موریطانیہ وغیرہ) میں موجود ہے اور جس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانوں کے لئے مضر ہے، لیکن دوسری طرف مصنف نے یونانی اور دیسی طب کے حوالوں سے اس کے منجمد دودھ یا گوند (یوفوربیم۔ فرفیون) کے کچھ طبی فوائد بھی بتائے ہیں تو یہ ایک تھوڑا سا تضاد ہے۔ اگر درخت ہے ہی جہنمی تو پھر وہ نافع تو نہیں ہونا چاہیے۔

یہ بات اہم ہے کہ اکثر مفسرین نے اس دنیا میں زقوم یا زقوم جیسے کسی درخت کے موجود ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ طے کر لینا کہ فلاں علاقے کا یوفوربیا جس کی بے برگ اور خوفناک باہم پیوستہ شاخیں نیم دائرہ بناتی ہوں ہی اصلی زقوم ہے، شاید درست نہیں۔ ہاں البتہ یہ بات کافی حد تک درست معلوم ہوتی ہے کہ یوفوربیا درختوں (ڈنڈا تھوہڑ وغیرہ پودوں) میں سے ہی کوئی درخت زقوم ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یوفوربیا خاندان (Euphorbiaceae) سے تعلق رکھنے والا ہر درخت یا پودا فضول اور خطرناک نہیں ہوتا۔ مثلاً بی پی پانڈے (اکنامک باٹنی) کے مطابق آملہ اسی خاندان کا ایک فرد ہے۔ دوسری طرف ارنڈ اور جمال گوٹہ جیسے معدے کو کڑے امتحان میں ڈال دینے والے پودے بھی اسی خاندان کا حصہ ہیں۔ تو گویا اس خاندان کے افراد کی ایک مشترکہ خصوصیت، انسان کے پیٹ اور معدے کو نشانہ بنانا ہے اور اسی کی طرف قرآن مجید (الدخان) میں بھی واضح اشارہ موجود ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر احسن البیان (حافظ صلاح الدین یوسف) میں لکھا ہے کہ لفظ زقوم ''تزقم'' سے مشتق ہے جس کا معنی بدبودار اور کریہہ چیز کا نگلنا ہے اور درخت زقوم صرف دوزخ کا درخت نہیں، یہ اس دنیا میں بھی پایا جاتا ہے۔ ابن کثیر (تفسیر ابن کثیر) نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 60 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ ایک خوفناک درخت ہے جسے معراج میں حضور ﷺ نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق یہ درخت پورے دوزخ پر چھایا ہوا ہے۔ تاہم ابن کثیر نے دنیا میں موجود کسی درخت کی بطور زقوم نشاندہی نہیں کی۔ البتہ انہوں نے اس درخت کے انتہائی شدید زہر کے بارے میں آنحضور ﷺ کی ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر زقوم (کے رس) کا ایک قطرہ دنیا کے پانیوں میں پڑ جائے تو روئے زمین کے سب انسانوں کے کھانے کی چیزیں خراب ہو جائیں۔

مصنف نے اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کے مطابق اہلِ دوزخ زقوم کا درخت کھائیں گے، یعنی درخت کے مختلف حصے جیسے ٹہنیاں وغیرہ اور یہ کہ قرآن مجید میں زقوم کے پھل کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ ہمارے نزدیک مصنف کی یہ رائے درست نہیں۔ قرآن مجید کے مطابق دوزخی لوگ ''زقوم'' میں سے'' کھائیں گے۔ ملاحظہ ہو سورۃ الصّٰفّٰت اور سورۃ الواقعہ۔ اسی بنا پر کئی مفسرین نے لکھا ہے کہ دوزخی اس درخت (تھوہڑ) کا پھل کھائیں گے۔ مثلاً سید محمد رفاعی عرب (تفسیر رفاعی) نے لکھا ہے کہ ''زقوم وہ درخت ہے جس کے پھل سے دوزخیوں کی مہمانی کی جائے گی۔'' اس سلسلے میں سب سے بڑا ثبوت اس درخت کا حلیہ ہے جو سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات 62:68 میں بیان ہوا ہے، جس کے مطابق اس درخت کے ''خوشے'' شیطانوں کے سروں جیسے ہوں گے۔ لفظ (''طلعھا'' کا ترجمہ خوشے بالکل درست ہے۔ یہ پھل کے نمایاں ہونے کی وہ شکل ہے جو سب سے پہلے ہمیں نظر آتی ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا ہے شکل یا رنگ بدلتا ہے۔ امام ابن قیم (طب نبوی) نے اس سے مراد پھل کی کچی شکل لی ہے جب پھل عموماً کڑوا ہوتا ہے، خواہ وہ کھجور کا ہی کیوں نہ ہو تو یہاں بھی خوشے سے مراد زقوم کے پھل کے خوشے ہیں جو شیطان کے سروں کی طرح گول اور بڑے بڑے ہوں گے، یعنی پھلوں کے بالائی خول، چنانچہ ان آیات سے بالکل واضح ہے کہ دوزخیوں کے لئے زقوم کا پھل (شیطان کے سر کی طرح گول، فٹ بال جیسا) بھی کھانے کو موجود ہوگا اور درخت کے دیگر حصے بھی لیکن درخت میں سے جو کچھ بھی کھایا جائے گا وہ پیٹ میں آگ لگا دے گا اور دوزخی پانی مانگیں گے اور پانی ہوگا مگر کھولتا ہوا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات قابل ذکر ہے کہ یوفوربیا ہی کے خاندان سے تعلق رکھنے والے جمال گوٹے کی معمولی مقدار بھی پیٹ میں چلی جائے تو سخت ترین مروڑ کے ساتھ پیٹ ایسا کھلتا ہے کہ اسہال بند ہونے میں نہیں آتے اور اگر فوری علاج نہ ہو تو جسم کا تمام پانی خارج ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔ بہر حال مصنف نے مراکش کے یوفوربیا درخت کی جو خوفناک اور گول شکل والی تصویر دکھائی ہے وہ اپنی جگہ لیکن آیت کے مفہوم سے شیطان کے سر کے ساتھ مشابہت درخت کی ٹہنیوں کی نہیں بلکہ اس کے پھلوں سے لدے گول خوشوں کی ہے۔

اگر یہ طے بھی کر لیا جائے کہ یوفوربیا خاندان کا فلاں درخت قرآنی زقوم سے مطابقت رکھتا ہے تب بھی اس میں وہ سب خصوصیات نہیں ہو سکتیں جو جہنم کے زقوم کی ہیں۔ یہاں پھر وہی جنت کے پھلوں کی مثال دینا پڑتی ہے۔ جس طرح دنیا کی خاردار بیری جنت کی بے خار اعلیٰ درجے کی بیری کے برابر نہیں ہو سکتی، یہاں کی اعلیٰ سے اعلیٰ کھجور جنت کی کھجور کی لذت اور نفاست کا مقابلہ نہیں کر سکتی، اِدھر کا بہترین انگور اُدھر کے انگور کے سامنے محض نوکر دکھائی دے گا، اسی طرح منفی اور معکوس سطح پر اس دنیا کا یوفوربیا (تھوہڑ) دوزخ کے زقوم (تھوہڑ) کے مقابلے میں بالکل ایک بے ضرر پودا سمجھنا چاہیے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہے وہ محض ایک نمونہ یا نقل ہے، اصل صرف دوسری دنیا (آخرت) میں ملے گی۔ جب یہ حقیقت سامنے رکھی جائے تو ظن و تخمین اور اندازوں کی تمام تر الجھنوں کے باوجود معاملہ صاف ہو جاتا ہے اور ہمیں اس پر حیرت نہیں ہوتی کہ اگر یہ تھوہڑ ہی دوزخ کا درخت (زقوم) ہے تو پھر ہزاروں سالوں سے یہ انسانوں اور حیوانوں کی بعض بیماریوں میں کیوں استعمال ہو رہا ہے۔

البتہ یہ بات درست ہے اور مصنف نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے، کہ اس کے طبی خواص اتنے اہم نہیں۔ طب کی کتابوں میں تھوہڑ کے رس یا دودھ کو بعض جلدی تکلیفوں میں مؤثر مانا گیا ہے، جیسے موہکوں یا تلوں کے خاتمے کے لئے۔ ذائقہ بہر حال کڑوا، شکل خراب، پتوں سے خالی ٹہنیاں کریہہ المنظر جیسے ڈنڈے کھڑے کر رکھے ہیں اور تاثیر میں زہر۔ اس کی انتہا درجے کی خوفناک شکل کا انداز ہمارے ہاں اور دیگر علاقوں میں رائج اس کے مقامی ناموں سے بھی لگایا جا سکتا ہے، جیسے، ناگ پھنی، ڈنڈا تھوہر، گندی بوٹی اور سولی وغیرہ۔

اس کی جڑ قطعاً گہری نہیں ہوتی ممکن ہے کہ قرآن میں جس خبیث پودے کی مثال دی گئی ہے اور جو معمولی اور سطحی جڑوں کی وجہ سے جلدی زمین سے اکھڑ جاتا ہے، تھوہڑ ہی کی قسم کا کوئی پودا ہو۔ دنیا میں اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پودے کا زیادہ استعمال ایک چوکیدار کے طور پر ہے، اپنے تلخ ذائقے (جسے جانور بھی نہ کھائیں) نوکیلے خطرناک کانٹوں کی بنا پر، باغوں کی حفاظت کے لئے اس کی باڑھ لگائی جاتی ہے، یعنی دنیا میں اس سے ذلت کا سلوک ہوتا ہے۔ اس کی کاشت اور افزائش آسان ہے۔ اس کی ٹہنی کا ٹکڑا کاٹ کر زمین میں گاڑ دیں، جتنے ٹکڑے اتنے نئے پودے تیار ہو جائیں گے۔ چونکہ بظاہر یہ دوزخ کا درخت ہے، آگ برساتی گرمی پسند کرتا ہے بہت کم پانی چاہتا ہے۔ کبھی لاہور سے کراچی ٹرین سے جاتے ہوئے سندھ کے گرم اور شور زدہ میدانوں میں میل ہا میل تک تھوہڑ کے بے شمار پودے دیکھتے تھے، دل میں دہشت سی پیدا ہوتی تھی۔ موجودہ صورتِ حال کا علم نہیں۔ تھوہڑ کی ایک قسم انٹائسی (E.Intisi) افریقی ملک مدغاسکر میں ہوتی ہے۔ پتوں سے خالی لیکن اس کا دودھ ربڑ تیار کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ وہاں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ بہر حال، یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ خواہ اس دنیا کا کوئی پودا (تھوہڑ یا کوئی اور) زقوم (جس کا قرآن میں حوالہ ہے) سے کتنا ہی مشابہ ہو، ہو وہ دوزخ والا اصلی زقوم نہیں ہو سکتا، البتہ اُس کی ایک معمولی جھلکی، عکس یا نقل ہو سکتی ہے۔ اور کچھ نہیں!

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اُن کے لئے ایک تلخ ضریع کے سوا اور کوئی کھانا نہیں ہوگا۔

(القرآن۔6:88)

ضریع

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضریع

قرآنی حوالہ

1: سورۃ 88 الغاشیہ، آیات: 6-7

لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝

لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝

ترجمہ:۔ ''ان (اہل دوزخ) کے لئے ایک تلخ ضریع کے سوا اور کوئی کھانا نہیں ہوگا جو نہ موٹا کرے نہ بھوک مٹائے''(88:6-7)

مندرجہ بالا قرآنی آیات کے مطابق دوزخ میں رہنے والے گنہگاروں کے لئے زقوم کی طرح ایک خوراک ضریع ہوگی۔قرآن مجید کے بعض مترجمین نے اس لفظ (ضریع) کا مطلب کیکٹس قرار دیا ہے۔ عبدالرشید نعمانی اور سید عبدالدائم جلالی نے اپنی کتاب ''لغت القرآن'' میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے: ''ضریع ایک کانٹوں والا پودا ہے جو ایلوا سے بھی زیادہ کڑوا ہوتا ہے۔''

بعض علما کا کہنا ہے کہ ضریع درحقیقت ایک خاردار گھاس کا نام ہے۔ایک اور رائے یہ ہے کہ یہ سمندری پیداوار ہے، یعنی سمندر میں اُگنے والی گھاس۔جیلیڈیم (Gelidium) اور گریسی لیریا (Gracilaria) سمندری گھاس کی ایسی اقسام ہیں جن میں پولی سکرائیڈز (Polysaccharides) کی صورت میں کاربوہائیڈریٹس کی کافی مقدار پائی جاتی ہے لیکن ان کی غذائی اہمیت صفر ہوتی ہے (حوالے کے لئے ملاحظہ ہو آر ایل وسلر اور جے این ملر کی کتاب Idustrial gums)۔ممکن ہے ضریع سے مراد تلخ پھل، حنظل (Citrullus colocynthis) ہو جسے مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر میں زقوم قرار دیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اضافی نوٹ۔ازمترجم:

قرآن مجید میں ''ضریع'' کا ذکر صرف ایک بار سورۃ الغاشیہ میں آیا ہے۔ہم نے منصف کی مطابقت میں آیت کے ترجمے میں اصل لفظ کو برقرار رکھا ہے ورنہ جہاں تک ہمیں علم ہے کسی مترجم یا مفسر نے اس سے کوئی خاص پودا یا درخت یا پھل مراد نہیں لیا۔

مولانا عبدالماجد دریابادی نے ضریع کا مطلب خاردار درخت لکھا ہے۔مولانا مودودی نے اس کا معنی خاردار سوکھی گھاس لکھا ہے،مولانا فتح محمد خان جالندھری نے خاردار جھاڑ لکھا ہے۔عرب اہل زبان مترجم و مفسر سید محمد رفاعی عرب نے اس لفظ کا مفہوم کانٹے والی غذا تحریر کیا ہے،مولانا محمد جونا گڑھی نے اس سے مراد کانٹے دار درخت لیا ہے۔مارماڈیوک پکتھال نے انگریزی میں اس کا ترجمہ Bitter thorn fruit کیا ہے جس کا مطلب ہے کڑوا کانٹے دار پھل۔قرآنی الفاظ کے مطالب پر مستند کتاب ''مفردات القرآن'' (امام راغب اصفہانی) میں اس لفظ کا مادہ ''تضرع'' لکھا ہے جس سے عجز و تذلل کا اظہار ہوتا ہے۔امام راغب اصفہانی کے مطابق اس سے مراد خاردار جھاڑی بھی ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک سرخ بدبودار گھاس ہے جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے۔

بظاہر مصنف نے ضریع کو ایک خاص پودا شمار کیا ہے،لیکن کون سا پودا؟ اس کے لئے وہ کوئی سند پیش نہیں کر سکے،چنانچہ یہاں مصنف کا وہ نظریہ ہماری مدد نہیں کرتا جس کے مطابق قرآن میں مذکور سب پودے وہ ہیں جن سے اہلِ عرب واقف اور مانوس تھے۔مثلاً زقوم کے سلسلے میں مصنف یہ دُور کی کوڑی لائے تھے کہ عرب طبیب،مراکشی یوفوربیا (تھوہڑ) کی دوائی یوفوربیم (فرفیون) سے ظہورِ اسلام سے بھی پہلے واقف ہوں گے۔ضریع نام کے کسی پودے سے عربوں کی واقفیت کی کوئی سند نہیں ملتی۔

یہ عین ممکن ہے کہ ضریع نام کا کوئی خاص پودا یا پھل ہو جو دوزخ میں،اہلِ دوزخ کا کھاجا ہو،لیکن ہمیں مصنف کے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ اس سے مراد حنظل (اندرائن۔تمہ) کا پودا بھی ہوسکتا ہے جس کا چھوٹے خربوزے سے ملتا جلتا پھل واقعی بے حد کڑوا ہوتا ہے۔یہ خیال اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ حنظل کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیل (جو صحراؤں اور ویرانوں میں اُگتی ہے) خربوزے کی بیل کی طرح بے ضرر اور کانٹوں کے بغیر ہوتی ہے، جبکہ ضریع کی شرح بیان کرنے والے تمام مفسرین اور مترجمین نے اس کا مطلب خاردار پودا لکھا ہے، یعنی یہ ایسا پودا ہے جس پر بے شمار کانٹے ہوں گے۔ زقوم بھی ایسا ہی ایک (خاردار) پودا ہے لیکن اس کا قرآن مجید میں کافی تفصیل سے واضح اور الگ ذکر موجود ہے۔ ضریع اس لئے بھی ایک علیحدہ پودا ہے یا ہوسکتا ہے کیونکہ یہ پودا ''نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک مٹائے گا'' (الغاشیہ)۔ زقوم کے بارے میں تو واضح طور پر قرآن مجید میں ہے کہ اُس کے کھانے سے پیٹ میں سخت تکلیف اور جلن پیدا ہوگی لیکن ضریع کی خصوصیت صرف اس قدر لکھی ہے کہ اس پودے یا اس کا پھل کھانے سے، کوئی فائدہ نہیں ہوگا، بلکہ بھوک پہلے کی طرح برقرار رہے گی۔ ممکن ہے یہ خوراک دوزخیوں کے کسی خاص طبقے کے لئے ہو۔ دوسری طرف اگر اس پودے کو کانٹوں کے حوالے سے دیکھا جائے (جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے) تو خیال آتا ہے کہ کھانے والی چیز ممکنہ طور پر اس کا پھل ہوگا (وَاللہ اعلم)۔ لیکن یہ ایسی خوراک ہوگی جو نہ پیٹ بھرے گی اور نہ موٹا کرے گی، یعنی غذائیت سے بالکل خالی ہوگی۔ آخری بات ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ آج تک اس پودے (ضریع) کی دنیا میں کسی پودے کے حوالے سے شناخت کوئی نہیں کرسکا اس لئے اس سلسلے میں ساری باتیں ظن وتخمین پر مبنی ہیں۔ جو پائیدار حقیقت ہے وہ یہی ہے کہ دوزخ میں زقوم کے علاوہ بھی نباتاتی خوراک اہلِ دوزخ کو دی جائے گی جو زقوم کی طرح خراب اور ناکارہ ہوگی۔ اس خوراک کی حقیقت کو یہاں کوئی نہیں جانتا۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام بھی
کیے، ان کے لئے طوبیٰ ہے اور بہترین ٹھکانا''۔
(القرآن۔29:13)

طوبیٰ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:22

طوبیٰ

قرآنی نام: طوبیٰ

عام رائج نام: شجرِ بابرکت

قرآنی حوالہ

1: سورۃ 13 الرعد، آیت: 29

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ○

ترجمہ:۔ ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام بھی کیے ان کے لئے طوبی ہے اور بہترین ٹھکانا۔''(29:13)

''لغت القرآن''(عبدالرشید نعمانی و عبدالدائم جلالی) میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ طوبیٰ اہلِ حبشہ (ایتھوپیا) کی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بہشت۔ علامہ قرطبی کے مطابق، طوبیٰ، جنت کے ایک عالیشان، طویل القامت اور سایہ دار درخت کا نام ہے۔ ایک اور رائے یہ ہے کہ طوبیٰ، ہندوستانی لفظ ''توپا'' کا معرب ہے جس کا مطلب بھی جنت ہے۔ تاہم بعض علما کہتے ہیں کہ طوبیٰ کا حقیقی معنی بابرکت اور خوبصورت ہے۔ اس لفظ کے بارے میں ایک حدیث بھی ہے جس میں اس طرح ارشاد ہوا ہے:

''بہشت میں ایک درخت ہے جو طوبیٰ کہلاتا ہے''۔

علما کی آرا اور احادیث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ طوبیٰ غالباً جنت کے عظیم الشان درخت، دیودار، یعنی سدرۃ کا ایک اور نام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضافی تنقیحی نوٹ۔ازمترجم:

تاریخی حقائق اور قرآنی بیانات کے بالکل برعکس سدرہ (بیری) کے بعد ایک اور درخت (طوبیٰ) کو بھی مصنف نے دیودار قرار دے دیا ہے۔ دیودار کے سلسلے میں مصنف کے نظریے پر ایک مفصل اور مدلل نوٹ ''سدرہ'' پر مضمون کے آخر میں ہم لکھ چکے ہیں جس کا یہاں اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس قدر کہنا کافی ہے کہ جس طرح سدرہ (بیری) دیودار نہیں بلکہ صرف سدرہ ہے، یعنی جنت کی بے خار بیری، اسی طرح طوبیٰ بھی (اگر وہ کوئی درخت ہے تو) صرف طوبیٰ ہے، دیودار کا پیڑ نہیں۔

طوبیٰ کے بارے میں، مصنف نے صرف چند سطریں لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ اس ''پودے'' کا نام بھی مصنف کے اُس نظریے کی نفی کرتا ہے جس کے مطابق قرآن میں اُن پودوں یا چیزوں کا ذکر ہے جن سے عرب لوگ عموماً واقف تھے۔

طوبیٰ کا ذکر قرآن میں صرف ایک بار آیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس لفظ کا مطلب ''خوش نصیب'' لکھا ہے (درخت نہیں لکھا)۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے ''خوشحالی'' لکھا ہے، مولانا محمد جوناگڑھی نے بھی یہی معنی لکھا ہے، مولانا فتح محمد خان جالندھری نے بھی طوبیٰ کا مفہوم خوشحالی لکھا ہے۔ تاہم اہل زبان عرب مترجم ومفسر سید محمد رفاعی نے اس کا مطلب جنت کا درخت طوبیٰ لکھا ہے۔ رفاعی لکھتے ہیں: ''طوبیٰ بہشت میں ایک درخت ہے اس کا پھل اُن لوگوں کے لیے ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ طوبیٰ کی جڑیں میرے گھر میں ہیں اور اس کی شاخیں بہشت میں ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس نے مجھ سے تمسک کیا اور میری تعلیم پر عمل پیرا ہوا، بہشت میں اس کے لئے طوبیٰ ہے۔'' تفسیر ''احسن البیان'' میں حافظ صلاح الدین یوسف نے بھی طوبیٰ کا ایک مطلب، جنت کا خاص درخت لکھا ہے۔ عربی اور فارسی میں ''طوبیٰ قامت'' ایک محاورہ ہے جو اپنی محبوب شخصیت کے خوبصورت دراز قد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، جیسا کہ رفاعی صاحب کی منقولہ حدیث سے واضح ہے، طوبیٰ جنت کے درخت کا نام بھی ہے۔ اب اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ دنیا میں طوبیٰ جیسا کوئی درخت ڈھونڈ سکتا ہے یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شناخت کر سکتا ہے تو یہ ایک ناممکن دعویٰ ہوگا کیونکہ یہ درخت صرف جنت کا ہے جس کا کوئی نمونہ اس دنیا میں آج تک نہیں دیکھا گیا۔ البتہ ایک بات ضرور واضح ہے کہ طوبیٰ جیسا بھی درخت ہے، اپنے حقیقی مفہوم کے مطابق انتہائی خوش منظر، خوشحال، خوشبودار، شاداب اور مسکراتا ہوا (پھولوں کی کثرت اور حسن کے باعث) درخت ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم، تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ، پیو، لیکن اُس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے''۔

(القرآن۔35:2)

درخت۔ کچھ* عام، کچھ خاص مگر بے نام

(TREES)

*اصل انگریزی کتاب میں اس مضمون کا مبہم عنوان صرف Trees (اشجار) ہے، ہم نے مضمون کے متن کے پیش نظر اس عنوان میں یہ اضافہ کیا ہے جو مقصدِ تحریر کو زیادہ واضح کرتا ہے۔ مترجم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:23

درخت۔ کچھ عام کچھ خاص مگر بے نام

قرآنی نام: الشجرة

دیگر مروج نام:

شجر	(عربی، فارسی، اُردو)
درخت	(اُردو، ہندی، فارسی، پنجابی)
پیڑ	(اُردو، ہندی)
ورکش	(سنسکرت۔ گجراتی)
جھاڑ۔ رُکھ	(پنجابی، سرائیکی)
کل	(کشمیری)
برکھ۔ گاچ	(بنگالی)
ایٹز	(عبرانی)
ٹری Tree	(انگلش)
آربر Arbre	(فرنچ)
بوم Baum	(جرمن)
البیرو Albero	(اطالوی)

قرآنی حوالہ جات

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں درختوں کا عمومی یا خصوصی (نام یا شناخت کے بغیر) ذکر ہوا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1۔	سورۃ نمبر 2 (البقرہ)	آیت نمبر 35
2۔	سورۃ نمبر 7 (الاعراف)	آیت نمبر 22,20,19
3۔	سورۃ نمبر 14 (ابراہیم)	آیات نمبر 26,24
4۔	سورۃ نمبر 16 (النحل)	آیات نمبر 68,10
5۔	سورۃ نمبر 17 (بنی اسرائیل)	آیت نمبر 60
6۔	سورہ نمبر 20 (طٰہٰ)	آیت نمبر 120
7۔	سورہ نمبر 22 (الحج)	آیت نمبر 18
8۔	سورۃ نمبر 23 (المومنون)	آیت نمبر 20
9۔	سورۃ نمبر 24 (النور)	آیت نمبر 35
10۔	سورۃ نمبر 27 (النمل)	آیت نمبر 60
11۔	سورۃ نمبر 28 (القصص)	آیت نمبر 30
12۔	سورۃ نمبر 31 (لقمان)	آیت نمبر 27
13۔	سورۃ نمبر 36 (یٰسین)	آیت نمبر 80
14۔	سورۃ نمبر 37 (الصّٰفّٰت)	آیات نمبر 146,64,62
15۔	سورۃ نمبر 44 (الدخان)	آیت نمبر 43
16۔	سورۃ نمبر 48 (الفتح)	آیت نمبر 18
17۔	سورۃ نمبر 55 (الرحمٰن)	آیت نمبر 6
18۔	سورۃ نمبر 56 (الواقعہ)	آیات نمبر 72,52

مندرجہ بالا تمام آیات میں لفظ ''شجر'' استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے درخت۔ ان میں سے بعض آیات میں، درختوں کے مخصوص حوالے تو دیئے گئے ہیں لیکن اُن درختوں کے نام نہیں لیے گئے۔ مثال کے طور پر اُس شجرِ ممنوعہ کا نام ظاہر نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے حضرت آدم وحوا کو بہشت سے نکلنا پڑا۔ اسی طرح اُس آگ والے (روشن) درخت کا نام بھی نہیں دیا گیا جس نے حضرت موسیٰ کو متوجہ کیا تھا۔ ایسے چند درختوں کی مثالوں پہ بحث کی جاتی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمؑ کا شجر ممنوعہ:

قرآن مجید کی تین آیات میں، آدمؑ کی جانب سے اللہ کی حکم عدولی اور اس کے نتیجے میں جنت سے بے دخل کیے جانے کی کہانی کے ضمن میں شجر ممنوعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

(سورۃ البقرہ:35، سورۃ الاعراف:19-22 سورۃ طٰہٰ:120)۔

تاہم ان میں سے کسی ایک آیت میں بھی، درخت کی اصلیت کی طرف براہ راست یا بالواسطہ کوئی اشارہ نہیں کیا گیا۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 35 میں اس درخت کا بے نام ذکر اس طرح آیا ہے:

وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَ کُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ○

ترجمہ:۔ اور ہم نے فرمایا، اے آدمؑ تو اور تیری بیوی اس باغ (جنت) میں رہو اور اس میں سے جو تمہارا جی چاہے کھاؤ مگر اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے"

(35:2)

قرآن مجید کے مفسرین کی اکثریت (جیسے علامہ عبداللہ یوسف علی اور مولانا عبدالماجد دریا بادی ہیں) نے اس درخت کی شناخت متعین کرنے یا نام لینے سے احتراز کیا ہے۔ تاہم مولانا ثناءاللہ عثمانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس درخت کی شناخت کے متعلق علما میں کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اور حضرت محمد بن کعبؒ دونوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کو گندم کو پودا قرار دیا تھا جبکہ ابن مسعودؓ کے خیال میں یہ انگور تھا۔ حضرت ابن جریجؒ کی رائے کے مطابق یہ عام انجیر تھا۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ درخت دراصل شجر علم تھا۔ لیکن علامہ یوسف علی کا کہنا ہے کہ یہ بدی کا درخت تھا۔ (علامہ یوسف علی کی رائے ہی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اُس درخت کے کھانے یا اُس کا پھل چکھنے سے حضرت آدم وحوا کے لباس اتر گئے، وہ عریاں ہو گئے اور انہیں جنت سے بھی نکلنا پڑ گیا، تو ایسا درخت کیسے انگور اور انجیر جیسا اچھا درخت ہوسکتا تھا؟۔ یہاں صرف ایک ہی سوال پریشان کرتا ہے کہ جنت جیسے مقام پر ایک برے درخت کا کیا کام؟۔ اس سوال کا یہی جواب ہوسکتا ہے کہ یہ سب اہتمام حضرت آدم وحوا کی آزمائش کے لئے تھا۔ علاوہ ازیں، اُن کی اُس جنت میں شیطان بھی تو کسی نہ کسی طرح داخل ہو ہی گیا تھا اور نہ شیطان کا جنت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کیا کام۔مترجم)۔

اس شجر ممنوعہ کا ذکر بائبل میں بھی ہے۔بائبل کے شارحین نے اس درخت کی شناخت یا اصلیت کے متعلق مختلف تعبیریں پیش کی ہیں۔بعض کے مطابق یہ لیموں (Citrus limon) تھا،بعض کے نزدیک یہ خوبانی کا درخت (prunus armeniaca) تھا، جب کہ کچھ علمائے بائبل کی رائے میں یہ درحقیقت انجیر کا درخت تھا جس کے بڑے بڑے پتوں سے حضرت آدم وحوا نے (جنتی لباس اتر جانے کے بعد) اپنی برہنگی چھپائی تھی۔تاہم بائبل کے محققین کی اکثریت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ شجر ممنوعہ کوئی اور درخت نہیں بلکہ سیب کا پیڑ (Malus pumila) تھا۔(قرآن مجید میں شجر ممنوعہ کے بارے میں واقعی کوئی اشارہ موجود نہیں کہ وہ کس قسم کا درخت تھا، تاہم بائبل میں ہے کہ وہ ایک پھلدار درخت تھا، باغ کے دیگر درختوں کے وسط میں تھا، وہ نیک وبد کی پہچان کا درخت کہلاتا تھا اور دیکھنے میں خوبصورت تھا، پھل کا ذائقہ (اماں حوا کے تجربے کے مطابق) بھی خوب تھا۔یہ تو ہوئیں بائبل کے مطابق درخت کی ظاہری خصوصیات،اب اگر اس درخت کو کوئی گندم قرار دے (گندم ویسے بھی گھاس ہے درخت نہیں ہوتا) یا سیب یا انجیر تو یہ محض قیاس آرائی ہے، خصوصاً جب وہ درخت، خواہ خوبصورت بھی تھا، حضرت آدمؑ کے لئے برا ثابت ہوا اور شیطان کے لئے اچھا۔مترجم)۔

موسیٰؑ کا شجرِ نور:۔

اسی طرح ایک اور بے نام مگر خاص درخت وہ ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کو آگ لگی ہوئی دکھائی دی تھی۔ اس درختِ نور یا شجرِ فروزاں کا ذکر سورۃ قصص (آیت 29-30) میں اس انداز میں کیا گیا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ
نَارًا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ
اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ O فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ
شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ O

ترجمہ:۔ ''جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنے گھر کے لوگوں کو لے کر چلے تو طور کی طرف سے آگ دکھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ (تم یہاں) ٹھیرو مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے (رستے کا) کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم تاپو۔ جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ میں تو رب العالمین ہوں۔''

(30-29:28)

مندرجہ بالا آیت کے علاوہ دو اور آیات (سورۃ طٰہٰ :10، سورۃ النمل :7) میں بھی اسی آگ والے درخت کا ذکر ہے۔

قرآن مجید میں یہ قصہ بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ اپنے گھر والوں کے ساتھ صحرائے سینا میں سفر کر رہے تھے جب انہوں نے کچھ دور ایک درخت کو دیکھا جو ایسے نظر آتا تھا جیسے اُسے آگ لگی ہوئی ہو۔ حضرت موسیٰ اُس درخت کے پاس گئے تو انہیں آگ دکھائی نہ دی اور انہوں نے وہاں ایک آواز سنی: ''میں اللہ ہوں، تمام دنیاؤں کا رب!''۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کے مطابق، جلتے ہوئے درخت کا منظر درحقیقت، باری تعالیٰ کی تجلی کا ایک عکس تھا جس کا اصلی آگ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

کئی سائنس دانوں کا خیال ہے کہ جس درخت سے حضرت موسیٰ نے آواز سنی تھی اور جو ایک شعلے سے منور ہو رہا تھا وہ یا تو سنط Acacia nilotica تھا اور یا پھر طلح سیال (Acacia Seyal)۔ یہ دونوں ہی کیکر کی اقسام ہیں۔ ولیم سمتھ اور جے۔ ایم فلر (The Dictonary of Bible) کے مطابق اِن دونوں درختوں کے پھول تو زرد ہوتے ہیں لیکن ایک طفیلی بیل، لورنھس اکیشیا (Loranthus acacia) اپنے بے شمار سرخ پھولوں کے ساتھ ان درختوں کو مکمل طور پر ڈھانپ لیتی ہے اور دور سے دیکھا جائے تو ایسا درخت بھڑکتا ہوا شعلہ معلوم ہوتا ہے۔ اس طفیلی پودے (بیل) کو کیکر پوش (Acacia strap) یا بھنگرہ بیل (Mistletoe) بھی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ آگ کے شعلے میں لپٹے درخت کی ممکنہ وضاحت یہی ہے کہ وہ عربی کیکر (Acacia seyal) کا درخت تھا جو طفیلی بیل بھنگرہ (Loranthus acacia) کے سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ (قیاس کے گھوڑے دوڑانے پر تو کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی لیکن اگر قرآن مجید کے ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح بیان کی تردید ہوتی ہو تو پھر ایسے قیاس یا نظریے کو خطرناک سمجھنا چاہیے۔ حضرت موسیٰ کو آگ ایک جھاڑی یا درخت میں لگی نظر آتی ہے، اُس کے متعلق یہ کہنا کہ حضرت موسیٰ کو دراصل آگ نہیں، بلکہ سرخ سرخ پھولوں سے لدا ہوا درخت دکھائی دیا تھا، قرآن مجید اور توریت کے ساتھ مذاق ہے۔ رات کے اندھیرے میں پھول خواہ سرخ ہوں یا زرد دکھائی نہیں دیا کرتے، البتہ آگ یا نور ضرور نظر آتا ہے کہ اس کا کام اندھیرا دور کرنا ہے۔ اگر وہ درخت حضرت موسیٰ نے دن کے اُجالے میں دیکھا تھا تو اُن کی آنکھوں کے لئے دشوار نہ تھا کہ وہ سرخ پھولوں کو سرخ پھول ہی سمجھتیں، آگ کس طرح سمجھ لیتیں؟۔ بائبل (کتاب خروج۔ باب:3) کے مطابق حضرت موسیٰ نے آگ سے روشن ایک جھاڑی پہاڑ کے نزدیک دیکھی جو جل نہیں رہی تھی: ''اُس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ ایک جھاڑی آگ سے روشن ہے اور جل نہیں جاتی۔ تب موسیٰ نے کہا میں نزدیک جاتا ہوں اور اِس بڑے منظر کو دیکھتا ہوں کہ یہ جھاڑی جل کیوں نہیں جاتی۔'' تاہم قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ ہوا ہے۔ تقریباً تمام مفسرین واقعہ کی تفصیل کے مطابق متفق ہیں کہ حضرت موسیٰ کو وہ درخت رات کے وقت دکھائی دیا تھا اور وہ سردی کا موسم تھا، ظاہر ہے کہ تاریک رات میں صرف آگ ہی نظر آسکتی تھی۔ مولانا مودودی کے مطابق حضرت موسیٰ رات کے وقت صحرائے سینا کے جنوبی علاقے سے گزر رہے تھے جب انہوں نے آگ سے روشن درخت دور سے دیکھا۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے لکھا ہے کہ مشرقی ممالک کے دستور کے مطابق حضرت موسیٰ رات کے وقت اپنے خاندان والوں کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، رات اندھیری اور موسم سردی کا تھا۔ ابن کثیر کے مطابق سردی کی رات تھی اور آپ (حضرت موسیٰ) راستہ بھول گئے تھے، بادل بھی چھائے تھے، دائیں جانب پہاڑ پر آگ دکھائی دی تو اُدھر چل دیئے تاکہ انگارے لے آؤں اور گھر والوں کے لئے آگ جلا کر روشنی بھی کروں، سینک تاپ سے سردی بھی دور کی جائے اور شاید وہاں کوئی شخص رستہ بھی بتا دے۔ ابن کثیر کے مطابق حضرت موسیٰ کو آواز میدان کے دائیں جانب کے درختوں سے آئی تھی۔ ابن کثیر نے بعض روایات کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس درخت میں سے حضرت موسیٰ نے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے تھے وہ علیق کا درخت تھا یا عوسج کا اور آپ کی لاٹھی بھی اس درخت کی تھی۔ بہرحال یہ بھی ایک قیاس آرائی ہی ہے۔ اُس خاص درخت کی اصل حقیقت یا شناخت کو کوئی نہیں جانتا اور اگر معلوم ہو جاتی تو آگے چل کر لوگ اُس کی بھی پوجا پرستش شروع کر دیتے۔ مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جارج واٹ نے اپنی کتاب (A Dictionary of Economic Products of India) میں لکھا ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں، بالخصوص ٹراپیکل ممالک کے جنگلات میں کئی ایسے درخت پائے جاتے ہیں جنہیں شجرِ آتشیں کہا جاتا ہے کیونکہ اُن کے سرخ چمکیلے پھول، دور سے ایسے دکھائی دیتے ہیں جیسے آگ کا شعلہ۔ اِس قسم (شعلہ بار) کے چند درختوں (جن کا ذکر جارج واٹ نے کیا ہے) کے نام یہ ہیں:

(1) پلاس/ کمرکس درخت (Butea monosperma)

(2) کُمی ۔ درخت گوند کتیرا (Cochlospermum religiosum)

(3) سرخ سمبل (Bombax Ceiba)

(4) پدوک ۔ ریڈ وڈ (Pterocarpus acerifolium)

(5) براس ۔ ارداول (Rhododendron arboreum)

اگر حضرت موسیٰؑ کے شجر تجلّی کو کیکر (عربی میں طلح انگریزی میں Acacia seyal) تصور کیا جائے تو یہ بات دلچسپی سے نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ اسی درخت کا ذکر سورۃ الواقعہ میں بھی ہے جس میں جنت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور سورۃ الفتح میں بھی، جس میں کہ بیعت رضوان کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ (مصنف کے اس خیال کی، کہ سورۃ الواقعہ میں مذکور ''طلح'' سے مراد کیکر یا ببول کا کانٹے دار درخت ہے، ہم پہلے ہی اس موضوع پر مصنف کے مضمون کے آخر میں اپنے نوٹ میں مکمل ثبوت اور دلائل کے ساتھ تردید کر چکے ہیں۔ جنت میں انسان کو ایذا دینے والے کانٹے دار درختوں کے وجود کا امکان نا قابل تصور ہے۔ طلح سے مراد کیلا ہی ہے اور تقریباً تمام مفسرین کی رائے یہی ہے۔ مترجم)

شجر بیعت الرضوان:

حضرت محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ (حج کے ارادے سے) مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن یہ سفر مکہ سے ذرا پہلے حدیبیہ کے مقام پر ختم ہو گیا اور آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو ایک مقدس پیمان (بیعت رضوان) میں شرکت کی دعوت دی۔ آپؐ کے ساتھیوں نے بیعت کی اِس دعوت کا بھرپور جواب دیا۔ اِس کو سورۃ الفتح کی مندرجہ ذیل آیت (نمبر 18) میں بیان کیا گیا ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا O

ترجمہ:۔ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ اُن مومنوں سے راضی ہوا جو درخت کے نیچے آپ ؐ سے بیعت کرتے تھے اور اللہ نے جان لیا جو اُن کے دلوں میں تھا اور اُن پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔‘‘

برصغیر کے بعض علما نے لکھا ہے کہ جس درخت کے نیچے حضور ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے وفاداری کا حلف لیا تھا وہ یا تو کیکر تھا یا بیری۔ تاہم یہ بات ذہن میں رہنا چاہیے کہ بیریوں کے درخت سایہ دار نہیں ہوتے (مصنف کی یہ رائے حقیقت کے خلاف ہے۔ بیریوں کے بڑے درخت بڑا عمدہ اور گھنا سایہ فراہم کرتے ہیں۔ مترجم) جب کہ کیکر کے پرانے درخت سایہ دار ہوتے ہیں اور مکہ اور مدینہ کے علاقے میں چونکہ کیکر کا درخت کافی پایا جاتا ہے اس لئے زیادہ امکان یہی ہے کہ بیعت الرضوان کا درخت کیکر (Acacia Seyal) ہی ہوگا۔ یہ وہی درخت ہے جس کا ذکر سورۃ الواقعہ میں آیا ہے (سورۃ الواقعہ میں کیکر کا نہیں بلکہ کیلے کا ذکر آیا ہے۔ مترجم)۔ علامہ عبداللہ یوسف علی نے لکھا ہے کہ بیعت الرضوان کے درخت کو بعد میں کاٹ دیا گیا تھا کیونکہ حضور ﷺ کی رحلت کے بعد لوگوں نے بدعت کی حد تک اس درخت کی تکریم و تقدیس شروع کر دی تھی۔ (بیعت رضوان کا واقعہ 6 ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر پیش آیا جو مکہ سے دس میل دور ہے (بحوالہ اطلس القرآن۔ ڈکتور شوقی ابو خلیل) یہاں مکہ کے پہاڑ ختم ہو جاتے ہیں اور جدہ کی طرف جانے والا ساحلی صحرائی میدان شروع ہو جاتا ہے۔ جب یہاں آبادی نہیں ہوتی تھی تب ببول وغیرہ کے درخت بکثرت تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے مفہوم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ وہاں پہنچے تو ایک کنواں موجود تھا اور اگرچہ فروری کا مہینہ تھا پھر بھی سائے کی ضرورت تھی، چنانچہ آپ ؐ اور آپ ؐ کے ساتھیوں نے مختلف درختوں کے نیچے پڑاؤ کیا۔ ابن کثیر نے صحیح مسلم کی ایک حدیث (بروایت حضرت جابرؓ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ بیعت رضوان کے وقت حضور ﷺ ببول (کیکر) کے ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے، کیونکہ وہاں زیادہ تر اس قسم کے خاردار درخت تھے۔ بہرحال اس سارے قصے میں اُس درخت کی کوئی اہمیت نہیں تھی، اسی لئے سیرت نگاروں نے اس درخت کی تفصیل دینے سے عام طور پر گریز کیا ہے۔ مترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آگ پیدا کرنے والے درخت:

پرانے زمانے میں (جب ماچس ایجاد نہیں ہوئی تھی) آگ پیدا کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ لوگ پتھر کے دو ٹکڑوں یا سخت لکڑیوں کو آپس میں ٹکراتے یا رگڑتے تھے۔ قدیم عرب طریقہ یہ تھا کہ تراشی ہوئی لکڑی کے دو ٹکڑوں کو باہم رگڑتے تھے۔ ایک ٹکڑا عفار اور دوسرا مرخ کہلاتا تھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی کے مطابق مرخ ایک قسم کے پھیلنے والے درخت (Cynanchum Viminale) کی ٹہنی ہوتی تھی۔

(ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ مرخ اور عفار دونوں آگ والے درخت ہیں جو عرب کے علاقہ حجاز میں ملتے ہیں اور ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقماق پتھر کی طرح آگ نکلتی ہے۔ انہوں نے عرب کی یہ مثل بھی نقل کی ہے: ''ہر درخت کے اندر آگ ہوتی ہے سوائے انگور کے''۔ مترجم)

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں درخت کے ذریعے آگ پیدا ہونے کے متعلق حوالے پائے جاتے ہیں۔

1: سورۃ 36 یٰسین، آیت: 80

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝

ترجمہ: ''(وہی اللہ ہے) جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اُس سے (ٹہنیوں کو رگڑ کر) آگ نکالتے ہو۔''

2: سورۃ 56 (الواقعہ)، آیت: 71-72

اَفَرَءَیْتُمُ النَّارَ الَّتِیْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ۝

ترجمہ: ''بھلا دیکھو تو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم نے؟''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شجرطیبہ وشجرخبیثہ:

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں پاکیزہ درخت اور ناپاک درخت کا ذکر ہوا ہے:

1: سورة 14 (ابراہیم)، آیت:24

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ O

ترجمہ:۔ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے (وہ ایسا ہے) جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط (یعنی زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور شاخیں آسمان میں (پہنچی ہوں)''

2: سورة 14 (ابراہیم)، آیت:26

وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍO

ترجمہ:۔ ''اور ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے۔ اس کو ذرا بھی قرار (وثبات) نہیں''۔

مسلم علما نے عام طور پر ان آیات میں مذکور پاک اور ناپاک درختوں کی شناخت پر روشنی نہیں ڈالی۔ لیکن اگر ہم گہرائی میں غور کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ پاکیزہ اور گہری جڑوں والا درخت جس کی شاخیں آسمان میں جارہی ہیں، سدرۃ المنتہیٰ ہوسکتا ہے اور اس کے برعکس جو برا یا ناپاک درخت ہے اور کمزور جڑیں رکھتا ہے وہ دوزخ والا زقوم ہوسکتا ہے۔

نوٹ از مترجم:۔

مصنف کی سوئی چونکہ سدرۃ المنتہیٰ کو لبنانی دیودار قرار دینے پر اٹکی ہوئی ہے (اور اس بے بنیاد خیال یا نظریے کی ہم پہلے ہی تردید کر چکے ہیں۔ (اس سلسلے میں دیکھیں ''سدرۃ'' پر مضمون کے آخر میں ہمارا نوٹ۔) اس لئے یہاں بھی وہ ایک واضح حقیقت کی غلط تاویل کر گئے ہیں۔ مفسرین کی اکثریت نے ان آیات میں مذکور شجر طیبہ (جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان میں پہنچی ہوتی ہیں) کو کھجور کا پاکیزہ درخت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے۔ مصنف کا یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد ہے کہ مسلم علما اور مفسرین نے اِن درختوں کی شناخت پر توجہ نہیں دی۔ ابن کثیر نے متعدد احادیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ شجر طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے کیونکہ حضورﷺ نے بروایت عبداللہ بن عمرؓ اسے مومن سے مشابہ قرار دیا تھا۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث (روایت حضرت انسؓ) کے حوالے سے ابن کثیر نے اُس خبیث پودے (26:14) کو حنظل یا شریان کا پودا قرار دیا ہے جس کا پھل بہت کڑوا ہوتا ہے اور اس کی جڑ صحرا کی ریت میں گہری نہیں جاتی اور معمولی جھٹکے سے پودا اکھڑ جاتا ہے۔ تفسیر احسن البیان (حافظ صلاح الدین یوسف) میں بھی شجر طیبہ سے مراد کھجور کا درخت اور شجر خبیثہ سے مراد حنظل (اندرائن) کا پودا لیا گیا ہے۔ اور بھی کئی تفاسیر میں اِن درختوں کی شناخت اسی طرح کی گئی ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی فراہم کی۔ خبردار، باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔''(القرآن۔22:2)

میوے

(FRUITS)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:24

میوے

قرآنی نام: فاکھتہ۔ الثمر

دیگرمروج نام:

پھل (اُردو۔ ہندی، بنگالی، مرہٹی، گجراتی، پنجابی)

میوہ۔ثمر: (فارسی۔اُردو)

پھلم: (سنسکرت،تامل)

پری،تنوواہ: (عبرانی)

فروٹ:Fruit (انگلش)

فروٹو:Frutto (اطالوی،ہسپانوی)

فروڈو:Frodo (یونانی)

قرآنی حوالہ جات

1۔	سورۃ 2(البقرہ)	آیات نمبر:266,155,126,25,22
2۔	سورۃ 6(الانعام)	آیات نمبر:141,99
3۔	سورۃ 7(الاعراف)	آیات:,130,57
4۔	سورۃ نمبر13(الرعد)	آیت نمبر:3
5۔	سورۃ14(ابراہیم)	آیات:37,32
6۔	سورہ16(النحل)	آیات نمبر:69,67,11

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7۔	سورہ18(الکہف)	آیات نمبر:42,34
8۔	سورۃ23(المومنون)	آیت نمبر:19
9۔	سورۃ35(فاطر)	آیت نمبر:27
10۔	سورۃ36(یٰسین)	آیات:57,35
11۔	سورۃ37(الصفت)	آیت:42
12۔	سورۃ38(ص)	آیت:51
13۔	سورۃ41(حم)	آیت:47
14۔	سورۃ43(الزخرف)	آیت:73
15۔	سورۃ44(الدخان)	آیت:55
16۔	سورۃ47(محمد)	آیت:15
17۔	سورۃ52(طور)	آیت:22
18۔	سورۃ55(الرحمٰن)	آیات:68,52,11
19۔	سورۃ56(الواقعہ)	آیات:32,20
20۔	سورۃ77(المرسلت)	آیت:42
21۔	سورۃ80(عبس)	آیت:31

مندرجہ بالا قرآنی آیات میں ثمر اور فاکھۃ کے الفاظ آئے ہیں جن کا مطلب ہے پھل۔ اِن سب آیات میں باری تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ وہ اُس کا شکر گزار بنے کیونکہ اسی (اللہ تعالیٰ) نے انسانوں کو ہر طرح کے میوے اور پھل عطا کیے ہیں۔

مثلاً سورۃ 2 (البقرہ) کی آیت نمبر 22 میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: جس (باری تعالیٰ) نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا ہے اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی فراہم کی۔ خبردار، باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔"

قدیم زمانے میں بھی عرب کے لوگوں کو مختلف قسم کے پھل میوے میسر تھے اور شام، فلسطین، حجاز اور یمن کے علاقے پھلوں کے وسیع باغات کے لئے مشہور تھے۔ اُس دور میں خطۂ عرب میں دستیاب جن اہم پھلوں کے نام ہمیں (مختلف ذرائع سے) معلوم ہوسکے ہیں وہ بہرحال یہ ہیں:

1۔ کھجور Phoenix dactylifera (باب نمبر 2 دیکھیں)

2۔ انگور Vitis Vinifera (باب نمبر 4 دیکھیں)

3۔ انار Punica granatum (باب نمبر 5 دیکھیں)

4۔ انجیر Ficus Carica (باب نمبر 6 دیکھیں)

5۔ زیتون Olea europaea (باب نمبر 3 دیکھیں)

6۔ بہی (عربی: سفرجل) Cydonia Vulgaris

7۔ خرنوب۔ کروب Ceratonia siliqua

8۔ اخروٹ Julgans regia

9۔ خوبانی Prunus armeniaca

10۔ پستہ Pistacia Vera

11۔ بیر Ziziphus mauritiana

12۔ جھڑبیر۔ عناب (عربی: نبق) Z.spina- christi

بہت سے سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ترشاوہ پھل، جو آج کل عرب علاقوں میں عام ہیں، قبل از مسیح کے زمانے میں، کاشت نہیں ہوتے تھے اور یہ کہ ان کی کاشت کا آغاز وہاں دسویں صدی عیسوی میں ہوا۔

اضافی نوٹ۔ از مترجم:

جن بارہ اہم پھلوں کے متعلق مصنف کا خیال ہے کہ اُن سے قدیم زمانے کے عرب واقف تھے،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِن میں ''خرنوب'' بنیادی طور پر پھل نہیں ہے، یہ شام کے علاقے میں پایا جاتا ہے اور اس کی پھلیاں جو بہر حال میٹھی ہوتی ہیں مویشیوں کو کھلائی جاتی ہیں، اس پودے کی اصل اہمیت اس کی پھلیوں سے نکلنے والے گوند کی وجہ سے ہے جو بہت قیمتی ہوتا ہے (بحوالہ البرٹ۔ ایف۔ ہل)۔ مصنف نے اس فہرست میں کیلے کو شامل نہیں کیا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جو یمن اور ہمسایہ ملک حبشہ میں پیدا ہوتا تھا جہاں حجاز کے عرب عام آتے جاتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم باب نمبر 16 میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر مٹھاس کو معیار بنایا جائے تو پھر چقندر اور خربوزے کو بھی پھلوں میں شامل کیا جا سکتا ہے اور احادیث کے مطابق حضور ﷺ نے یہ دونوں کھائے تھے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ جو پھل یا خشک میوے فلسطین و شام میں دستیاب تھے اُن سے قدیم عرب بھی آگاہ تھے۔ اِن میں بادام بھی شامل تھا۔ (ملاحظہ ہو لائنز انسائیکلو پیڈیا آف دی بائبل)۔ پیلو کے پھل کو زیادہ اہم تو نہیں سمجھا جا سکتا لیکن بادیہ نشین عربوں کے لئے اس کی بھی اہمیت تھی اور وہ اسے خشک کر کے محفوظ کرتے تھے۔

....

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آخرکار دونوں (آدم وحوا) اُس درخت کا پھل کھا گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی اُن کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے۔ آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا''۔

(القرآن۔121:20)

پتے

(LEAVES)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:25

پتے

قرآنی نام: ورق

دیگر مروج نام:

پات: پتا	(اُردو، ہندی)
برگ:	(فارسی، اُردو)
ورق	(عربی، فارسی)
پیت	(بنگالی)
پترم	(سنسکرت)
پتر	(پنجابی، سرائیکی، پوٹھوہاری)
یاندرو	(گجراتی)
لیف Leaf	(انگلش)
فولیم folium	(لاطینی)

قرآنی حوالے

1: سورۃ 6 الانعام، آیت: 59

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ
الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ
الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ ''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحروبر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتا ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک وتر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے'' (59:6)

:2 سورہ نمبر 7 الاعراف: آیت: 22

فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O

ترجمہ:۔ ''اس طرح دھوکہ دیکر وہ ان دونوں کو رفتہ رفتہ اپنے ڈھب پر لے آیا۔ آخرکار جب انہوں نے اس درخت کا مزا چکھا تو اُن کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور وہ اپنے جسموں کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔ تب اُن کے رب نے انہیں پکارا: کیا میں نے تمھیں اس درخت سے نہ روکا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟'' (22:7)

:3 سورۃ 20 طٰہٰ آیت: 121

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَ عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى O

ترجمہ:۔ آخرکار دونوں (آدم وحوا) اُس درخت کا پھل کھا گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فوراً ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور لگے دونوں اپنے آپ کو جنت کے پتوں سے ڈھانکنے، آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہِ راست سے بھٹک گیا۔''

(121:20)

سورۃ الاعراف اور سورۃ طٰہٰ دونوں کی مندرجہ بالا آیات میں لفظ ''ورق'' (پتے) کا استعمال آدمؑ و حوا کے قصے کے سلسلے میں کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے باری تعالٰی کی تاکید کو نظرانداز کرتے ہوئے شجر ممنوعہ کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھل کھالیا اس نافرمانی کی فوری سزا یہ ملی کہ دونوں برہنہ کر دیئے گئے اور وہ شرم کی وجہ سے باغ (جنت) میں موجود درختوں کے پتوں سے اپنے جسموں کو چھپانے لگے۔ مفسرینِ قرآن نے عمومی طور پر اِن پتوں (جن سے آدم وحوا نے ستر پوشی کا کام لیا) کے ذریعہ کی شناخت نہیں کی ہے۔ تاہم بائبل کے بعض محققین کا کہنا ہے کہ آدم وحوا نے انجیر کے پتوں سے اپنے ستر چھپائے تھے۔

اضافی توضیحی نوٹ: از مترجم

قرآن مجید میں جس طرح اُس درخت کا نام ظاہر نہیں کیا گیا جس کے پتوں سے حضرت آدم وحوا نے ستر پوشی یا لباس کا کام لیا تھا، اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اُس درخت کی اس معاملے میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ تاہم بائبل (عہد نامہ قدیم۔ توریت) میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ جب ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کے بعد آدم وحوا دونوں کے جنتی کپڑے اتر گئے تو اپنی عریانی کو چھپانے کے لئے: ''انہوں نے انجیر کے پتوں کو سی لیا اور اپنے لئے لنگیاں بنائیں'' (کتاب تکوین۔ باب۔3)۔

قرآن مجید کے مفسرین میں سے بھی بعض نے اِس درخت کی شناخت کے بارے میں قیاس کے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ ابن کثیر نے (غالباً طبری کے حوالے سے) اِس درخت کو انجیر بتایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس خیال کی بنیاد بائبل کی روایت ہی ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ بعض مفسرین نے اِن پتوں کا ذریعہ کیلے اور زیتون کے درخت بھی بتائے ہیں، لیکن یہ تمام خالی خولی قیاسات ہی ہیں جن کے ڈانڈے عموماً اسرائیلیات سے ملتے ہیں۔ مولانا دریا بادی کے مطابق کسی حدیث میں بھی اس (پتوں والے) درخت کا ذکر یا شناخت موجود نہیں۔ درحقیقت یہ قیاس آرائی اُسی نوعیت کی ہے جس نوعیت کی اُس درخت کے بارے میں ہے جس کا پھل کھانے سے باری تعالیٰ نے حضرت آدم اور حوا کو منع کیا تھا۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اُگائی، پھر اس میں سے ہم سبز سبز کونپلیں نکالتے ہیں اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے (اناج کے) دانے نکالتے ہیں''۔

(القرآن۔99:6)

اناج (دانہ)

(GRAINS)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:26

اناج (دانہ)

قرآنی نام: الحب

دیگر مروج نام:

اناج۔غلہ	(اُردو،ہندی)
دانہ:	(فارسی،گجراتی،پنجابی،سندھی،سرائیکی)
حب۔حنطہ:	(عربی)
شاسیا:	(سنسکرت)
شاسگو۔شامیو:	(بنگالی)
زہرا:	(عبرانی)
گرین Grain	(انگلش۔فرنچ)
گرینم Grainum	(لاطینی)
کوکوز Kokoz	(یونانی)
کارن Korn	(جرمن)

قرآنی حوالے

1۔	سورۃ 2	(البقرہ)	آیت:261
2۔	سورۃ 6	(الانعام)	آیات:99,95,59
3۔	سورۃ 21	(الانبیاء)	آیت:47
4۔	سورۃ 31	(لقمان)	آیت:16

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5۔ سورۃ 36 (یٰسین) آیت:33

6۔ سورۃ 50 (ق) آیت:9

7۔ سورۃ 55 (الرحمٰن) آیت:12

8۔ سورۃ 78 (النبا) آیت:15

9۔ سورۃ 80 (عبس) آیت:27

جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے واضح ہے قرآن مجید میں لفظ ''حب'' جس کا مطلب اناج یا غلہ ہے، کئی بار استعمال ہوا ہے۔ لیکن کسی بھی آیت میں غلے کی کسی خاص قسم کا نام نہیں لیا گیا۔

سرزمین عرب میں نہایت قدیم ایام سے گندم، جو اور جوار باجرہ کی متعدد اقسام کی کاشت کی جا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شام اور فلسطین میں ولادت مسیحؑ سے بھی پانچ ہزار برس قبل گندم کی کاشت کا عام رواج تھا۔ خطہ عرب کے چند اہم اناجوں کے نام (جن سے وہاں کے باشندے قدیم دور سے واقف چلے آ رہے ہیں) مندرجہ ذیل ہیں:

مشہور نام	نباتاتی۔سائنسی نام
گندم (عربی: حنطہ)	Triticum aestivum
جو (عربی: شعیر)	Hordeum vulgare
جوار (عربی: عویجہ۔ ذرۃ)	Sorghum vulgare
چینا (عربی: دُخن)	Panicum miliaceum
کنگنی (عربی: دُخن)	Setaria Itlica

اضافی توضیحی نوٹ۔ از مترجم

جب قرآن مجید میں غلے یا اناج کا ذکر آتا ہے تو ہماری رائے میں اُس سے گندم اور جو ہی مراد لینا چاہیے کیونکہ خط عرب میں عام طور پر انہی دو اناجوں کی کاشت ہوتی تھی۔ چاول بھی اگرچہ غلوں میں شامل ہے لیکن اُس زمانے میں اس کی کاشت زیادہ تر چین اور جنوبی ہندوستان میں ہو رہی تھی۔ اِس بات کا امکان موجود ہے کہ ہندوستان یا چین تک سفر کرنے والے عرب تجارتی کاروانوں کو اُس زمانے میں بھی چاول سے کچھ شناسائی ہو چکی ہو لیکن اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ لہٰذا ہم یہی سمجھتے ہیں کہ عرب بڑی مدت تک ایک اہم غلے یا خوراک سے ناواقف رہے۔ اسی طرح مکئی کا معاملہ ہے۔ یہ بھی بہت اہم غلہ ہے اور نہایت قیمتی بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس کا تعلق امریکہ سے ہے اور کولمبس کے امریکہ دریافت کرنے کے بعد اس کا بیج، یورپ، ایشیا اور افریقہ میں لایا گیا۔

مندرجہ بالا فہرست میں چینا اور کنگنی کافی قدیم غلے ہیں لیکن اب انہیں بہت کم لوگ جانتے ہیں، کاشت نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے، ورنہ چینا کے دانوں کی کھیر بہت اعلیٰ بنتی تھی۔ اِن کی کاشت آہستہ آہستہ ختم ہونے کی بڑی وجہ اِن کی فی ایکٹر کم پیداوار، لوگوں کے ذوقِ خوراک میں تبدیلی اور اُن کے باریک دانے جمع کرنے میں درپیش دشواریاں ہیں۔ جوار اور باجرہ کی کاشت اب بھی ہوتی ہے لیکن انسانی خوراک کے لئے کم اور مویشیوں کے لیے زیادہ۔

گندم کے مقابلے میں جَو زیادہ قدیم غلہ ہے، بلکہ اسے تمام غلوں کا باپ مانا جاتا ہے۔ تمام ماہرین نباتات متفق ہیں کہ جَو گندم سے بہت پہلے دنیا میں کاشت ہو رہا تھا اور یہی دنیا کا قدیم ترین اناج ہے۔ جَو کے استعمالات بھی بہت ہیں اور یہ انسانی صحت کے لئے کافی مفید بھی ہے۔ گندم اور جَو دونوں کا اصلی وطن مغربی ایشیا اور خطۂ دجلہ وفرات بتایا جاتا ہے۔ گندم کے مقابلے میں نسبتاً سستا ہونے کی بنا پر قدیم عرب روٹی کے لیے اس کا آٹا زیادہ استعمال کرتے تھے۔ طبِ نبوی ﷺ میں جو کے تلبینہ، حریرہ اور دیگر مرکبات کی بڑی تعریف آئی ہے۔ ابن ماجہ میں حضرت عائشہؓ سے مروی یہ حدیث بیان ہوئی ہے کہ جَو کا حریرہ بیمار کے دل کو دھو کر اُسے مضبوط کرتا ہے۔ جَو کا ستو، گندم کے ستو سے بہتر اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے جَو اور گندم دونوں جڑواں بھائی بہن ہیں، ان کے پودے باہم مشابہ اور بالیاں ملتی جلتی ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں بادشاہ مصر کے خواب کا ذکر ہے کہ اُس نے دیکھا کہ غلے کی سات بالیاں ہری بھری (دانوں سے پر) اور سات بالیاں خشک اور خالی ہیں۔ یہ واضح طور پر گندم کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مصر میں قدیم زمانے سے دریائے نیل کی وادی میں گندم کی وسیع کاشت ہو رہی ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید (سورۃ یوسف) میں گندم کا ذکر موجود ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی تو کنعان سے گندم لینے مصر پہنچے تھے۔ گندم کی انسان کے لئے بطور خوراک بنیادی اہمیت کی وجہ سے ہی بعض لوگوں نے حضرت آدمؑ اور حوا کے قصے میں گندم کو شجر ممنوعہ قرار دیا ہے (کسی ثبوت کے بغیر محض قیاس پر) جبکہ گندم ایک قسم کی بوٹی یا گھاس ہے، درخت نہیں ہے۔ آدم وحوا نے جس ممنوعہ پودے کا پھل کھایا تھا وہ ایک درخت تھا۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی (زرعی فصل) اُگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اور یقیناً اس میں نشانی ہے غور و فکر کرنے والوں کے لئے"۔

(القرآن۔11:16)

کھیتی۔زرعی فصلیں

(AGRICULTURAL CROPS)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:27

کھیتی۔زرعی فصلیں

قرآنی نام: زرع

دیگر مروج نام:

فصل	(اُردو،ہندی)
زرع۔زراعت	(عربی،فارسی،اُردو،پنجابی)
کھیتی	(اُردو،ہندی،پنجابی)
سے سیا	(سنسکرت)
پیر	(تامل)
میس Mesis	(لاطینی)
کراپ۔ایگری کلچر Crop-Agriculture	(انگلش)

قرآنی حوالے

1۔ سورۃ:6 (الانعام) آیت:141

2۔ سورۃ:16 (النحل) آیت:11

3۔ سورۃ:18 (الکھف) آیت:32

4۔ سورۃ:26 (الشعرآ) آیت:148

5۔ سورۃ:32 (السجدۃ) آیت:27

6۔ سورۃ:39 (الزمر) آیت:21

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7۔ سورۃ:44 (الدخان) آیت:26

8۔ سورۃ:48 (الفتح) آیت:29

9۔ سورۃ:49 (الحجرات) آیت:29*

کاشت کی جانے والی فصلوں یا زراعت کے حوالے سے لفظ ''زرع'' (کھیتی) کا قرآن مجید میں کئی مقامات پر ذکر ہوا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جزیرہ نمائے عرب میں کوئی دریا نہیں بہتا تھا، اس کے باوجود کھیتی باڑی کا کام عربوں کی زندگی کی ایک عام سرگرمی تھی۔ اس کی بڑی وجہ بعض بڑے بارشی بندوں (ڈیموں) اور نخلستانوں کے ذریعے آبپاشی کی سہولتوں کی دستیابی تھی۔ اِن میں سے بعض ڈیموں کا شمار اُس زمانے کے عجوبوں میں ہوتا تھا۔ ایسا ہی ایک شاندار ڈیم سدمآرب تھا جو ایک بڑے سیلاب (سیل عرِم) کی زد میں آکر ٹوٹا اور وسیع تباہی کا باعث بنا۔ قرآن مجید میں بھی اس ڈیم کا ذکر موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو باب شجرِ مسواک یا پیلو کا درخت)۔

اضافی تنقیحی نوٹ:۔ از مترجم

مصنف نے اپنے اس مضمون میں زراعت اور کھیتی کی وضاحت کے لئے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 29 کا بھی حوالہ دیا ہے حالانکہ سورۃ الحجرات کل 18 آیات پر مشتمل ہے اور اس کی کسی بھی آیت میں زراعت وغیرہ کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں۔ دیگر سورتوں یا آیات میں (جن کا مصنف نے حوالہ دیا ہے) لفظ ''زرع'' عام طور پر باغ سے الگ زمین کی پیداوار یا استعمال ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الکہف (آیات 32-33) میں دو اشخاص کا ذکر ہے جن میں سے ایک کے پاس انگوروں کے دو باغ تھے جن کے گرد کھجوروں کی باڑھ تھی اور درمیان میں زراعت (کھیتی۔ کھیت) تھی۔ گویا قرآن مجید میں جہاں بھی ''زرع'' کا لفظ آیا ہے اس کا عام مفہوم اناج اور چارہ ہی ہے۔ اس لئے اس موضوع پر ایک الگ باب قائم کرنا ضروری نہیں تھا۔ سورۃ الزمر (آیت 21) میں واضح طور پر زرع کا لفظ اناج (گندم یا جو) کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ سورۃ ابراہیمؑ (آیت: 37) میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے اس لفظ کے جامع مفہوم کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے کہ آپ نے مکہ کی وادی کو جہاں اپنی اولاد کے ایک حصے کو لا بسایا

* مصنف کی طرف سے سورۃ الحجرات کا یہ حوالہ درست نہیں۔ اس کی وضاحت اضافی نوٹ میں کر دی گئی ہے۔ مترجم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا،''واد غیر ذی زرع'' (زراعت سے خالی وادی) قرار دیا اور دعا کی کہ وہاں دوسرے لوگ بھی آباد ہوں اور اُن کی اولاد کو کہیں سے پھل کھانے کو ملا کریں۔ (حیرت ہے کہ مصنف نے اس اہم آیت کا حوالہ نہیں دیا)۔ حضرت ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوئی۔ مکہ کی سنگلاخ وادی میں آباد ہونے میں بڑی مشکل ہی یہ تھی کہ وہاں زمین سخت پتھریلی تھی اور خوراک کے لئے کھیتی باڑی ممکن نہ تھی۔ چنانچہ ہمارے نزدیک، جہاں کہیں بھی قرآن میں لفظ ''زرع'' استعمال ہوا ہے اُس سے مراد عام طور پر باغ سے الگ ایسی فصلوں کی کاشت ہے جن کے پھل، پتے یا دانے انسان اور مویشی خوراک میں استعمال کرتے ہوں۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور طرح طرح کے پھل اور چارے، تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامانِ زیست کے طور پر''۔

(القرآن۔80:31-32)

چارا۔گھاس

(FODDER)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:28

چارا۔گھاس

قرآنی نام: ابّا

دیگر مروج نام:

چارا۔گھاس	(اُردو،ہندی)
علف۔علیق	(عربی)
گیاہ،علیق	(فارسی)
فبالم Fabalum	(لاطینی)
فاڈر Fodder	(انگلش)
فوریج	(فرنچ۔اٹالین)
فورض Forazh	(روسی)

قرآنی حوالہ

1: سورۃ 80 عبس، آیات: 31-32

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا O مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ O

ترجمہ:۔ ''اور طرح طرح کے پھل اور چارے، تمہارے لئے اور تمہارے مویشیوں کے لئے سامان زیست کے طور پر'' (80:31-32)

قرآن مجید میں لفظ ''ابّا'' (ابّ) جس کا مطلب چارا ہے، صرف ایک بار آیا ہے۔ ''لغت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن'' (عبدالرشید نعمانی وسید عبدالدائم جلالی) کے مطابق اس لفظ کے تحت جس خاص چارے کا حوالہ قرآن مجید میں ہے اُس کی شناخت کا تعین محال ہے۔ تاہم، ہمیں یہ حقیقت ذہن میں رکھنا چاہیے کہ متعدد ایسی فصلیں موجود ہیں جو بیک وقت انسانوں کی خوراک کے لئے غلہ اور مویشیوں کے لئے چارا فراہم کرتی ہیں۔ ہمارے خیال میں اس آیت میں ممکنہ طور پر اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، یعنی ایک ایسی فصل مراد ہے جو انسانوں اور حیوانوں دونوں کے لئے کار آمد ہے۔

اضافی تنقیحی نوٹ:۔ (مترجم)

مویشیوں کے لئے گھاس چارے کا ذکر قرآن مجید میں دیگر مقامات پر بھی آیا ہے۔ مثلاً سورۃ السجدہ (آیت: 27) میں ہے: ''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم خشک زمین کو پانی پلاتے ہیں، پھر اس سے فصل نکالتے ہیں جس میں سے ان کے مویشی اور وہ خود کھاتے ہیں۔'' مویشی کا ذکر پہلے اور انسان کا بعد میں ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر وہ مویشیوں کے کھانے کی فصل ہے لیکن انسان بھی کھا سکتے ہیں، اس میں جوار باجرہ، کنگنی وغیرہ شامل ہیں۔ سورۃ عبس کی آیت 31 میں لفظ ''اب'' یا ابّا کا ترجمہ اکثر چارا کیا جاتا ہے لیکن عربی پر عبور رکھنے والے بعض جید علما نے اس ترجمہ سے اتفاق نہیں کیا، مولانا مناظر احسن گیلانی کے اس سلسلے میں خیالات کا ہم پچھلے ایک مضمون پر اپنے حاشیے میں ذکر کر چکے ہیں، اُن کے مطابق ''اب'' ممکنہ طور پر انب اور انبہ (آم) کا معرب ہو سکتا تھا کیونکہ یمن میں ہر قسم کے پھل پائے جاتے تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے اس لفظ کے مفہوم کے بارے میں سوال پر خاموشی اختیار کی تھی۔ تفسیر رفاعی (سید محمد رفاعی عرب) میں اس لفظ کا ترجمہ اناج کیا گیا ہے جو بنیادی طور پر انسانوں کا کھاجا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید میں صرف ایک بار آنے والے اس لفظ (ابّ)، جس کے مفہوم کے بارے میں کوئی متفقہ رائے موجود نہیں، کو کلام پاک میں چارے کے ذکر سے مخصوص اور معنون کرنا، مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اگر مولانا مناظر احسن گیلانی (بحوالہ: ''ہزار سال پہلے'') کی دلیل اور قیاس کو پیش نظر رکھا جائے تو پھر اس سے مراد آم یا کوئی اور پھل ہو سکتا ہے جو ظاہر ہے کہ بطور چارا مویشیوں اور جانوروں کے کام کی چیز ہرگز نہیں۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور (اُگائے) انگور اور ترکاری''۔

(القرآن۔28:80)

سبزیاں

(VEGETABLES)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:29

سبزیاں۔ترکاریاں

قرآنی نام: قضب۔بقل

دیگر مروج نام:

ترکاری	(اُردو،ہندی)
سبزی	(فارسی،اُردو،ہندی)
رستنی	(فارسی)
خضر۔بقل	(عربی)
زیرنیم۔عکو	(عبرانی)
ویجی ٹیبل Vegetable	(انگلش)
ویجی ٹیل Vegetale	(اطالوی،ہسپانوی)

قرآنی حوالے

1: سورۃ 2 (البقرہ) آیت:61۔(ملاحظہ کریں باب:12)

2: سورۃ 80 (عبس آیات 26-28 (ملاحظہ کریں باب:4)

سرزمین عرب کو تونبانسل (Cucurbits) کی سبزیوں کا اصلی وطن مانا جاتا ہے۔ان میں سے متعدد سبزیوں کو انسان کے لئے انتہائی مفید اور اہم شمار کیا جاتا ہے۔کدو لوکی (عربی: قرعۃ) اور کھیرا ککڑی (عربی: قثا) اس خطے میں انسانی تہذیب وتمدن کے آغاز سے ہی عام کاشت کئے جارہے ہیں۔ اِن کے علاوہ وہاں پیاز (عربی: بصل) اور لہسن (عربی: ثوم) کی تین قسمیں بھی اُگائی جاتی رہی ہیں۔ اِن تمام ترکاریوں کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ میٹھا چقندر (عربی: سلق) بھی عرب کی ایک مقبول سبزی سمجھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی تھی۔ کئی احادیث میں اِن سبزیوں کا ذکر ملتا ہے۔

(احادیث صحیحہ میں زیادہ تر انہی ترکاریوں کا ذکر ہے جو مدینہ یا گردونواح میں پیدا ہوتی تھیں کیونکہ تازہ اور تر سبزیوں کو دور دراز سے منگوانا ممکن نہیں ہوتا، البتہ لہسن اور پیاز جیسی خشک سبزیاں دور سے بھی آتی ہونگی۔ جن ترکاریوں کا بعض حدیثوں میں مختلف حوالوں سے ذکر ہے ان میں لہسن و پیاز کے علاوہ، لوکی، کدو، کھیرا ککڑی، چقندر، کھمبی، تربوز اور خربوزہ وغیرہ شامل ہیں۔ تربوز اور خربوزے کو پھل بھی شمار کیا جاتا ہے اور سبزی بھی۔ ترنج (لیموں) کا بھی ذکر ہے جسے کھانوں میں شامل کیا جاتا تھا لیکن دراصل یہ ایک ترش پھل ہے۔ میتھی کا ذکر بھی ایک حدیث میں ہے لیکن اسے ساگ کے طور پر پکاتے ہیں۔ مترجم)

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے زمین کو پھیلایا، اُس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر
نوع کی نباتات صحیح انداز ے کے ساتھ اُگائی''۔

(القرآن-19:15)

نباتات۔پودے

(PLANTS)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:30

نباتات۔ پودے

قرآنی نام: نبات

دیگر مروج نام:

پودا۔ بوٹا	(اُردو، ہندی، پنجابی)
نبات	(عربی، فارسی، اُردو)
روئیدگی	(فارسی، اُردو)
پلانٹ، پلانٹا(Plant (a	(انگلش، فرنچ، لاطینی، ہسپانوی)
ویجی ٹیشن Vegetation	(انگلش)

قرآنی حوالے

1۔	سورۃ 2: (البقرہ)	آیات: 261,61
2۔	سورۃ 3: (آل عمران)	آیت: 37*
3۔	سورۃ 6: (الانعام)	آیت: 99
4۔	سورۃ 7: (الاعراف)	آیت: 58
5۔	سورۃ 10: (یونس)	آیت: 24
6۔	سورۃ 15: (الحجر)	آیت: 19
7۔	سورۃ 16: (النحل)	آیات: 65:11
8۔	سورۃ 18: (الکہف)	آیت: 45
9۔	سورۃ 20: (طٰہٰ)	آیت: 53

* مصنف کی طرف سے یہ حوالہ درست نہیں۔ اس کی وضاحت اس مضمون کے اندر نوٹ میں کر دی گئی ہے۔ مترجم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10۔ سورۃ:22 (الحج) آیت:5

11۔ سورۃ:23 (المومنون) آیت:19, *20

12۔ سورۃ:26 (الشعرا) آیت:7

13۔ سورۃ:27 (النمل) آیت:60

14۔ سورۃ31 (لقمان) آیت:10

15۔ سورۃ:36 (یٰسین) آیت:36

16۔ سورۃ:37 (الصفّٰت) آیت:146*

17۔ سورۃ:50 (ق) آیت:9,7

18۔ سورۃ:57 (الحدید) آیت:20

19۔ سورۃ:71 (نوح) آیت:17*

20۔ سورۃ:78 (النباء) آیت:15

21۔ سورۃ:80 (عبس) آیت:27

(اگرچہ بطور مترجم مصنف کی پیروی میں ہم نے اُن کے مندرجہ بالا تمام قرآنی حوالے، من وعن نقل کردیئے ہیں، لیکن قارئین کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ان میں سے چند حوالے غلط یا غیر متعلق ہیں، مثلاً سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 37 میں کسی قسم کی نباتات کا ذکر موجود نہیں بلکہ حضرت زکریا اور حضرت مریم کے مابین غیبی کھانے کے متعلق مکالمہ ہے۔ اسی طرح سورۃ نوح کی آیت نمبر 17 میں انسان کی خاک سے پیدائش کا ذکر ہے نا کہ کسی روئیدگی یا پودے کا۔ بعض آیات، اس سے قبل مخصوص پودوں پر مضامین میں زیر بحث آچکی ہیں اور انہیں عمومی طور پر نباتات کے متعلق نہیں کہا جا سکتا، مثلاً سورۃ المومنون کی آیت، 19 اور 20 میں تین اہم پھلوں، کھجور، انگور اور زیتون کا ذکر ہے اور اِن پھلوں پر مضامین میں ان آیات کا حوالہ دیا جا چکا ہے۔ سورۃ الصفّٰت کی آیت 146 میں کدو کی بیل کا ذکر ہے جس نے حضرت یونسؑ کو سایہ اور تحفظ دیا تھا، اس کا ذکر بھی اس کے مقام پر آچکا ہے۔ مصنف سے توقع تھی کہ وہ قرآنی آیات کے حوالے دینے کے سلسلے میں زیادہ احتیاط سے کام لیتے! ۔مترجم)

* یہ حوالے بڑی حد تک غیر متعلق ہیں۔ مزید وضاحت، حوالوں کے بعد نوٹ میں کردی گئی ہے۔ مترجم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف قرآنی آیات میں لفظ ''نبات'' جس کا مطلب پودا ہے، بطور اسم یا بطور فعل استعمال کیا گیا ہے۔ موریس بکائے (Maurice Bucaille) نے اپنی مشہور کتاب "The Bible, The Quran and Science" (اس کتاب کا اُردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ مترجم) میں کافی تفصیل سے قرآن مجید کی ایسی بعض آیات پر بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ سائنسی طور پر یہ آیات، جدید علم نباتات کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتی ہیں۔ بعض دیگر مصنفین نے بھی اسی انداز میں اِن آیات کا جائزہ لیا ہے۔ (جیسے قاہرہ میں چھپنے والی عرب مصنف طنطاوی جوہری کی کتاب ''القرآن العلوم العصریہ'')۔ بہر حال، چند اہم آیات، جن کا موریس بکائے نے بھی حوالہ دیا ہے، یہاں درج کی جاتی ہیں (بصورت ترجمہ):

سورۃ 6 (الانعام) آیت: 95

''بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ اُگاتا ہے''

سورۃ 6 (الانعام) آیت: 99

''اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے تمام اُگنے والی چیزیں پیدا کیں، تو ہم نے اس سے سبزی نکالی جس میں سے دانے نکالتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور کھجور کے گپھے سے لٹکتے ہوئے خوشے اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار، کوئی ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور کوئی الگ۔ اس کا پھل دیکھو جب پھلے اور اس کا پکنا (دیکھو) اور اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے''

سورۃ 13 (الرعد) آیت: 3

''اور زمین میں ہر طرح کے پھلوں کی (اللہ نے) دو دو قسمیں بنائیں''

سورۃ 13 (الرعد) آیت: 4

''اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت، کچھ ایک جیسے کچھ الگ الگ، اور سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے۔ اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر مزے میں فضیلت دیتے ہیں۔ اس میں سمجھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں''۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورۃ15 (الحجر) آیت:19

''زمین......ہم نے اس میں ہر چیز صحیح اندازے کے مطابق اُگائی''

سورۃ16 (النحل) آیات:11,10

''وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا۔ اس میں سے تم پیتے ہو اور درختوں کو دیتے ہو جن سے تم جانوروں کو چراتے ہو۔ اس پانی سے تمہارے لئے کھیتی اُگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے (دیگر) پھل''۔

سورۃ20 (طٰہٰ) آیت:53

''(وہی اللہ ہے جس نے) آسمان سے پانی نازل کیا۔ تو ہم نے اس طرح سے ایک دوسرے سے مختلف پودوں کے جوڑے پیدا کئے''

سورۃ22 (الحج) آیت:5

''......اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک بے جان پڑی ہوئی ہے۔ پھر جب ہم اُس پر پانی برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی اور اُبھرتی ہے اور (پودوں کا) ہر بارونق جوڑا اُگا لاتی ہے''۔

سورۃ31 (لقمان) آیت:10

''......ہم نے زمین میں (نباتات کی) ہر قسم کا نفیس جوڑا پیدا کیا''۔

سورۃ36 (یٰسین) آیت:36

''پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کی نباتات کے اور خود اُن کے اور جن چیزوں کی اُن کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے''

سورۃ50 (ق) آیات:9-11

''اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا اور اس سے باغ و بستان اُگائے اور کھیتی کا اناج اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھا تہ بتہ ہوتا ہے۔ (یہ سب کچھ) بندوں کو روزی دینے کے لئے (کیا ہے) اور اس (پانی) سے ہم نے ہر مردہ زمین کو زندہ کیا اور اسی طرح وہ قبروں سے بھی نکالے جائیں گے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موریس بکائے کی رائے میں، مندرجہ بالا آیات دنیائے نباتات میں عملِ تولید وافزائش کے متعلق بنیادی صداقتوں کو واضح کر رہی ہیں۔ اُس (قدیم) زمانے میں اس سلسلے میں جو خیالات اور عقائد عام طور پر رائج تھے، انہیں، اِن آیات میں نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ مختلف سورتوں میں ''پودوں کے جوڑوں'' کے ذکر سے اس سائنسی حقیقت کی واضح نشاندہی ہوتی ہے کہ پودوں کی افزائش نسل اُسی پودے پر یکجا یا علیحدہ علیحدہ جنسی شناختوں کے حامل نر اور مادہ حصوں کے ملاپ سے ممکن ہوتی ہے۔ لفظ ''زوج'' کی وضاحت کرتے ہوئے، بکائے لکھتا ہے: ''ہمیں معلوم ہے کہ پھل، اعلیٰ و برتر پودوں کے عملِ تولید کا ایک حتمی نتیجہ (پیداوار) ہے۔ ان پودوں کی تنظیمی ساخت انتہائی ترقی یافتہ اور پیچیدہ ہوتی ہے۔ پھل سے پہلے مرحلے میں پھول ہوتے ہیں جن میں نر اور مادہ اعضا (Stamens and ovules) پائے جاتے ہیں۔ نر زردانہ پہنچنے کے بعد پھول میں پھل بن جاتا ہے جو پک جانے پر اپنے اندر تخم کو آزاد کر دیتا ہے۔ لہٰذا ہر پھل کے لئے نر اور مادہ اعضا کی موجودگی ناگزیر ہے۔ قرآن مجید کی اس موضوع (پودوں کے جوڑے) سے متعلق آیات کا یہی مطلب ہے''

موریس بکائے نے درست کہا ہے کہ آج ہم پودوں کے ازواجی اعمال اور بے جان اشیاء کے اندر ساختوں کی پہچان کر سکتے ہیں لیکن حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں اِن افکار کو سمجھنا دشوار تھا۔ آج یہ قرآنی نظریات جدید سائنس کے عین مطابق ہیں۔

اضافی نوٹ۔ از مترجم

قرآن مجید میں پودوں کے زمین سے اُگنے کے عمل، نر و مادہ جوڑوں، ان کے بڑھنے، بڑا ہونے، پھول اور پھل نکالنے، ان کی ایک دوسرے سے مشابہت، اختلاف، ذائقہ، پھل کے پکنے، حتیٰ کہ بعض اہم پھلوں (کھجور، زیتون، انجیر، انگور وغیرہ) کی انسان کے لئے اہمیت کو، غور کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے، یقیناً یہ سب ایسی نشانیاں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس کائنات کا خالق، مالک اور چلانے والا وہی ایک ہے۔ اُس کی ذات کامل اور خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتی ہے۔ چنانچہ کئی مقامات پر قرآن مجید میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نباتات پیدا کرنے کا ایک مقصد اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین کی آرائش بھی ہے، گویا یہ درخت، پھول، کلیاں، سبزہ اور بوٹے ہماری زمین کا حسن بلکہ زیور ہیں۔ مثلاً سورۃ یونس کی آیت نمبر 24 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا تو زمین سے نباتات پیدا ہوئیں اور زمین اُن پودوں اور سبزے سے "خوشنما اور آراستہ ہوگئی۔" گویا قرآن مجید کے مطابق، نباتات کا ایک پہلو زمین کی آرائش اور خوبصورتی ہے۔

نباتات کے ذکر کا دوسرا پہلو اِن کے بعض عجائبات کی طرف انسان کی توجہ دلانا ہے۔ مثلاً یہ خبر اور حقیقت کہ انسانوں اور حیوانات کی طرح پودوں میں بھی دو اصناف (جوڑے۔ زوج) یعنی نر و مادہ ہوتے ہیں اور افزائش نسل کا انحصار دونوں کی قربت پر ہے۔ اس سلسلے میں مصنف، موریس بکائے کے حوالے سے روشنی ڈال چکے۔ چند دیگر عجائبات جن کی طرف قرآن مجید میں توجہ دلائی گئی ہے یہ ہیں:۔ بعض پھل شکل و صورت میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن ذائقے میں مختلف یا دوسری خصوصیات میں مختلف (بحوالہ 99:6)۔ اس کی ایک مثال کھجوروں اور بیریوں کے پھل کی ہے جو آپس میں مشابہت کے باوجود مزے میں مختلف ہوتے ہیں، یا زیتون اور انار کے پتوں کی مشابہت ہے لیکن جن کا پھل آپس میں نہیں ملتا۔ کھجور کے لٹکتے خوشوں کی طرف توجہ دلوائی گئی ہے کہ دیکھو جب نیا خوشا نکلتا ہے تو گپھا (سیپ) کتنا چھوٹا (2 سے 3 انچ چوڑا) ہوتا ہے، جیسے کسی ماں کی بچہ دانی، لیکن جیسے ہی گپھے سے خوشا برآمد ہوتا ہے وہ دنوں اور ہفتوں میں بہت چوڑا اور لمبا ہو جاتا ہے اور پھل پکنے پر لٹکنے لگتا ہے۔ بالکل یہی کیفیت جانداروں کی ہے کہ ولادت سے قبل بچہ اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ ماں کے رحم میں سما جاتا ہے لیکن رحم مادر سے باہر آنے کے بعد دنوں اور ہفتوں میں اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ رحم مادر میں دوبارہ سما سکے گا۔ یہ کیفیت کھجور کے درخت کے ساتھ خاص ہے جس کے انسان سے مشابہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جس کی طرف باری تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ پھل دار پودوں میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت ہوتی ہے (بحوالہ 4:13)۔

ہم آج کہتے ہیں کہ فلاں پھل، پھلوں کا بادشاہ ہے یا ملکہ ہے لیکن قرآن مجید میں یہ دلچسپ حقیقت ڈیڑھ ہزار سال پہلے ہی بیان کر دی گئی تھی، یعنی گو کہ درختوں میں سب سے اعلیٰ درجہ پھلدار درختوں کا ہوتا ہے' اُن پھلدار پودوں یا درختوں کے بھی ایک دوسرے کے مقابلے میں مختلف درجے ہیں کوئی اوپر، کوئی نیچے کوئی سب سے اوپر۔ عموماً یہی کہا جاتا ہے کہ کھجور کا مقام سب سے بلند ہے۔ جنت کے پھل، دنیا کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھلوں سے، دوسری باتوں کے علاوہ اس لئے بھی افضل ہیں کہ اُن کے درختوں کا پھل ایک تو بکثرت ہوتا اور پھر ہر وقت اور ہمیشہ دستیاب ہوگا۔ (بحوالہ 35:13)۔ دنیا کے پھل صرف موسمی ہوتے ہیں اور مقدار میں بھی کم۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے کہ جنت میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہوں گی (بحوالہ 52:55)۔ اس بیان کی تعبیر غالباً ممکن نہیں کیونکہ جنت میں ہر پھل سُپر (اعلیٰ) ہی ہوگا، اس لئے اعلیٰ وادنیٰ پر مشتمل دو اقسام نہیں ہوسکتیں۔ قیاساً کہہ سکتے ہیں کہ رنگ یا ذائقے کے اعتبار سے شاید دو قسمیں ہوں۔ جیسے بعض آم بہت میٹھے اور بعض کھٹے میٹھے ہوتے ہیں، کچھ لوگ بہت زیادہ مٹھاس پسند نہیں کرتے۔

قرآن مجید میں نباتات کے حوالے سے سب سے زیادہ اہمیت پھلوں کو دی گئی ہے، چنانچہ مجموعی طور پر زیادہ تذکرہ پھلدار پودوں کا ہی ہوا ہے۔ جنت میں بھی میوے ہوں گے، اناج وغیرہ نہیں۔ پھلوں کے سلسلے میں دو باتوں پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ایک ہے آسمان سے بارش کا نزول اور دوسرا ہے پھلوں میں غریبوں اور مسکینوں کا حصہ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے مطابق پھلوں کی پیداوار میں اضافے کا انحصار آسمان سے اترنے والے قدرتی پانی (بارش) پر ہے (بحوالہ 18:23 اور 27:35)۔ چنانچہ اس حقیقت پر ہمارے زرعی سائنسدانوں کو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جو بارش براہ راست باغ پر نازل ہوتی ہے وہ باغ کی رونق اور پیداوار کس قدر بڑھا دیتی ہے۔ دوسری بات باغ کی پیداوار میں اللہ کا حصہ ہے، یعنی غریبوں کے لئے باغ کی کچھ پیداوار مخصوص کرنا۔ اس سلسلے میں باپ کے مرنے کے بعد لالچی بیٹوں کا قصہ سورۃ القلم (68) میں بیان ہوا ہے، جنہوں نے طے کیا تھا کہ اگلے دن صبح سویرے غریب غربا کی آمد سے پہلے ہی باغ کا تمام پھل توڑ لیں گے لیکن ان کی کنجوسی اور خدا کا حصہ دینے سے انکار کی وجہ سے راتوں رات ہی "باغ پر آفت پھر گئی"۔ صبح جب موقع پر پہنچے تو۔ "کہنے لگے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں...... پھر لگے ایک دوسرے کو رو در رو ملامت کرنے۔" یہ حقیقت سورۃ الانعام کی آیت 141 میں بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر باغ کی پیداوار میں برکت چاہتے ہو تو اُس میں اللہ کا حق ادا کرو۔ ایک اور قصہ سورۃ الکھف میں بیان ہوا ہے جس میں دو دوستوں کے درمیان مکالمہ اور پھر ایک سانحہ کا ذکر ہے۔ امیر شخص کہتا ہے کہ اُس کا پھل کبھی برباد نہ ہوگا، وہ سخت مادہ پرست اور آخرت کا قائل نہ تھا۔ "اُس کے باغ (پھلوں) کو عذاب نے آ گھیرا اور وہ اپنی چھتریوں پر گر کر رہ گیا" (42:18)۔ ثابت ہوا کہ پھلدار پودوں اور باغوں کی بقا اور ان میں برکت کا انحصار صرف باری تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہوتا ہے کیونکہ یہ آسمانی رزق بھی تو ہے۔ باری تعالیٰ ناراض ہوں تو بڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے باغ سلامت نہیں رہتے۔

قرآن مجید کے مطابق، اگر چہ جنت میں طرح طرح کے میوے ہوں گے لیکن کچھ میوے وہ ہوں گے جنہیں جنتی لوگ دنیا کی زندگی میں بھی کھا چکے ہوں گے (بحوالہ 25:2)۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہشت میں بعض پھل ایسے بھی ہونگے جنہیں ہم اس دنیا میں دیکھتے اور جانتے ہیں۔

قرآن مجید بہر حال ایک الہامی کتاب ہے اور علم نباتات (Botany) کی درسی کتاب نہیں ہے، اس لئے یہ توقع فضول اور غلط ہے کہ اس میں نباتاتی سائنس کے حقائق اور اُصول بیان ہوں۔ تاہم کچھ چیزیں، اللہ کی نشانیوں پر غور وفکر کے حوالے سے آ گئی ہیں۔ چند باتوں کا پیچھے ذکر ہو چکا۔ ایک سائنسی حقیقت گھاس کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سیدھے پودوں کی پیدائش ہے۔ سورۃ الفتح (29) میں ہے کہ بیج پھوٹا تو زمین سے ایک کمزور پتی سوئی کی طرح نکلی، جو چند دنوں میں مضبوط ہو گئی، پھر موٹی ہو گئی پھر ایک دن نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ نبات کی پیدائش، کے متعلق کیسا شاندار اور سائنسی انداز بیان ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خشک زمین مردہ ہوتی ہے اور پانی اُسے زندہ کرتا ہے اور جب زمین زندہ ہوتی ہے تو روئیدگی ممکن ہوتی ہے ورنہ نہیں، (بحوالہ 50:30)۔ اس سائنسی حقیقت (کہ مردہ زمین کچھ پیدا نہیں کر سکتی) کو کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے جس کا مقصد نباتات کے سلسلے میں پانی کی بنیادی اہمیت کو واضح کرنا ہے۔ گندم یا جو کے دانے کتنے عرصے تک قوت روئیدگی برقرار رکھ سکتے ہیں؟ سورۃ یوسف میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے جب بادشاہ مصر کے خواب کی درست تعبیر بتا دی تو بادشاہ کو مشورہ دیا کہ جن ابتدائی سات سالوں میں خوب پیداوار ہو، تب غلے کو خوشوں کے اندر محفوظ کر لیا جائے جو قحط کے اگلے سات سالوں میں کام آئے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر گندم یا جو کے دانے بالیوں سے الگ نہ کئے جائیں تو وہ سات سال بلکہ اس سے بھی زیادہ مدت تک اپنی قوت نمو اور مکمل غذائیت برقرار رکھ سکتے ہیں۔ آخری بات بہر حال یہی ہے کہ نباتات او رپھلوں کے بارے میں تمام ارشادات اور حقائق کے باوجود، قرآن مجید کا مقصد انسانوں کو دلچسپ باتیں بتا کر خوش کرنا نہیں بلکہ انہیں غور وفکر کی دعوت دینا اور صراطِ مستقیم کی طرف بلانا ہے۔

....

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ 1

پودوں کے قرآنی وعربی نام

اثل،	121,120,119,18	سنط	180
ارزالرب،	97	شاہسفرم،	203
ارزالبنان،	97	شجرالمسواک،	126
ارک	130,126	شعیر،	251
بصل،	261,164	شوک البن،	180
تین،	87,52	شوک الجمل،	17
حاج،	18,17	صمغ عربی،	22
حمق،	203	ضریع،	221
حطہ،(حب)	250	طرفا،	119,18
حنظل،	239,222,221	طلح،	182,180,106
حوک،	203	طوبیٰ،	225
خردل،	197,126	عاقول،	17
خرنوب،	244,243	عبل	119
خمط،	132,131,125,120	عدس،	158
خیار،	175	عنب،	62
دباء،	190	عویجہ(ذرۃ)	251
دخن،	251	غاز،	119,18
رمان،	78	قسط	180
ریحان،	203	فوم(ثوم)	261,170
ریحان سلیمان،	203	قثاء،	261,175
زقوم،	222,221,219 تا 208	قرعۃ،	261,190
زنجبیل،	152	کماۃ،	22;20
زیتون،	50	نبق،	117
سدر، سدرۃ	120,115 تا 99,97	نخل،	34,28
سلق،	261	یقطین،	192,190

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ II

پودوں کے نباتاتی۔سائنسی نام

Botanial Names of Plants

Acacia	180	C.sativus,	177
A.nilotica,	182,183,233	C.Utilissimus,	175,177
A.senegl,	22,182	Cucurbita pepo,	192
A. seyal	107,181,233,235,236	Cydonia Vulgaris,	243
Alhagi maurorum,	14,17,18,25,	Cynachum Viminale	237
Allium cepa,	164	Drobalanops aromatica,	137,139
A.sativum,	170,171	Euphorbia,	208
Astragalus adscendens,	22	E.aegyptiaca,	214
A Gummifera,	22	E.antiquorum,	213
Bombax Ceiba	235	E.aralica	214
Brassica arabica	198	E. Larticulata	214
B juncea	198,200	E,Cactus,	214
B. nigra,	128,197,198,200	E.caducifola,	213
Brassica rapa	198	E.cornuta,	214
Butea monosperma	235	E.Intisi,	219
Calotropis gigantea.	21	E.nerifolia,	214
Cedrus.	97	E.nivulia,	213
Cedrus libani,	97,104,106	E.resinifera.	208,212,213 214,215
Ceratonia siliqua,	243	E.royleana,	214
Cinnamomumcamphora,	135,137,139,144	E.tirucalli,	214
C.Zeylanicum	144	E.trigona	214
Citrulius Calocynthis	215	Ficus bengalensis,	91
Cochispermum religiosum,	235	F. Carica,	87,91,243
Cotoneaster ummularia,	21	F elastica,	91
Cucumis melo,	175	F. racermosa,	91

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

F. indica 91
F.religiosa, 91
F. Rumphi, 91
Fraxinus ornus 21
Hevea brasiliensis, 91
Hordeum vulgare, 251
Juglans regia, 243
Lagenaria siceraria, 190,192
L. vulgaris, 190
Lawsonia inermis 135,140,141,143
Lecanora affinis, 19
Lens culinaris, 158
L.esculanta 158
Loranthus acacia, 233
Malus Pumila 232
Musa paradisiaca, 192
M. sapientum, 192
Ocimum, basilicum 203,204
O.santum, 204
Olea europea, 50,53,54,243
Palma christi 192
Panicum miliaceum, 250
Phoenix dactylifera, 28,34,41,243
P.sylvestris, 41
Pistacia vera, 243
Prunus armeniaca, 232,243
Pterocarpus acerifolium, 235
Punica granatum, 78,80,82,243
Quercus incana, 21
Rhododendron arboreum, 235
Ricimus communis, 192
Salvadora persica, 126,127,130,199
S. Indicat 130
Setaria italica, 251
Sinipism alba 198
Sorgbum vulgare, 251
Tamarindus indica, 41
Tamarix aphylla, 106,119,121,123,124
T. articulata, 119
T. indica 119
T.mannifera, 14,18,124
Triticum aestivum, 251
Vitis vinifera, 63,66,243
Zinger officinale, 152
Ziziphus, 99,100,102
Ziziphus mauritiana, 116,243
Z. spinachristi, 102,243

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ III

پودوں کے معروف اُردو نام

آک، 21

آم، 259,185

اخروٹ، 243

ادرک، (سونٹھ) 151 تا 156

اسپغول، 206

امرود، 150

املی، 41

انار، 269,266,243,85,78,57,34,30,29,

انجیر، 243,232,96,87,85,72,53,268,248

اندرائن، 239,222

انگور، 76تا62,57,51,32تا29,
243,237,80,79,268,266,265,255

اونٹ کٹارا (جواسا) 26,25,18,17

ایلوا 221

باجرہ، 251

بادام، 244

بالنگو، 205

براس 235

بھنگرہ، 233

بہی، 243

بیر، بیری، 105,103,102,100تا97
269,243,236,182,181,1تا7107

پستہ، 243

پیاز 262,168تا164,23

پیلو (جال) 262,244,133تا126

تربوز 262

ترفاس، 22

تلسی (نیازبو) 203 تا 206

تھوہر، 208 تا 217

جامن، 150

جنگلی (گڑ) کھجو 41

جو، 271,255,252,251,46

جوار، 259,251

چقندر، 262,244,18

چیڑ، 147

چنیا، 252,251

حنا (مہندی)، 149,144تا 140,135

خربوزہ، 262,244,223

خوبانی، 243,232

دارچینی، 146

دھنیا، 24

دیودار، 111تا104,103,101,98
238,226,225,114

رائی، 201تا197

زعفران، 147

زیتون، 60تا50,34,30,29,
21,269,268,266,265,243

سنبل 235

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیب،	232,83
شکرقندی،	155
عود،	147
فراش (فرواں، جھاؤ)	107,99,24,19,18,17
	133,128,127,124 تا 119
کافور،	150 تا 135
کالی مرچ	147
کدو (لوکی)	265,262,195 تا 190
ککڑی (کھیرا)	262,178 تا 175,46,23
کمبی	235
کنڈیاری،	21
کنگنی،	252,251
کیکر (ببول)	236,235,233,187 تا 180
کیلا،	244,188 تا 181
کھجور	238,72,71,66 تا 63,52,51,48 تا 28
	269,268,266,265,255,243,239
کھمبی،	262,47,26,22,20
گلاب،	21
گنا،	18
گندم،	271,255,252,251,232
گوند سرخ،	22
لونگ،	206,150,147,
لہسن،	262,173 تا 170,23
لیموں،	262,232,
ماجو،	21
مسور،	162 تا 158,23
مکئی	251
میتھی،	262
ہلدی،	155
یوکلپٹس،	150

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس دلچسپ اور منفرد موضوع پر عرصہ پہلے جب یہ کتاب (انگلش) بھارت میں شائع ہوئی تو اس کی بڑی پذیرائی ہوئی اگرچہ بعض آیات کی نئی تشریح پر اسلامی حلقوں میں تحفظات بھی ظاہر کئے گئے تھے۔ موجودہ کتاب (اردو ترجمہ + اضافے) اصل کتاب سے نہ صرف بہت بہتر ہے بلکہ ایک نئی اور وقیع تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کی وجہ ہر باب کے ساتھ اضافی نوٹ اور مصنف (ڈاکٹر فاروقی) کی بعض اہم غلطیوں کی تصحیح میں مترجم کے سائنسی حقائق اور حقیقی قرآنی مفہوم پر مبنی نادر مضامین ہیں۔ مترجم (بلکہ مصنف کہہ لیں) کی علمی و تحقیقی دلچسپیاں ہمیشہ متنوع رہی ہیں۔ ایک طرف تاریخ اور مختلف علوم پر نظر ہے تو ہارٹی کلچر ان کی پرانی محبت ہے جس کا ثبوت کچھ عرصہ پہلے شائع ہونے والی کھجور پر ان کی کتاب ہے جس کی ملک بھر میں داد دی گئی تھی۔ اُس کتاب میں ہم اس پاکیزہ درخت کو کسی انسان کی طرح جیتا جاگتا، سانس لیتا ردعمل ظاہر کرتا اور پسند و ناپسند کا اظہار کرتے ہوئے پاتے ہیں اور مصنف کے دلچسپ تجربات اور مشاہدات میں کھو جاتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے موجودہ کتاب اس عالیشان موضوع پر ایک سند کی حیثیت حاصل کرے گی۔ انشاءاللہ!

ناشر

(محمد فیصل)

ISBN 969-503-940-5

9799695039402

الفیصل
ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور